وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین (القرآن)

اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کے لئے آگے بڑھو،

جس کی وسعت آسمان وزمین کی طرح ہے، یہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے

واقعات وملفوظات کا حسین مجموعہ

انوارِ طریقت

از حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

محمد عثمان حبان دلدارقاسمی

ناشر

تفصیلات

نام کتاب: انوارِ طریقت

از: حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی

ترتیب: محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

کتابت وتزئین: حبان گرافکس گنگونڈنا ہلی بنگلور

باہتمام: ....

تعداد: گیارہ سو

ناشر: ....

قیمت: ....

ملنے کے پتے

- دارالعلوم محمدیہ گنگونڈنا ہلی، لائرپالیہ بنگلور
- خانقاہِ زکیہ، نظامیہ دواخانہ پرنامبٹ تمل ناڈو
- کتب خانہ حنفی ماولی بنگلور
- مولانا محمد عرفان قاسمی، مدرسہ الحسنات الباقیات جانسٹھ مظفرنگر

فہرست

1	انتساب اور ثواب	27
2	اظہارِ فاروقی	28
3	مقدمہ، اسوۂ رسولِ اکرم کو آئیڈیل بنانا ہی طریقت ہے	30
	اللہ رب العزت کے فرماں بردار بندے	31
	حضور اکرم ﷺ کی نصیحت	31
	ایک چور کو مقام احسان حاصل ہوا	32
	درویشِ عالم ﷺ	33
	سرکار دو جہاں ﷺ کے گھر کی کل کائنات	34
	اہل بیت کا فقر	35
	رحلت کی رات حضور ﷺ کے چراغ میں تیل نہ تھا	36
	درویشی رہبانیت نہیں	37
	محبت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے	37
	ماضی کی مقدس روایات ختم ہو چکی ہیں	38

	انحطاط اور پستی سے نکلنے کا راستہ	39
	یہی تصوف کی روح ہے	41
	حضور ﷺ کو آئیڈیل بنانا ہی طریقت ہے	42
	بہترین عبادت استغفار ہے	43
	بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں	44
	اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی	45
	اللہ کی رحمت سے ہی بخشش ہوتی ہے	46
	انسان کے لئے یہی کافی ہے	46
4	صدائے دلِ من	48
5	از دلِ دلدار	55
6	خانقاہ	62
7	اہلِ طریقت کے لئے قرآن مجید کی ستر آیات	63
	انسان کو رحمٰن نے پیدا کیا	63
	انسان کو مٹی اور جنات کو آگ سے پیدا کیا	63
	اہل علم و ایمان کے درجات بلند فرماتا ہے	63
	عفو و درگذر سے اللہ کی رحمت ملتی ہے	64
8	جو شخص سخاوت، تقویٰ اور تصدیق کو اپنا شعار بنالیتا ہے	64
	راہِ فطرت اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے	
	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو!	65
	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	65

اپنی خود ثنائی مت کرو	65
نیکی کے کاموں اور تقویٰ کے لئے مشورہ کیا کرو!	65
مسلمانوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیئے	66
اللہ پر توکل اہل ایمان کا شیوہ ہے	66
انسان بڑا ناشکرا ہے	66
چار صفات کے بغیر خسارہ میں	67
اپنے عظیم پروردگار کی پاکی بیان کرو	67
انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات	67
جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا	67
انسان کی پیدائش تخلیق صلب کس پانی سے ہوئی	68
انسان کو کبھی انعامات سے بھی آزمایا جاتا ہے	68
انسان کو حسن و جمال کا مرقع بنایا	69
مال و اولاد فتنہ ہیں	69
مقدور بھر تقویٰ اختیار کرو	69
اسلامی جہاد صرف راہ خدا میں ہوتا ہے	70
اللہ کے اذن کے بغیر نہ ضرر پہنچا سکتا ہوں نہ فائدہ	70
ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے	70
جو مصیبت پہنچتی ہے وہ پہلے لکھی جا چکی ہے	70
کرتوتوں کے باعث دلوں پر مہر لگ جاتی ہے	71
جس کو اللہ چاہتا ہے وہ نصیحت قبول کرتا ہے	71

بے شک مسجدیں اللہ کے گھر ہیں	71
جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ راہِ حق پر آ گئے	72
جنوں کا قرآن سننا، اپنی قوم کو ہدایت کی دعوت دینا	73
رسول اللہ ﷺ انسانوں اور جنوں پر مبعوث ہوئے	73
ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی	74
تعلیم الٰہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے	74
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت کے لئے استغفار کا حکم	74
اللہ نے دین اسلام کو غلبہ کے لئے بھیجا	74
ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرما دیا	75
رسولوں کے معجزات عدل کے لئے ہیں	75
آپ ﷺ اپنی مرضی سے بات نہیں کرتے	75
ظلمت سے راہِ ہدایت کی طرف	76
فقراء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت	76
عمر کی زیادتی اور کمی لوحِ محفوظ میں درج ہے	77
بندوں کو اللہ کی مرضی سے رزق ملتا ہے	77
علم قیامت اللہ کے پاس ہے	77
وہ عالم الغیب ہے	78
اللہ کی آزمائش میں حکمت ہے	78
اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے	79
عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے	79

	فرشتے اہل زمیں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں	80
	انسان کو مٹی سے پیدا کیا	80
	اس کی رحمت سے ناامید نہ ہوں	80
	وقت سے پہلے توبہ کرلو	81
	انسان کے لئے ہر چیز کو مسخر کر دیا گیا	81
	ہر چیز کے جوڑے غور وفکر کے لئے ہیں	81
	اللہ علیم وحکیم ہے	81
	قدرت کی نشانیاں	82
	آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا	82
	تخلیق کائنات میں قدرت وحکمت	82
	سمندر اور ہواؤں میں نشانیاں	83
	سبز درخت میں آگ	83
	خدمت کے لئے آٹھ قسم کے جانور	83
	اللہ ہر عیب سے پاک ہے	84
	سب سیّارے اپنے محور میں	84
	حاملین عرش کی تسبیح	84
	اللہ تعالیٰ کو کوئی روک نہیں سکتا	85
	تقویٰ پر دوگنی رحمت کی نوید	85
	اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے	86
	اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ	86

	آتش دوزخ سے بچو	86
9	اہلِ طریقت کے لئے ستر احادیث رسولِ اکرم ﷺ	88
	علم کی اہمیت	88
	تفقُّہ اور بصیرت	88
	علم اور عمل	89
	دین فطرت	89
	اللہ پر ایمان	89
	خدا کی عظمت	90
	غیرتِ حق	90
	خدا کی محبت	90
	خدا کا خوف	91
	اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن	91
	اللہ کی اطاعت	92
	ایمان بالقدر اور اس کی اہمیت	92
	رسالت پر ایمان	92
	آپ کی محبت	93
	درود وسلام	93
	غلو سے پرہیز	93
	آپ ﷺ کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)	94
	تلاوتِ قرآن کریم	94

قرآن پر عمل	94
آثارِ قیامت	95
جنت و دوزخ	95
مومن کی تصویر	95
نماز کی حقیقت اور اہمیت	96
نماز کے آداب	96
نمازِ باجماعت	96
امامت	97
زکوٰۃ کی اہمیت	97
انفاق کے آداب	97
روزہ کی حقیقت	98
اعتکاف	98
حج کی حقیقت	98
دعا کی اہمیت	99
آدابِ دعا	99
توبہ واستغفار	99
ذکراللہ کی اہمیت	99
ذکر کے بعض پاکیزہ کلمات	100
اسلام میں اخلاق کی اہمیت	100
انسانی اخلاق	100

اخلاص	101
علم	101
حکمت ومعرفت	101
شکرواحسان شناسی	102
صدیق کی شان	102
یقین وایمان	102
خوفِ خدا	103
تقویٰ	103
غیرت	103
شرم وحیا	104
توکل	104
قناعت	104
فکروغم	105
شہرت سے پرہیز	105
عزتِ نفس	105
قوت وشجاعت	106
ثبات واستقامت	106
غصہ پر قابو	106
مصائب میں صبر	107
تواضع وانکساری	107

	انفاق	107
	عفوودرگزر	108
	شفقت ورحمت	108
	جانوروں پررحم	108
	حسن معاملہ	109
	غیبت	109
	چغلی	109
	شماتت	110
	حسد	110
	چوری	110
	بدنگاہی	111
	رشوت	111
10	مناجات	112
11	زندگی کا مقصد رضائے الٰہی	113
	نفس برائی سکھاتا ہے	114
	جنت کی ضمانت	114
	چھ چیزوں کی ضمانت	115
	تزکیۂ نفس اور کردار سازی	116
	اپنے متعلقین اور فرزندوں کو تاکید	117
12	رجوع الی اللہ میں انسان کی کامیابی اور فلاح و بہبودگی ہے	118

	الحاج محی الدین صاحب سعادہ	119
13	زندگی کا ہر سانس ایک خزانہ ہے	120
	والدہ کی بدولت نیکی وراثت میں ملی ہے	121
14	اپنے رب کے حضور گناہوں کا اعتراف ہی توبہ کی اصل ہے	122
	گناہوں کا اعتراف ہی توبہ	123
15	نعمتوں کی قدردانی سے اضافہ ہوتا ہے	125
16	کب ہوتا ہے؟ قلب پر تجلیاتِ رحمانی کا نزول	128
	فنائے قلب	128
17	سالکین کے لئے پانچ احادیث شریف اور ان کا ترجمہ	130
	مولانا ابرار احمد قاسمی غازی آبادی	131
18	اہل طریقت کے لئے قرآنی قصائص	132
	بادشاہی مسجد کے امام وخطیب	135
19	عفوودرگزر اللہ تعالیٰ کی پسند	137
	حضور ﷺ کے اخلاق کو یاد رکھیں	138
20	حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ حسنہ	139
21	دیگر مذاہب پر ایک نظر اور اسلام کی حقانیت	141
	عیسائیت	141
	عیسائیت کا بنیادی عقیدہ	142
	ہندومت	143
	شنٹو	144

	تاوازم	144
	کنفیوشن ازم	144
	سکھ مت	145
	آتش پرستی	145
	بدھ مت	145
	اسلام	146
	مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ	148
	خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب حفظہ اللہ	149
22	انسان کی عمر بہت تھوڑی اور رکاوٹیں زیادہ	150
	فدائے ملت کا نماز سے عشق	151
	مقصد حیاتِ انسانی	152
	انسان اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا	152
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابلیس کی دشمنی اور اللہ تعالیٰ کی مدد	153
	سائل کو جھڑکنے سے ممانعت	153
	اللہ تعالیٰ کے احسانات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر	154
	تین نعمتیں اور تین احکام	154
	قناعت پسندی کے پیکر	155
23	آؤ کچھ پل کے لئے ایمان کو تازہ کریں!	156
	حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شاعری	158
	دربارِ رسالت میں قبولیت	158

24	اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تواضع کی تعلیم دی	161
25	خانقاہی نظام کو مسالک کے اثرات سے الگ رکھا جائے	163
	طعام گاہ	166
	قیام گاہ	167
	کلام گاہ	167
26	بھائی کی طرف سے بھائی کو تحفہ	169
	ہم مسلمانوں کے لئے عبرت کا سامان	169
	متحدہ طور پر اسلام کو مٹانے کی کوشش	170
	مسلمان آرام طلبی کے لئے نہیں	171
27	انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں	174
	ولایت نبوت کا عکس	176
	صدقہ بلا کو رد کرتا ہے اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہے	178
	فقر کا مقام	179
28	مشائخ کی دعاؤں کے انداز	180
29	میاں جی نور محمد علوی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ	183
	عمامۂ امامت اور خرقۂ خلافت عطا ہوا	184
	دل کا دھونے والا دھوبی	185
	ہم اپنے باؤلے کو خود سمجھا لیں گے	186
	تصورِ شیخ یا غلبۂ محبت	188
	رونا مطلوب ہے، محمود نہیں	191

30	حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری	192
	شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی آہ وزاری	193
31	کھانے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنے والے پر عذابِ الٰہی	194
	آج کے دور میں ملاوٹ	195
32	ایک پرندہ حضور ﷺ کا خف لے کر اُڑ گیا	196
	سونے سے پہلے بستر جھاڑنا	197
33	بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	198
34	مرشد کی تلاش	200
	زندگی صحیح گذارنے کا عہد	201
	اعتراف گناہ اللہ کو بہت پسند ہے	203
	جذبہ خیر خواہی سے سرشار	204
35	اگر دنیا امن کی طالب ہے؟	205
	تمام تعلیمات کا ہدف معرفتِ الٰہی	206
	دنیا خیر وشر کی آماجگاہ	207
	شیطان کو خیر کا پہلو پسند نہیں	208
	درخت اچھا تو پھل بھی اچھے	209
36	دعوت کی دو قسمیں	211
37	حضورِ اکرم ﷺ سے محبت تکمیلِ ایمان کے لئے لازمی	213
	آپ ﷺ کو اپنی امت کی فکر تھی	214
	حضور ﷺ کی دردمندی	215

	خوشی اور مسرت کے وقت توازن	216
	آپ ﷺ کی دریا دلی اور سخاوت	218
	مولانا بنگالی شمع کے مانند تھے	218
38	شمع نبوت کے پروانوں کا اندازِ محبت	220
39	قرآنِ مجید میں کچھ خاص شخصیات کا ذکر	223
40	اکابر اور اہل اللہ کی عبادات	225
41	قرآنِ پاک میں انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر	227
42	مجاہد اعظم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں	228
	خطرناک مگر مبارک مشن	228
	رہ گئی رسمِ اذاں	231
43	میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو!	233
	تبرّا باز خنزیر بنا دیا گیا	234
	شیخین رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے والا بندر ہو گیا	234
	ایک عبرت انگیز واقعہ	235
44	حجر اسود اور اس کا بوسہ	237
	وہ ایک پتھر ہے	237
	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ	238
45	ابوبکر بن عیاش — نے اٹھارہ ہزار قرآنِ پاک ختم کئے	240
	وقت کی قدر اور اسلاف کا طرزِ عمل	240
	حافظ خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ	242

46	اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چھ چیزیں	243
	عذابِ قبر سے حفاظت کی آٹھ باتیں، چار مثبت اور چار منفی	243
	اہلِ طریقت کے لئے انمول موتی	244
	چرتھاول میں ملّا جی عبدالوحید دودھ والے	245
	الحاج حکیم عطاء الرحمٰن صاحب مظفرگڑھ	246
47	حضورِ اکرم ﷺ کی مبارک نصیحتیں	248
	شہرت پسندی کا نقصان	248
	اعمال کی جان	248
	زہد کی حقیقت	248
	رضا کی حقیقت	248
	خلق عظیم کی علامت	249
	دو بہت بری اور دو بہت اچھی عادتیں	249
	صحبتِ علماء کے فوائد	249
	صغیرہ اور کبیرہ	249
	تمام فسادات کی جڑ	250
	دو عمل ایک جیسے	250
	دو اعضاء کی خرابی کا اثر	250
	دو عزتیں دو چیزوں میں	250
	دو فکریں اور ان کا ثمر	251
	دو چیزوں کے طالب دو چیزوں کے مطلوب ہیں	251

48	جسم اور روح کی مثال	252
49	ایک بادشاہ اور اس کی توبہ	253
50	آخرت کی تباہی کا خطرہ	255
	میڈیکل ایجوکیشن بھی ضروری	256
	تمام اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں	258
	نماز میں امامِ حرم کی آہ وزاری	260
51	اسلام ملک و مال سے نہیں قربانیوں سے چمکتا ہے	261
	جناب مولانا عارف صدیقی دیوبندی	262
52	متعہ حرام ہے	263
	متعہ کے متعلق ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ	263
53	محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ	265
	قیامت کے دن باز پرس کا احساس	266
54	بنی اسرائیل کے تین قاضی	268
	آج حق بات کہنے کی جرأت نہیں	269
55	خلیفہ منصور کا دلچسپ واقعہ	271
	کمینہ کون ہے	271
56	ایک ایسے صحابی رضی اللہ عنہ جو نماز پڑھے بغیر جنت میں چلے گئے	273
	متواضع اور مہمان نوازی کے پیکر	274
57	ہر شخص سے ہدیہ قبول نہ کیا جائے یہ خلافِ سنت ہے	275
	ہدیہ کے متعلق حضور ﷺ کا واقعہ	275

	اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں	277
58	سلیمان بن عبدالملک نیک خواور خداترس خلیفہ تھا	279
	موت کی پیش گوئی	279
	سلیمان کے کارنامے	279
59	عالم برزخ کے متعلق ایک عبرت آمیز واقعہ	281
	کون جانے کونسان عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے	282
	برزخ کی ایک گھڑی ایک صدی کے برابر	282
	چاند پر دو ہفتے کا دن اور دو ہفتے کی رات ہے	283
60	ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والوں پر انعام	284
	صوفی عاشق الٰہی چرتھاولی رحمۃ اللہ علیہ	285
61	ذکرِ خفی کی فضیلت	287
	لفظ سراور اخفی کی تحقیق	287
	اہلِ تصوف کے نزدیک	288
62	بعض نوجوان فرشتوں کی طرح ہیں	290
	فائدہ	290
	وقت کی قدردانی کا ایک عجیب قصہ	291
	لوگوں کی تین اقسام ہیں	292
63	امام الحرمین کی نظر میں عزت اور قدر	293
64	دعا عبادت کی روح اور بندگی کا مظہر	294
	دعا کے ساتھ نیک عمل اور صبر واستقامت ضروری	295

	اللہ تعالیٰ ہر وقت فریاد سنتے ہیں	295
	ڈاکٹر صغیر احمد صاحب کی رقیق القلبی	297
65	دل کی حقیقت	299
	الحاج سید افضل پاشاہ صاحب	302
66	انسانیت کا احترام تصوف کا دوسرا نام	304
	خوش اخلاقی اور صداقت ہی تصوف ہے	305
	انکساری اور سادگی ہی انسانیت ہے	306
67	اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ جملے	309
	حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	310
68	ہم اپنے خالق کی سچی مدح خوانی کیسے کر سکتے ہیں	311
	قرآنِ مجید کی تلاوت	314
	کلامِ الٰہی کی فضیلت	314
	قرآن کی ایک آیت	315
	ثواب میں تمام سورتوں سے بڑی	315
69	احسان جتا کر اپنی نیکیاں برباد مت کرو	316
70	ایمان والوں کے علاوہ سب خسارے میں ہیں	319
	الحاج محمد مبین انصاری صاحب	320
71	شرک ناقابلِ معافی گناہ اور بدترین عذاب کا سبب	321
	مشرکین کی حالتِ زار کا نقشہ	322
	شرک بڑا ظلم ہے	324

	وضاحت	325
72	قیامت کی قسمیں	326
	ہر بڑی عمر والا دیکھے گا	326
	صرف یاد ہی باقی رہ گئی	327
	الحاج شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	329
73	توکل اور استغنا کے پیکر	330
	حضرت کی کرامت	332
	توکل اور استغنا	332
	حالتِ بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت	333
	مجھے شکایت ہے	334
74	حضرت عمر بن عبد العزیز —کو دنیا اپنی طرف راغب نہ کرسکی	335
	خلافت کی سواریاں	335
	جاؤ تم سب آزاد ہو	336
	موت کے لئے ہر وقت تیار رہو	337
	ظلم کے خلاف اعلانِ عام	338
	ہوشربا گرانی کا واقعہ	339
	آپ کے اخلاق و کردار	340
	زہر دینے والے کے ساتھ مہربانی	341
75	عدل، احسان اور صلہ رحمی اسلامی معاشرے کی اہم بنیادیں	343
	حسنِ اخلاق کے پیکر حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب قاسمی	347

	پیکرِ اخلاق قاری خلیق اللہ صدیقی مکی حفظہ اللہ	348
76	زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں اہل اللہ کی شان	350
	دل میں علم کی حرص	350
	کثیر کتابوں کے مصنف	351
77	حضورِ اکرم ﷺ کے جسد مبارک نکالنے والی جماعت کو زمین کھا گئی	353
	حضرت مولانا عبد الرحمٰن قاسمی مدنی حفظہ اللہ	355
78	قرآن میں محبوبوں کا ذکر	357
79	شوہر کی نافرمانی بیوی کرے اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں	359
	نانی اماں کی خدمت گزاری	361
80	۱۵۰ مسجدوں کی تعمیر اور ۵۵ ہزار مسلم بچوں کی تعلیم	363
	افریقہ میں مسلم نوجوانوں کی خدمات	363
81	دنیا دار العمل ہے	366
	دنیا دار العمل ہے دار المکافات نہیں	367
82	حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام	368
83	اخلاص ایک مشک ہے	373
84	کمزور اور حقیر مخلوق کے ساتھ حسن سلوک پر انعام	375
	اچھے باپ کے اچھے بیٹے	376
85	حضرت ابرہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت	378
86	سات کا عدد مختلف نصیحتیں اور افضل اعمال	381

	ساتخوش نصیب افراد	381
	جمعہ کے دن سات افضل اعمال	382
	ایک موقع پر سات نصیحتیں	383
	سات عظیم نیکیاں	383
87	قیامت بڑی خوفناک اور کڑوی چیز ہے	384
	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک اہم وصیت	384
88	حضور ﷺ کے حکم سے عرب کے آخری بتکدوں کی تباہی	386
89	کٹے ہوئے سر کا تلاوت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اعانت کا معاملہ	388
	یہ خطاب سکرات میں ہوگا یا قیامت میں	388
90	قرآن میں انسان کی دو بڑی صفات کا ذکر	390
	میرے برادرانِ عزیز	391
91	حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فضائل اور اخلاقِ کاملہ	393
	علی بن حسین رضی اللہ عنہ کون تھے	393
92	مرحوم والدین پر احسان کرنے کے چار طریقے	396
93	ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کی قدر کرنا اور آپ کے کارنامے	398
	آپؒ کی تالیفات کی کثرت وقت کی قدردانی کی آئینہ دار	399
94	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گناہ گار مایوس نہ ہوں	401
95	کلمۂ شہادت ۹۹ گناہوں کے دفاتر پر بھاری ہے	403
	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود گناہوں کی معافی کا سبب	403
96	تین اہم دعائیں	405

	جن کے چہرہ پر صلح کا نور دمکتا ہے	406
97	باقیات الصالحات سات ہیں	407
	چار منتخب احادیث کے ترجمے	407
	فخرِ ملت الحاج ریاض احمد صاحب کورمنگلا	408
98	اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم ﷺ پر بے مثال فضلِ عظیم	409
	انبیاء اور تکریم خداوندی	409
	عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ	410
99	حضورِ اکرم ﷺ کا سینۂ مبارک کیسے صاف کیا گیا	411
	اہلِ طریقت کے لئے سبق	411
	سینہ رازوں کا گنجینہ ہے	412
100	فرزدق اور اس کا مشہور قصیدہ	413
101	حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ جان کنی کے وقت بھی عبادت میں مشغول تھے	419
	احمد بن محمد بن زیادۃ رحمۃ اللہ علیہ	419
	حضرت داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ	420
	حضرت عاصم بن علی رحمۃ اللہ علیہ	420
	حضرت ابواسحاق بن ثروان رحمۃ اللہ علیہ	420
	حضرت عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ	420
	حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	421
	حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمۃ اللہ علیہ	421

	حضرت سعید بن میمون رحمۃ اللہ علیہ	421
	حضرت یوسف بن عمر القواس رحمۃ اللہ علیہ	421
102	ابوطالب بن عبدالمطلب	423
	اذان میں سحر	424
103	وقت ضائع ہونے کے اسباب	425
	راحت پسندی اور تن آسانی	426
	حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ کا گریہ	427
104	اسلام میں پڑوسی کا حق اور اس کی ضرورت ولحاظ	428
	جنت کا ایک درخت دنیا کے چالیس ہزار درختوں سے بہتر	428
	الحاج سید محمد حسن صاحب گنگوہی	429
105	اے نوجوان! اپنی زندگی کو قیمتی بنالے	431
	ایک لمحہ کی غفلت کا کتنا بڑا نقصان	431
	صالح نوجوان عالمِ دین	432
106	وہ مے جس سے کھلتا ہے اہل اللہ کا رازِ ازل	433
107	اہل اللہ کا ایثار	440
	دلیل نبوت	441
	پیالہ سے تین سو آدمیوں نے کھانا کھایا	441
	فرضیت روزہ کا سبب	443
108	نگاہیں نیچی رکھنے کی خیر و برکات	445
	قلعے کا محاصرہ کرنا	445

	مؤمن کی فراست سے بچو	446
	پورا لشکر بازار سے گزر گیا	447
	یہ منظر دیکھ کر اسلام لائے	448
	کیا اسلام تلوار سے پھیلا ہے؟	448
109	والدین کو بڑھاپے میں نظرانداز کرنے والے بدبخت ہیں	449
110	شیطان کا حملہ چار اطراف سے	454
	مسلمانوں کے عیوب بیان کرنا غیبت ہے	455
111	اپنے ہاتھ میں کسی نفع ونقصان کو نہ سمجھے	458
	خوفِ خدا سے لبریز دل	459
112	صبر کا تعلق مسلمانوں کے اجتماعی وقومی مسائل سے ہے	461
	نماز فجر کا اہتمام	462
	صبر کا تعلق	463
	بعض مشائخ صفتِ تعظیم میں خدا کا شریک بننا چاہتے ہیں	465
113	والدین کی نافرمانی جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب	467
114	مغفرت تو ہوگئی، رزقِ کریم کا انتظار ہے	471
	کیسی شانِ بندگی ہے	742
115	مرید کون ہے اور مراد کس کو کہتے ہیں؟	473
116	شکر نفسِ انسانی کے درجۂ کمال کی نشانی	476

☆☆☆

انتساب اور ثواب

انوارِ طریقت کا انتساب اور ثواب

○عارف باللہ حکیم زماں حاذق الامت حضرت مولانا شاہ حکیم زکی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ پرنامبٹی (خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلال آبادی)

○بحرالعلوم طبیب حاذق حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم ننّو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی (نبیرۂ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

○قلندرِ زماں شیخ کامل حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (نبیرۂ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

○فدائے ملت جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ امیر الہند وصدر جمعیۃ علماء ہند، دہلی۔

○حاملِ اسرارِ طریقت حضرت مولانا الحاج اسرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڈھی

کے نام معنون کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان اکابر کے درجات بلند فرمائے، آمین!

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

اظہارِ فاروقی

مولانا ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی زید قدرہ

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ، ورحیمی شفاخانہ بنگلور

الحمد للّٰہ علی شکرہ واحسانہ

تمام تعریفیں واحد وصمد کیلئے ہیں جس نے بنی نوع انسانی کو اشرفیت بخشی اور مخلوقات کے مقابلہ میں امتیاز عطا فرمایا۔ ایمان کے نور سے منور فرما کر اپنی بارگاہ میں حاضری کے قابل بنایا، اور محسنِ انسانیت امام الانبیاء سرورِ کونین حضور ﷺ کو رہبر کامل بنا کر مبعوث فرمایا۔ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ظلمات سے نکال کر ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ انسان کی جملہ حرکات وسکنات، اعمال افعال اور زندگی کے جملہ لوازمات محض اسی ذاتِ قدس کے حکم سے قائم ہیں، ورنہ انسان تو ایک ضعیف مخلوق اور نازک وجود ہے ایک حبہ یا تنکا اٹھا کر رکھنے کی سکت نہیں رکھتا جب تک کہ فضلِ خداوندی نہ ہو، قبلہ والد بزرگوار حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ خلیفہ ومجاز عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم شاہ زکی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''انوار طریقت'' شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حضرت والا نے کچھ مضامین زبانی طور پر ارشاد فرمائے اور کچھ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے۔ ان سب کو یکجا کیا گیا ہے، جس میں محبت بھی ہے الفت بھی، خوف وخشیت بھی ہے اور

رحمت کی امید بھی...... حضرت والا کے اپنے بزرگوں، دوستوں، اساتذہ کرام اور امت کے درمند اور مفید ترین حضرات کی زندگیوں کی جھلک بھی کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ جو خوبی آپ کو نظر آئی اسکو ضرور بیان فرمایا ہے تاکہ وہ خوبیاں دوسرے بھی اپنائیں۔ یوں تو اس سے قبل خوابوں کی تعبیر دو جلدوں میں، خطباتِ رحیمی دس جلدں میں، خطبات حبان برائے دخترانِ اسلام دس جلدوں میں، انوار السالکین، مفتاح الصلوٰۃ، سفر نامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ، طالبات تقریر کیسے کریں، تصوف کی حقیقت، سوانح حضرت حاذق الامتؒ، انجمن صدیق دیندار مسلمان نہیں'' مقبولیت حاصل کرچکی ہیں جن کے کئی کئی ایڈیشنس شائع ہوچکے ہیں، اوراب انوار طریقت منظر عام پر آئی ہے۔ زندگی کو انمول اور قیمتی بنانے کیلئے نہایت آسان اور گرانقدر واقعات نصائح بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خواص وعوام کے لئے مقبول بنائے۔ حضرت والا اوران کے اہل وعیال کیلئے توشہ آخرت بنائے آمین۔

عزیزم مولوی محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی سلمہ نے جو مضامین ترتیب دیئے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، مزید حوصلہ اور صلاحیت عطا فرمائے، آمین! قارئین کرام سے بھی دعاؤں کی گزارش ہے۔

والسلام

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ، بنگلور

مقدمہ

اُسوۂ رسولِ اکرمؐ کو آئیڈیئل بنانا ہی طریقت ہے

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الكريم . اما بعد

صناعِ عالم خالق مطلع اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے صفاتِ کمالیہ اور چھپے خزانوں کو ظاہر کرنا چاہا تو کائنات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا، رب العالمین کی صمدیت اور بے نیازی کے پیش نظر تخلیق کی تکمیل کے لئے صرف حکم ''کن'' کافی ہوگیا اور اٹھارہ ہزار ''عوالم'' کن فیکون کے مصداق وجود میں آگئے۔ یہ سب کے سب اللہ واحد لاشریک لہٗ کے اسمائے مبارک اور صفاتِ پروردگار کے جلوہ گاہِ ناز بنے کائنات کا ذرہ ذرہ حیی قیوم کا ہی نیاز مند ہے۔

اس جلو خانہ کے رنگارنگ مظاہر فطرت اور انگنت مخلوقات ہی انسان ایک عجوبۂ روزگار شاہ کار تخلیق ہے۔ جس کو قرآن مجید نے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** کے ذریعہ واضح کردیا ہے، اپنے خالق کی صورت پر پیدا ہونے والا، اپنے پروردگار کی روح سے جان پانے والا، ''**ان الله على كل شئ قدير**'' کا مظہر اتم ہے۔ روایات کے مطابق رب ذوالجلال نے کائنات کی تمام مخلوقات کو ایک ہاتھ سے تخلیق فرمایا لیکن حضرتِ انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا یعنی پوری توجہ سے انسان کی تخلیق فرمائی، اسی فرق ناز کے باعث اس کے سر پر خلافت الٰہیہ کا تاج جگمگا

رہا ہے اور اسی امتیازی صلاحیت اور اشرفیت کی بدولت تسخیر کائنات اس کا مقدر ہے۔ اسی کو محبوب رب العالمین نے ارشاد فرمایا "وَمَا بِكُمْ من نعمه فَمِنَ الله" یعنی جو بھی نعمت تم کو حاصل ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔

اللہ رب العزت کے فرماں بردار بندے

ایسے کریم رب العزت کا انسان کو کتنا ممنون ہونا چاہئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، پاک اور سلیم ارواح یقیناً اپنے خالق و مالک کی طرف جھکیں گی اور سرکشی کرنے والے فطرت سے بغاوت کر کے خداوند کریم کے احسانات عظیم اور نعمتہائے بے کراں کی ناقدری کریں گے، یعنی سلیم الفطرت "رب السمٰوات والارض وما بینھما" کے مقرب کہلائیں گے اور بغاوت اور ناقدری کرنے والے گنہگار اور عذاب کے مستحق ہوں گے، سلیم الفطرت قوانین خداوندی اور احکاماتِ الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے والے ہیں، جن کو صدیقین، شہداء، صالحین، عابدین، ذاکرین، متقین کے القاب عطا کئے گئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی نصیحت

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول ﷺ نے حسب ذیل ہدایت کی "اے معاذ! ان باتوں کی ہدایت میں تمہیں کرتا ہوں۔

تقویٰ، صدق مقال، وفائے عہد، ادائے امانت، ترکِ خیانت، یتیم پر مہربانی، پڑوسیوں کی نگرانی، غصے کو دبانا، شفقت کا برتاؤ، لوگوں کو سلام کرنا، نرم کلامی، ایمان کی پابندی، قرآن میں تفکر، آخرت کی محبت، روزِ حساب کا خوف، امید کو مختصر رکھنا، امید کو درست رکھنا، عیادت مریض،

بیواؤں اور ضعیفوں کی ضرورت کو پورا کرنا، راست گوئی اختیار کرنا۔ کسی مسلمان کو گالی دینے، کسی سچے آدمی کو جھٹلانے، کسی جھوٹے شخص کی تصدیق کرنے اور امامِ عادل کی نافرمانی کرنے سے منع کرتا ہوں۔

ایک چور کو مقام احسان حاصل ہوا

ایک شخص حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں چند برے کاموں میں مبتلا رہتا ہوں، چوری کرتا ہوں، شراب پیتا ہوں، زنا کا مرتکب ہوتا ہوں وغیرہ، ان سب برائیوں کو ترک کرنا میرے لئے مشکل ہے، کیوں کہ مجھے ان سب کی لت پڑ گئی ہے۔ مجھے صرف ایک چیز بتائے جس پر میں آسانی سے عمل کرسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم جھوٹ نہ بولنے کا عہد مجھ سے کر سکتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو بہت آسان ہے، میں آپ سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد کرتا ہوں، وہ بہت خوش ہو کر چلا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کسی برائی سے نہیں روکا، سوائے جھوٹ کے جس کو میں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں۔

جب رات آئی وہ حسبِ عادت چوری کے لئے گھر سے نکلا، فوراً اس کے دل میں خیال آیا کہ کل پھر مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دینی ہے اگر اقرار کرلوں تو چوری کی سزا میں میرا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر اقرار نہ کروں تو جھوٹ بولنا پڑے گا اور یہ معاہدہ شکنی ہوگی۔ اس طرح وہ چوری کرنے سے باز آ گیا، اسے پھر شراب نوشی کا خیال آیا، لیکن دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری اور صدق بیانی کے خوف سے اس کی طرف مائل نہ ہوسکا، اس نے کچھ دیر بعد زنا کاری کا ارادہ کیا۔ مگر پھر یہی مشکل پیش آئی، اس نے سوچا کہ اگر میں نے سچ کہہ دیا اور سچ کہنا

مجھے ضروری ہے تو شراب نوشی کے جرم میں اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور زنا کاری کے جرم میں سنگسار کر دیا جاؤں گا۔اس طرح وہ تمام گناہوں سے باز رہا، بعد میں تائب ہو کر سچا مسلمان بن گیا۔ یہ ہے اصلاح کا سہل نسخہ اور بے ضرر طریقہ، جس کو انسان کی فطرت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا، دنیا کے بڑے بڑے مصلح اور بڑی بڑی انقلابی شخصیات ایسے جامع اور کیمیا سے زیادہ گراں قدر فارمولے پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اسی نسخۂ کیمیا کو حاصل کرنے والے عرب کے بدو مسلمان، صحابہ رضی اللہ عنہم بن گئے، تابعین تبع تابعین بن گئے، ائمہ، محدثین اور صالحین بن گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

درویشِ عالم ﷺ

الفقر فخری (فقر میرے لئے فخر ہے) کہنے والا اور پھر تا حیات کر کے دکھانے والا چہار دانگ عالم میں ایک ہی شخص ظاہر ہوا۔ (ﷺ)

یہ فقر تباہی و بربادی، ناکارگی اور ناکامی، مجبوری اور محتاجی کا فقر نہیں ہے، بلکہ یہ بادشاہی میں درویشی کرنا ہے، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے جائز حصہ سے کم اور بہت کم لینا ہے، یہ فقر شکست خوردگی، پست ہمتی، شکوۂ تقدیر، ترکِ دنیا، ترکِ تلاشِ رزق نہیں ہے، یہ عقل، علم، عمل، صبر، جفاکشی اور اعتماد علی اللہ سے منہ موڑنا نہیں ہے، یہ جہادِ زندگانی سے فرار نہیں ہے، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ کم سے کم سامانِ دنیا سے زیادہ سے زیادہ نتیجہ کیسے برآمد کیا جا سکتا ہے، یہ بلا عشرت جینے کی عشرت ہے۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ کے گھر کی کل کائنات

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اسے شاہِ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے، عین اس وقت جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس کے صحنِ مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے، اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے، عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہیں۔

فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینے کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے، عین اس وقت جب آدھا عرب اس کے زیرِ نگیں ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرِ دربار ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں، آپ ﷺ ایک کھردری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرورِ کائنات کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمر ﷺ رُو پڑتے ہیں، سبب دریافت ہوتا ہے، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! اس سے بڑھ کر رُونے کا اور موقع کیا ہوگا کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ

رہے ہیں اور آپ پیغمبر ﷺ ہو کر اس حالت میں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:
عمر! ''کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت''۔ (خطباتِ مدراس، سیرتِ محمدی کی جامعیت)

اہل بیت کا فقر

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو خاندانِ نبوت میں سے تھے کہ رسول اللہ ﷺ متواتر کئی کئی راتیں بھوکے سو رہتے، ان کے گھر والوں کو رات کا کھانا نصیب نہ ہوتا، رسول اللہ ﷺ اور ان کے گھر والوں کی عام خوراک جو کی روٹی تھی۔ (ابن سعد، جز اول)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ (ابن سعد جز اول)

مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن ان سے بات کرتے کرتے رُو پڑیں، مسروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں رُو رہی ہیں؟ فرمایا ''میرا پیٹ نہیں بھرا، میں نے چاہا کہ رُوؤں'' یہی مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چار مہینے عائشہ رضی اللہ عنہا پر (جو حضور ﷺ کی سب سے کم عمر اور بہت پیاری بیوی تھیں) ایسے گذر گئے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں (پیٹ بھر کر) روٹی نہیں ملی تھی۔

خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے افراد کو تین تین دن متواتر جو کی روٹی بھی نصیب نہ ہوتی تھی، یہ صورتحال حضور ﷺ کی وفات تک قائم رہی۔ (ابن سعد، جز اول)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ آلِ محمد ﷺ پر مہینہ مہینہ گذر جاتا کہ ان کے گھروں میں نہ روٹی پکانے، نہ کھانے یا کسی اور چیز کے لئے چولہا جلا ہو، لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ پھر آلِ محمد ﷺ کی گذر کیسے ہوتی تھی؟ کہا کھجور اور پانی پر۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں قسم کھا کر کہا کہ آلِ محمد ﷺ کے پاس ایک صاع (تقریباً تین سیر) غلہ بھی نہیں ہے اور اس پر نو راتیں ایسی گذر چکی ہیں۔ (ابن سعد، جز اول)

ایک بار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رُو کر کہا (جب کہ دسترخوان ان کے سامنے بچھا ہوا تھا) ''رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ انہوں نے اور ان کے گھر والوں نے کبھی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی''۔ (ابن سعد)

یہی بات انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی کہی جبکہ دسترخوان ان کے سامنے بچھا ہوا تھا۔ (ابن سعد)

سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن کے اندر کبھی دو بار پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ (ابنِ سعد)

رحلت کی رات حضور ﷺ کے چراغ میں تیل نہ تھا

اسماء بن یزید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال جس دن ہوا، ان کی زرہ ایک یہودی کے پاس ایک وسق (تقریباً چار من) جو کے عوض میں رہن تھی۔ (ابن سعد، جز اول)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر بھوکے رہتے کیوں کہ ان کے لواحقین اور مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی، اور وہ کبھی اکیلے کھانا نہ کھاتے، جب دسترخوان پر آتے تو ان کے ساتھی اور اہلِ حاجت ہوتے۔ (ابو عبیدہ، کتاب الاموال)

یہ اس وقت تھا جب تبوک پہنچ کر آپ ﷺ رومی شہنشاہ کی طاقت کو للکار چکے تھے، اور تو اور آپ ﷺ نے کچھ جمع کیا نہ ترکہ میں کچھ چھوڑا، جو دو چار تبرکات باقی رہ

گئے تھے انہیں بھی قوم پر وقف کر دیا، نہ اپنی اولاد کے لئے کچھ حقوق قائم کئے نہ اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے اور تمام اہل وعیال کو زکوٰۃ وصدقہ لینے کے حق سے محروم کر دیا۔

درویشی رہبانیت نہیں

لیکن بایں ہمہ آپ ﷺ کی درویشی رہبانیت نہیں تھی، آپ ﷺ کے اوپر جسم وصحت کا بھی حق تھا، نفس کا بھی حق تھا، اور اہل وعیال کا بھی حق تھا، مگر جو کچھ تھا وہ عشق دنیا کے رنگ میں نہ تھا، بلکہ عشقِ الٰہی کے رنگ میں آپ ﷺ کی فقیری جسم کی غلامی نہ تھی بلکہ آقائی تھی، آپ ﷺ نے دکھا دیا کہ فقر وفاقہ اس وقت بھی آپ کا سرمایۂ ناز تھا جبکہ فتوحات کی کثرت آپ ﷺ کے قدموں پر زر وجواہر لٹا رہی تھی۔

خواہ فتوحات جنگی ہوں، خواہ انتظامات ملکی ہوں، خواہ عبادات روحانی ہوں، خواہ اہل وعیال کے درمیان قناعت وتوکل کا مجاہدہ ہو آپ ﷺ ہر جگہ ممتاز تھے۔ جہاں آپ ؐ ہوتے کرسی صدارت وہاں پہنچ جاتی تھی، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کی صحبت کا فیض اٹھایا، آپ ﷺ کے ساتھ دس منٹ دس سال کے برابر ہیں، اور آپ ﷺ کے بغیر دس سال دس منٹ کے برابر۔

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

محبت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے

آپ ﷺ کے عمل نے اور آپ ﷺ کے کردار وکیریکٹر نے دنیائے انسانیت کو نمونۂ عمل بن کر دکھلایا کہ دنیا کا مال ومنال اور فنائے ونا اصل نہیں ہے، انسان اس کے بغیر زندگی گذار سکتا ہے، نعمتوں کے انبار اور سونے چاندی، ہیرے جواہرات کے ڈھیر محسنِ کائنات پر اثر انداز نہ ہو سکے، کیوں کہ محبوب رب العالمین کو اس کی حقیقت کا

علم اور ادراک تھا، آپ ﷺ کی فطری چیزیں ضرورت کے درجہ تھیں، لیکن محبت کے درجہ میں نہیں تھیں، دنیا کے ساز وسامان ضرورت کے لئے تھے، محبت کے لئے نہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، محبت کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنی نعمتیں تمام کر دی ہیں۔

انسان کا حقیقی کردار "اطیعوا اللّٰہ واطیعو الرسول" میں ہے۔ جب اطاعتِ حق اور اتباعِ رسول ﷺ سے انسان ہٹ جاتا ہے تو نفس وشیطان اس پر غالب ہو جاتے ہیں اور اس کو مقصدِ اصلی سے روگرداں کر دیتے ہیں، خودغرض اور طمع اس کے دل میں گھر بنا لیتے ہیں، انسانیت کے مدارج انحطاط کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں، اور یہی وہ راہ ہے جس سے دنیا میں سرکشی، قتل وغارت گری، خودغرضی، مکر وفریب، لوٹ کھسوٹ، شیطانی تدابیر اور ہمہ قسم کے رذائل اخلاق معاشرہ کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں اور خداترسی اور ایثار وقربانی کا جذبہ سرد ہو جاتا ہے۔

ماضی کی مقدس روایات ختم ہو چکی ہیں

مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مقالے میں تحریر فرماتے ہیں! یہی نفوس جن کی طمانیت کی خاطر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے، امن وسکون سے کوسوں دور ہوتے جا رہے ہیں، اس کی وجہ فقدان اسباب نہیں کہ وہ تو سب مہیا ہیں بلکہ "مسبب الاسباب" سے ربط کا فقدان ہے، خدا پرستی، خوفِ آخرت اور مالک الملک کے سامنے جوابدہی کی فکر معدوم ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا ان کے تمدنی وسائل اور ایجادات سے فائدہ اٹھا رہی ہے، لیکن دلوں میں ان سے نفرت کے جذبات لئے ہوئے ہے اور ان کی جبری قیادت کا جوا اپنے سروں سے اتار پھینکنا چاہتی ہے۔

یہ بیسویں صدی جو انسان کی علمی فتوحات کی عظیم الشان صدی ہے، نسلِ انسانی کو ہمیشہ یاد رہے گی، کیوں کہ اس عہد میں انسان نے قوائے فطرت کو تسخیر کر کے عالمِ بالا کی پر اسرار وادیوں میں قدم رکھا اور یہی وہ صدی ہے جس میں انسانیت کو ایک واضح نظریۂ حیات اور دولت یقین واعتماد سے محروم ہوکر اخلاقی زوال اور معاشرتی انحطاط میں مبتلا ہونا پڑا۔

آج ماضی کی مقدس روایات ختم ہوچکی ہیں، قدیم معاشرتی اقدار اور اخلاقی نظریات کی بنیادیں متزلزل ہوچکی ہیں، انسانی روح بے یقینی اور بے اعتمادی کے تاریک ویرانوں میں بھٹک رہی ہے، یہ اتنا بڑا ذہنی عذاب ہے کہ معاشی آسودگی اور سائنسی فتوحات اس کی تلافی نہیں کرسکتیں۔

آج کل تو حالت یہ ہوگئی ہے کہ جس کو جتنا اقتدار ملتا ہے اتنا ہی وہ آرام طلبی کا شکار ہونے لگتا ہے، اس کی بڑی سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ طاقتور اور پوزیشن تو اس کے ہاتھ میں رہے اور کام دوسرے لوگ کریں، فرض کو فرض کم سمجھا جاتا ہے، عہدہ کو ذاتی آرام اور فائدہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

پس اس جامع سیرت میں جہاں گلیم بولتی ہے وہاں عالمی حکمرانی بھی، جہاں شاہی ہے وہاں دُرویشی بھی، جہاں ایک ہاتھ میں اللہ کی روشن کتاب ہے وہاں دوسرے ہاتھ میں اعلائے کلمۃ اللہ کی چمکتی ہوئی تلوار بھی ہے۔ (مقالہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس)

انحطاط اور پستی سے نکلنے کا راستہ

اس انحطاط اور پستی سے باہر آنے کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ مسلمان اپنے فرائض کو سمجھے اور ہر ممکن طور پر قرآن وسنت کو رہبر بنائے اور نفسانی خواہشات کی غلامی اختیار نہ کرے۔

کیا ایک مسلمان کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کو زندگی کا نصب العین بنائے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی جانثاری اور فدائیت پیدا کرے، اپنی جان، مال، عزت، آبرو، صلاحیت کو حق تعالیٰ کی امانت اور اس کی عطا تصور کرے۔ نیز فرائض، سنن وواجبات کا پابند رہے، راتوں کو جاگ کر خدا کے حضور سجدہ ریزی کرے اور قرنِ اول کی متاعِ گمشدہ کے لئے انفرادی اور اجتماعی جدوجہد کرے، سوفی صد اسلامی معاشرہ کے لئے مخلصانہ روش اختیار کرے، اپنی ذات سے لے کر گھر کے ہر فرد و بشر تک پاکیزہ اور صالح ماحول بنائے، جان ومال کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا ہمہ وقت جذبہ رہے، جہاد فی سبیل اللہ کی اور شہادت کی آرزو سے سرشار رہے، علم کے ساتھ عمل کی توفیق بارگاہِ ایزدی سے طلب کرتا رہے، تقویٰ، ورع پر قائم رہ کر مقامِ احسان حاصل کرنے کی فکر کرتا رہے، تونگری کو غنیمت جان کر رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور دوستوں اور حاجت مندوں کے حقوق ادا کرتا رہے، اور عسرت وتنگدستی پر صبر کرے اور تقدیر پر رضا بہ رضا رہے۔

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اولیائے عظام، سالکین اور محبوبانِ رب العالمین، علمائے کرام کے واقعات کو مشعلِ راہ بنائے اور ان کی زندگیوں سے اپنی زیست کو روشن کرے، مساجد، مدارس اور خانقاہی ماحول کو دل سے پسند کرے، خصوصاً علماء اور صالحین اور مشائخ کی صحبت کو اختیار کرے، غرض گھر سے بازار اور بازار سے گھر تک معاشرہ دینی، مذہبی ہوگا تو یہ انحطاط ضرور دور ہوگا اور عروجِ ماضی حاصل ہوگا اپنی اختیار کردہ راہِ عمل پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

نبی اکرم ﷺ بھی اگر محض کچھ اچھی بات سوچتے اور کہتے رہتے، کسی خلوت میں بیٹھے ذکر واذکار فرماتے رہتے بلکہ اچھے اچھے وعظ بھی فرماتے رہتے اور مریدوں

کا ایک حلقہ یا اپنے متبعین کی ایک بے ضرر سی انجمن بھی بناڈالتے تو زمانہ یہ سب کچھ برداشت کر لیتا۔لیکن آپ ﷺ ساری زندگی کو بدلنے چلے تھے،آپ ﷺ تمدن کی ساری عمارت کی تعمیرِ نو چاہتے تھے، یہ اندازہ کیا جا سکے گا کہ آج جس نورِ حق سے ہمارے سینے روشن ہیں اس کو لانے والا کیسی کیسی آزمائشوں سے گذر کر کیسی کیسی مخالفتوں کا مقابلہ کر کے، کیسے کیسے رہزنوں کی زد میں آکر، خون اور آنسو کے کیسے کیسے سمندروں کو پار کر کے اسے ہم تک پہنچا سکا ہے، سچائی اور نیکی کے علم برداروں کی راہ پُر آشوب گھاٹیوں سے نکلی ہے، اس راہ کو محمد ﷺ جیسی مقبولِ بارگاہ اور ایکتائے روزگار ہستی کے لئے کانٹوں سے صاف کر کے پھولوں کے فرش سے آراستہ نہیں کیا گیا، تو اب اور کس کے لئے کوئی ایسا خفیہ شارٹکٹ نکال دیا جائے گا کہ آدمی اپنے گوشۂ عافیت سے اٹھے تو بغیر پاؤں پر گرد پڑے سیدھا جنت میں جا پہونچے۔

ہمیں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ سنگ میل کہیں دکھائی نہیں دیتے اور نشاناتِ راہ سامنے نہیں آتے، وہ موڑ اور نشیب و فراز پیش نہیں آتے، وہ کانٹے اور پتھر راستے میں نہیں پڑتے، وہ رہزن اور غولِ بیابانی حملہ آور نہیں ہوتے، وہ ٹھوکریں نہیں لگتیں، وہ چرکے نہیں آتے جن کے تذکرے سے قرآن کے صفحات اور سیرت کے ابواب بھرے پڑے ہیں، تو ہمیں اپنی سمتِ سفر پر، اپنی منزلِ مقصود پر، اپنی اختیار کردہ راہِ عمل پر نظرِ ثانی کرنی چاہئے۔ (محسن انسانیت ﷺ)

یہی تصوف کی روح ہے

''انوارِ طریقت'' میں یہی سعی کی ہے کہ ایسی آیاتِ قرآنی واحادیثِ رسولِ اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علمی و عملی واقعات اور علمائے کرام وصالحین کے

حالاتِ زندگی، اکابر کی تحریروں کے اقتباسات اور ہدایات، ملفوظاتِ روحانی، پندو نصائح جمع کئے گئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر ایمان میں تازگی، روح میں بالگی پیدا ہو، علم کے ساتھ عمل اور عمل کے نتیجہ میں تقویٰ اور آخرت کا استحضار پیدا ہو، اور دل معصیت کے اثرات سے پاک ہو کر نورانیت کی وادی میں آجائے اور اللہ رب العزت کے حاضر و ناظر ہونے کا ہمہ وقت احساس ہو جائے، درحقیقت اسی کا نام سلوک ہے اور یہی تصوف کی روح ہے۔

حضور ﷺ کو آئیڈیل بنانا ہی طریقت ہے

قرآنِ مجید اور اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ ایک شفاف آئینے کی طرح ہیں، اس میں دیکھنے والے کو اپنے عیوب و محاسن کا پتہ چلتا ہے، وہ عیوب کو گھٹانے اور محاسن کو بڑھانے کی جستجو میں لگ جاتا ہے اور جس قدر معاشی عیوب دور ہوتے جاتے ہیں اسی قدر اعمالِ صالحہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق ہوتی جاتی ہے، قلب و دماغ میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔ ارکانِ اسلام سے رغبت، معاصی سے نفرت اور سیرتِ رسول ﷺ سے محبت ہو جاتی ہے، تکبر کے بجائے تفاخر، تفاخر کے بجائے عجز وانکساری اور بندگی کا سلیقہ آجاتا ہے، اسی کو سادہ الفاظ میں معرفت کہتے ہیں کہ بندہ پہچان لے کہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ کی غلامی تیری اصلیت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک ہے، وہی تمام قسم کی تعریف کے لائق ہے، اور تمام خوبیاں، برائیاں اس کی محکوم ہیں، اور محسنِ کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو سالک اپنا آئیڈیل بنالے، اسی کو طریقت کہتے ہیں۔ راقم الحروم اپنے دوستوں سے یہی عرض کرتا ہے کہ شریعت پر عمل ہی طریقت کی راہ ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید اور احادیث سے ثابت ہے، ذیل میں آیاتِ مبارکہ کے تراجم اور احادیثِ رسول ﷺ کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

بہترین عبادت استغفار ہے

وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی سے بچتے ہیں مگر چھوٹے موٹے گناہ (ہو ہی جاتے ہیں) بے شک تیرے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو یعنی ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعتوں کے برابر ہے، وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے، اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا پائے گا۔

اور اللہ سے اپنے گناہ معاف کراتے رہو، بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔

پس تسبیح پڑھ اپنے رب کے حمد کی اور مغفرت مانگ، بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا۔ (۱۱۰/۳)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خدا کی قسم میں اپنے خدا سے یقیناً دن بھر میں ستّر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔ (بخاری)

روایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کردے گا اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کرے اور اللہ سے مغفرت چاہے، پھر اللہ ان کے گناہوں کو بخش دے۔ (مسلم)

روایت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے رات کو، تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا دن کا، اور پھیلاتا ہے ہاتھ دن کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا رات کا، جب تک کہ نکلے آفتاب مغرب کی جانب سے۔ (مسلم)

روایت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ: بہترین استغفار یہ ہے کہ تو ان الفاظ کو کہے ”اے اللہ! تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد پر ہوں اور تیرے وعدے پر ہوں، اپنی طاقت کے مطابق پناہ مانگتا ہوں تیرے ذریعہ اس چیز کی برائی سے جو میں نے کی ہے اور اقرار کرتا ہوں تیری نعمتوں کا جو تو نے عنایت فرمائی ہیں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، پس تو مجھ کو بخش دے، کیوں کہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا“۔

مزید فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص پڑھے ان کلمات کو دن میں اس کے مفہوم پر یقین رکھ کر اور وہ اسی دن مر جائے شام ہونے سے پہلے تو وہ جنتی ہے اور جو شخص پڑھے ان کلمات کو رات کے وقت اور ان کے معنی پر یقین رکھتا ہوا اور صبح ہونے سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہے۔ (بخاری)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ: جو شخص استغفار کرنا اپنے اُوپر لازم قرار دے لے تو اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اس کے لئے نکال دیتا ہے اور ہر غم ورنج سے اس کو نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (احمد ابوداؤد/ابن ماجہ)

بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں

روایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: بخش دیا گیا وہ شخص جس نے ہر گناہ پر استغفار کیا، اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا، یعنی ہمیشہ اسی گناہ کو نہیں کیا اگرچہ اس نے دن میں ستر بار اس گناہ کو کیا ہو۔ (ترمذی/ابوداؤد)

روایت انس رضی اللہ عنہ: ہر انسان خطا کار ہے، بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ (ترمذی/دارمی)

روایت ابوسعید رضی اللہ عنہ: شیطان نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔قسم ہے تیری عزت کی اے پروردگار میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔جت تک ان کی روحیں ان کے جسم میں ہیں۔ پروردگار بزرگ و برتر نے فرمایا: ''اور قسم ہے مجھ کو اپنی عزت وجلال کی جب تک میرے بندے مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔ میں ہمیشہ ان کو بخشتا رہوں گا۔(احمد)

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی

روایت ابوذر رضی اللہ عنہ: خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو، مگر وہ شخص جس کو میں نے ہدایت دی، پس مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا، تم سب کے سب فقیر ومحتاج ہو مگر وہ شخص جس کو مالدار کیا میں نے پس طلب کرو مجھ سے رزق، میں تم کو دوں گا، اے میرے بندو! تم سب کے سب گنہگار ہو مگر وہ شخص جس کو بچایا میں نے گناہ سے، پس جس نے تم سے یہ جان لیا کہ میں معاف کر دینے کی پوری قدرت رکھتا ہوں اور پھر مجھ سے معافی کا خواستگار ہو تو میں اس کو بخش دوں گا اور مجھ کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں، اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے زندہ اور تمہارے مردے، تمہارے تر اور تمہارے خشک یعنی ساری مخلوقات میرے ایک متقی بندہ کے مانند ہو جائیں تو اس سے میری ملکیت میں مچھر کے بازو برابر بھی بیشی نہیں ہوگی، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے زندے اور مردے اور تمہارے تر وخشک سب کے سب میرے ایک بدترین بندے کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں مچھر کے ایک بازو کے برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ اگر تمہارے اگلے پچھلے، تمہارے زندے مردے اور تمہارے تر وخشک

سب کے سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور تم میں سے ہر شخص مجھ سے (جو اس کا جی چاہے) مانگے پس میں ہر ایک مانگنے والے کو اس کی خواہش کے مطابق عطا کر دوں تو اس سے میری ملکیت میں اتنی کمی بھی نہ ہوگی جتنا سوئی کو دریا میں ڈبو کر اٹھا لینے سے پانی میں کمی ہوتی ہے۔

اللہ کی رحمت سے ہی بخشش ہوتی ہے

اس کا سبب یہ ہے کہ میں بہت سخی ہوں، بہت دینے والا ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا دینا صرف حکم کرنا ہے، میرا عذاب صرف حکم دینا ہے، اور جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ ''ہوجا'' اور وہ ہوجاتی ہے۔

(احمد/ترمذی/ابن ماجہ)

روایت جابر رضی اللہ عنہ: تم میں سے کسی شخص کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ دوزخ سے بچائیں گے اور مجھ کو بھی نہیں مگر اللہ کی رحمت۔(مسلم)

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''کوئی نہیں بخشا جائے گا مگر اللہ کی رحمت سے'' دریافت کیا تو آپ ﷺ نے بھی اپنا دستِ مبارک ایسے سر پر رکھ لیا اور فرمایا ''ہاں میں بھی اللہ کی رحمت سے ہی بخشا جاؤں گا''۔اللہ اکبر!

انسان کے لئے یہی کافی ہے

امامِ ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی — نے سیدۃ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی — کی خدمت میں خط ارسال کیا، جس میں اپنے احوالِ باطن کے متعلق تحریر فرمایا کہ ''بندہ کے نزدیک مدح وذم برابر ہیں یعنی کوئی تعریف کرے تو دل خوش نہیں ہوتا اور کوئی برائی کرے تو رنج نہیں ہوتا'' یہی سلوک

ومعرفت کا طرۂ امتیام ہے کہ بندہ اپنے کو حقیر واقعتاً حقیر سمجھ لے اور رب العالمین کو عظیم العظیم، اسی کو کہتے ہیں "**من عرف نفسه فقد عرف ربه**" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "لوگو! حسد مت کیا کرو، دھوکہ مت دیا کرو، بغض نہ رکھا کرو، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش نہ کرو، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہ کرے، نہ اسے رسوا کرے نہ جھٹلائے، نہ حقیر کرے یہی تقویٰ ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا "انسان کے لئے شر اور برائی سے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل کرے، مسلمان پر ہر مسلمان کا خون، عزت اور مال حرام ہے"۔ (صحیح مسلم)

نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث انسان کی زندگی میں ہر موڑ پر مشعلِ راہ ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور انوارِ طریقت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے! سالکین کے لئے بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے لئے اس کو نافع بنائے، آمین! **بجاه سيد المرسلين وآله واصحابه وازواجه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين!**

العبد الضعیف

خاکپائے آستانہ حضرت حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہ رحیمی / دار العلوم محمدیہ، بنگلور

صدائے دلِ من

شاعرِ اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر اظہار افسرؔ اسعدی رحیمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ

بانی ومہتمم دارالعلوم مصباح التوحید ومصباح البنات بنگلور

حسن مثنیٰ ندوی صاحب نے ماہنامہ "ریاض" کراچی کے ایک شمارہ میں شائع ہوئے اپنے ایک مضمون میں علامہ اقبالؒ کے تعلق سے لکھا ہے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نہ جانے کیوں ترکِ شعر گوئی کا ارادہ کرلیا اور اپنے احباب سے بھی کہہ دیا کہ اب میں شعر نہیں کہوں گا، شیخ عبدالقادر جو اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور ہم جماعت وہم سبق بھی تھے، انگلستان ہی میں مقیم تھے جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ اقبال نے ترکِ شعر گوئی کا ارادہ کرلیا تو اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا اور کہا کہ آپ کو ایسا ارادہ بالکل نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ آپ کا اندازِ شعر گوئی اساسی طور پر مشرقی ہے جو ملک وقوم کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے، یوں آپ کو فکر وشعر کا ارادہ ترک کرنا کسی صورت مناسب نہیں، بہت سی حیص بیص کے بعد دونوں دوست اپنے استاد پروفیسر آرنلڈ کے پاس گئے، شیخ عبدالقادر نے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ارادۂ ترکِ شعر گوئی کو شفیق استاد پر منکشف کیا اور مشورہ کے طالب ہوئے، بوڑھا استاد نوجوان

شاگرد کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی باخبر تھا، چنانچہ لائق شاگرد کو ترکِ شعر گوئی کے ارادہ سے روکا اور کہا کہ آپ کو شعر کہتے رہنا چاہئے، اس مشغلے کو چھوڑ دینا ظلم ہوگا، چنانچہ استاد کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے ارادہ کو اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ کر دیا۔ یہ واقعہ مضمون کے شروع میں لکھ کر ہم یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ شاگرد کی نظر میں استاد کے حکم کا کتنا اونچا مقام ہے جبکہ استاد ہم مذہب وہم مسلک بھی نہیں، علوم بھی مذہبی نہیں، جو پروفیسر آرنلڈ نے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھائے ہوں ان سب کے باوجود اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے استاد کے حکم کو فوقیت دے کر اپنی سعادت و بہرہ مندی کی دلیل پیش کی ہے۔ جب ظاہری علوم کے استاد کے حکم کا یہ احترام وعزت ہے تو پھر علومِ ناطق کے استاد یعنی پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل تو بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے۔

پیر کا متبع کہلانے کا مستحق نہیں، امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر ایک مجلس میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں یعنی میرے پیر تو میں جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں''۔ اللہ غنی!......اہل علم جانتے ہیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ کہ وہ کس پائے کے بزرگ اور ولایت کے کتنے اونچے درجہ پر فائز تھے، حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے تو حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دی کہ وہ اہل اللہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں ورنہ مثال کے لئے اور بھی سینکڑوں نام تھے، حضرتِ قطبِ عالم کے اس ارشاد سے واضح ہوگیا کہ پیر کا مقام کیا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک بھی اللہ رب العزت اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیر ومرشد کا مرتبہ ارفع واعلیٰ ہے بشرطیکہ پیر ''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول'' کی راہ پر گامزن ہو، اس کا عمل سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو ایسے پیر کی اتباع اور اس کے حکم کی تعمیل اولین فرض ہے۔

اسی جذبہ کی رو سے میں بھی اپنے پیر ومرشد حبیب الامت حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں ''انوارِ طریقت'' پر چند سطور قلمبند کرنے کی جسارت کر رہا ہوں مجھے لکھنا لکھانا تو آتا نہیں ایک زمانہ تھا رات ودن لکھنے پر بھی کچھ نہیں ہوتا تھا مگر اب تھوڑا کچھ لکھنے پر بھی دماغ دکھنے لگتا ہے۔ اب تو جو بھی لکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت پیر ومرشد کی توجہ کا اثر سمجھئے، ''انوارِ طریقت'' پر بھی بے جوڑ و بے ربط سی یہ چند سطور محبت کے دھاگہ میں پرو کر عقیدت کی مالا کے روپ میں حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں قارئینِ انوارِ طریقت دعا کریں کہ اللہ رب العزت میرے اندر بھی وہ صفات پیدا فرما دے جو میں شیخ کے اندر پاتا ہوں، غالباً حضرت والا کی کسی تصنیف پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے اس سے پہلے بھی میں نے لکھا تھا کہ حضرت کو تو اللہ تعالیٰ نے وہ روحانی قوت عطا فرمائی ہے جسے دیکھ کر رشک آتا ہے۔ احباب کو بھی تعجب ہے کہ ایک جان اور اتنے سارے کام کس طرح حضرت انجام دیتے ہیں، ایک دن ایک صاحب نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ حضرت آپ اکیلے اتنے سارے کاموں کا انبار سر پر اٹھائے ہونے کے باوجود تصنیفات وتالیفات کے لئے کیوں کر وقت نکالتے ہیں، حضرت نے سنجیدگی کے ساتھ مسکراتے ہوئے جواباً فرمایا، بھائی یہ محض میرے مولا کا کرم اور آپ جیسے مخلصین ومحبین کی دعاؤں کی دین ہے، میں خود بھی کبھی کبھی اس سورج کی پگڈنڈی پر چل پڑتا ہوں کہ ایک تو حضرت کے سر اتنے بڑے ادارہ جامعہ دار العلوم محمدیہ کی ذمہ داری، دوسری طرف رحیمی شفاخانہ جو ریاست کرناٹک ہی نہیں جنوبی ہند کا واحد پرائیویٹ شفاخانہ ہے میں چھ سات گھنٹے لگانا اور خدمتِ خلقِ خدا کرنا، تیسرے آنے والے مہمانوں اور متوسلین ومریدین ومتعلقین کی خاطر داری اور

گفتگو کے لئے وقت دینا، چوتھے ماہنامہ نقوش عالم کے لئے اداریہ لکھنا اور آئے ہوئے دیگر مضامین کی نوک پلک سنوار کر اشاعت کے قابل بنانا، پانچویں روزمرہ کے معمولات کو پورا کرنا، ان ڈھیر ساری مصروفیات میں گھرے رہنے کے باوجود تصنیفات کے لئے وقت کو فارغ کرنا تائید غیبی ہی کہا جاسکتا ہے، اور بس اللہ تعالیٰ ایسے اپنے خاص بندوں کے اوقات میں برکت دیتے ہیں، اگلے وقتوں کے علماء کی زندگیاں اوران کے کارہائے نمایاں ہمارے سامنے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگیوں کواشاعتِ دین اورتبلیغ اسلام کے لئے وقف کررکھا تھا، اس کی فہرست تو بہت طویل ہے میں یہاں انیسویں صدی کے چند علماء کے نام تحریر کررہا ہوں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ہزاروں کتابیں تصنیف فرماکر امت پراحسانِ عظیم فرمایا اور خدا کے نزدیک مقربین میں شمار ہوئے۔ آپ سبھی جانتے ہیں کہ حضرت کے دیگر مشاغل بھی اس قدر تھے جن سے نپٹنے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے مگر حضرت سب کو حسن وخوبی انجام دیتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث —کی ذات والاصفات پر جب نظر جاتی ہے تو حیران ہوجانا پڑتا ہے کہ حضرت نے تمام تر معمولات ومشغولیات کے باوجود ضخیم ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں، ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۷۳ء میں مدینہ منورہ میں دیکھا تھا کہ دن کا اکثر حصہ مسجدِ نبوی ﷺ میں گذارتے اور پھر قیام گاہ پر جاکر کاتبین حضرات کواملا کراتے، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ دور میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالیٰ وغیرہم نے اپنی اپنی تصنیفات کے ذریعہ نسلِ انسانی کی وہ خدمات انجام دی ہیں، جن کو تاریخ کے اوراق نے محفوظ کرکے ہم تک پہنچایا اور آنے والے علمائے حق کو یہ پیغام دیا ہے کہ

آپ حضرات بھی اپنی ذمہ داری سمجھ کر علمی صلاحیت کو کام میں لائیں اور حتی المقدور وحیثیت تقریر وتحریر کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی اصلاح وتربیت کا کام انجام دیتے رہیں، علمائے سابق کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے میرے شیخ نے بھی اپنی تصانیف کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ کی وہ ٹھوس خدمت انجام دی ہے جو زمانوں تک طالبین کو فیض پہنچاتی رہیں گی۔

اب تک حضرت کی تقریباً چالیس تصانیف بطنِ مطبع سے نکل کر اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ عالم شہود میں جلوہ آراء ہوچکی ہیں اوراہلِ علم سے آفرین ومرحبا کے تحائف حاصل کرچکی ہیں۔ ''خوابوں کی تعبیر (دو حصے) خطباتِ رحیمی (دس حصے) تصوف کی حقیقت، انوارالسالکین، مفتاح الصلوٰۃ، خطباتِ حبان، طالبات تقریر کیسے کریں (پانچ حصے) جنوبی ہندتا جنوبی افریقہ (سفرنامہ) اور زیرِمطالعہ تازہ تصنیف انوارِطریقت'' حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کی اہم تصانیف ہیں، یوں تو عام تصنیفات حضرتِ والا کی اپنی سادہ بامحاورہ زبان اور دلکش طرزِ نگارش کی بنیاد پر مقبول عوام وخواص ہیں مگر ''خوابوں کی تعبیر'' کو تو اہلِ علم نے اتنا سراہا کہ دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے تک کرڈالے، ایسے تو حضرت کے قلم کی گرفت سے کوئی موضوع نکل کر نہیں گیا چاہے وہ سیاسی ہو یا سماجی، مذہبی ہو چاہے ملّی، قومی ہو یا ملکی، ہر موضوع کو حضرت نے اپنے قلم سے شکار کیا ہے مگر تصوف حضرت کا خاص موضوع ہے، سبھی جانتے ہیں کہ صراحی میں جو ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے، چونکہ حضرت کو جو اساتذہ زمانۂ طالبِ علمی میں ملے وہ بھی اپنے زمانہ کے اصفیاء واتقیاء میں شمار ہوتے تھے، پھر جو تربیت کار تھے وہ بھی اعلیٰ درجہ کے اولیاء اللہ کی فہرست میں کھڑے ہونے والے تھے، مثلاً حضرت مولانا الحاج محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی رشیدی اعرابی خلیفہ ومجاز حضرت شیخ

الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف ننھو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی نبیرۂ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ایسے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صحبتوں نے حضرت والا کو حبیب الامت بنا دیا، پھر جب روحانی تربیت کی باری آئی تو حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ جیسے مصلح مل گئے، بایں وجہ حضرت کی تحریروں میں وہی رنگ جھلکنے لگا جو آپ حضرت والا کی تصنیفات میں دیکھ رہے ہیں۔

''انوارِ طریقت'' تصوف کے اسی رنگ میں رنگی ہوئی تیسری تصنیف ہے، حضرت نے ''انوارِ طریقت'' میں وہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آیاتِ قرآنی جمع فرمائی ہیں جو انسان کے دل میں خشیتِ الٰہی پیدا کرتی اور اصلاح کی راہ دکھاتی ہیں، ایک جگہ قرآنِ پاک کی ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے حضرت نے لکھا ہے کہ ''اے ایمان والو! تم ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور سچے دل سے ایمان لے آؤ اس کے رسول ﷺ پر، اللہ تمہیں عطا فرمائے گا دو حصے اپنی رحمت سے اور بنا دے گا تمہارے لئے ایک نور جس کی روشنی میں تم چلو گے اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے''۔

دوسری جگہ قرآن ہی کی آیت کے حوالہ سے حضرت لکھتے ہیں کہ ''کفار کی سر گوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں تا کہ وہ غمزدہ کردے ایمان والوں کو، حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے ایمان والوں کو''۔ (سورہ مجادلہ)

اس حقیقت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا کہ زندگی کا اصل مقصد رضائے الٰہی ہے، اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے مطابق انسانی زندگی کٹی تو دنیا وآخرت کی کامیابی اس کے حصہ میں آگئی ورنہ زندگی کا مقصد پورا نہ ہوا، آج کل زندگی کا مقصد رضائے نفس سمجھا جانے لگا ہے۔

کھانا پینا، کمانا، خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کرلینا، بلا امتیاز حرام وحلال حصولِ زرومال کی فکر میں لگے رہنا، یہ زندگی کا مقصد بن کر رہ گیا ہے۔ ہمارے حضرت حبیب الامت مدظلہ العالی نے انوارِ طریقت میں قرآنِ کریم کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ وہ انسان جو مسجودِ ملائکہ ہے اس کے لئے حکم ہوا ''ہم نے نیکی اور بدی اسے الہام کردی'' انسان کو اب اختیار ہے کہ نیکی کو اپنائے یا بدی کو، گویا اس دائرۂ کار میں یہ پیکر خا کی مختار ٹھہرا، جزا وسزا انسان کا مقدر ہوگئی، بازپرس کے ابواب کھلے اب زندگی بے معنی نہ رہی انسان کی حرکت اور ہر قدم حساب وکتاب کا متحمل ہوا، کیوں نہ ہوتا چونکہ بدن کی ساخت ہی ایسی عطا ہوئی جسے الہامی دستور کے تابع کرنے کا حکم ہوا، الہامی وآفاقی دستور العمل کی اتباع ہی نیکی پر قائم اور بدی پر کنٹرول کرنے کا ذریعہ بنی، حکم ہوا اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں اسے پکڑ لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان زندگی کو اگر بامقصد دیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ''**اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول**'' کو معیارِ زندگی سمجھے، انوارِ طریقت میں حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ نے بیشتر مضامین اسی قبیل کے مجتمع کئے ہیں، حضرت ہمیشہ اس پر کڑھتے رہتے ہیں کہ خدا کے بندوں کی بے راہ روزندگی کسی طرح صراطِ مستقیم پر لگ جائے ''تصوف کی حقیقت، انوار السالکین'' اور اب یہ تازہ تصنیف ''انوارِ طریقت'' حضرت شیخ کی اسی فکر کا نچوڑ ہے اللہ تعالیٰ رفاہِ عام کے لئے ''انوارِ طریقت'' کو مقبول بنائے، آمین! **بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین!** والسلام

ڈاکٹر اظہار افسر اسعدی رحیمی

خادم حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ / دار العلوم مصباح التوحید، بنگلور

از دلِ دلدآرؔ

محمد عثمان حبان دلدآرؔ قاسمی

ناظمِ تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

''تصوف'' اور ''راہِ طریقت'' معرفت الٰہی کے حصول کا دوسرا نام ہے، تصوف اور راہِ سلوک کو کچھ ناواقف لوگ قرآن وسنت کے خلاف سمجھتے ہیں، جبکہ قرآنِ کریم کے مفسرین ومحققین بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ تصوف اور راہِ سلوک قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ نہ تو شریعت کے منافی ہے اور نہ ہی اسلام سے الگ تھلگ کوئی نئی چیز۔

حق تعالیٰ تک وصول کے دو طریقے ہیں، ایک ''طریق جذب'' اور دوسرا ''طریق سلوک''، جن کے متعلق قرآن سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

(۱) ''اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ'' (اللہ جس بندہ کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے) اس طریق کا نام طریق جذب ہے۔

(۲) ''وَیَھۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ'' (اور ہدایت دیتا ہے اس بندہ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توجہ اختیار کرتا ہے) اس طریق کا نام طریق سلوک ہے۔

''سلوک'' اور ''جذب'' تصوف ومعرفت کی تقسیم ہیں، سلوک فعل اختیاری ہے اور جذب امر غیر اختیاری، یہ دونوں تصوف ہی کی شکلیں ہیں۔

سب سے پہلا اشکال عام طور یہ کیا جاتا ہے کہ تصوف اور راہِ طریقت رہبانیت کی تعلیم ہے، جبکہ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، رہبانیت تو خلق خدا سے مکمل طور پر ناطہ توڑنے اور جنگل وبیابان کے کسی گوشہ میں جائے سکونت اختیار کرنے کا نام ہے، جو شریعت اسلامیہ میں زمانۂ نبوت سے ہی حرام اور ناجائز ہے، اس کو اختیار کرنے والا نعمت خداوندی کا منکر اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منھ موڑنے والا ہے۔

اس کے برعکس تصوف ضروریاتِ زندگی کو پوری کرنے کی تعلیم دیتا ہے، انسانی زندگی کو اخلاقِ حسنہ سے مزین کرنے، اللہ ربّ العزت کے قرب کے لئے شریعت پر عمل پیرا رہ کر حقوق العباد کی ادائیگی کی تاکید کرتا ہے، نفس کے فریب میں نہ آنے اور شیطانی وساوس کو شکست دینے کی سعی کراتا ہے، انسان کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور منکرات سے روکتا ہے، غرض تصوف اور راہِ طریقت انسانی فطرت اور اسلامی شعائر کے عین مطابق ہے بلکہ اسلامی زندگی اور قرآنی آیات کو حیاتِ انسانی میں اتارنے کا وہ آسان طریقہ ہے جو صحابۂ کرامؓ اور اکابرین امت نے عملی طور پر دیا۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ حکماء اور اکابرین نے اس کو اصطلاحاً سمجھنے کے لئے ''تصوف، راہِ طریقت، راہِ سلوک اور معرفت'' جیسے نام دے دیئے۔ اب یہ کم فہم اور ناسمجھ انسان کی کم عقلی ہی ہے کہ بغیر تحقیق وجستجو اور گہرائی میں جائے اس کو اسلام کے منافی قرار دے، ہاں البتہ کچھ دنیوی لوگوں نے تصوف اور راہِ طریقت کا جامہ اوڑھ کر اس کو بدنام کرنے اور دنیا کمانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے اہل طریقت کو مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، جس کے بعد سالکین نے اپنی

اصطلاحات قائم کرلیں جس کے ذریعہ وہ آپس میں قربِ حق تعالیٰ اور خدمت خلق کے متعلق ہم کلام ہوتے ہیں۔

ذکر حق آمد غذا ایں روح را
مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

ترجمہ: حق تعالیٰ کا ذکر ہی اس روح کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے گھائل قلوب کے لئے ذکر حق ہی مرہم ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

ترجمہ: ''تصوف'' تسبیح اور مصلے کو ہاتھ میں لئے رکھنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت ہی تصوف کی اصل روح ہے۔

والدمحترم حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ ہمیشہ ایک حدیثِ مبارکہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت خلق سے خدا ملتا ہے''۔ اور تصوف وطریقت اسی کی تعلیم دیتے ہیں، سالکین وعارفین کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی نظر آئے گا کہ اپنے جسم وجاں کو مخلوقِ خدا کی خدمت میں لٹا دیتے ہیں اور حقوق العباد کی اس قدر پاسداری اور ادائیگی کرتے ہیں کہ بڑے بڑے اہل علم حضرات قاصر رہتے ہیں، البتہ جب کبھی وہ کسی پر خفگی اور ناراضگی کا اظہار کرتے نظر آئیں تو یہ اپنی ذات کو تکلیف پہنچنے کے سبب نہیں بلکہ دوسروں کی اصلاح کے لئے ہے، عارف اپنے نفس کو مار کر ویران کردیتا ہے، یعنی خواہشاتِ نفسانیہ کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا بلکہ تقویٰ اختیار کرتا ہے، پھر خواہشات کے محل کو ویران کرنے کے بعد اس ویرانے میں حق اور تعلق مع اللہ کے عظیم خزانہ کا

مشاہدہ کرتا ہے، جو تمام کائنات سے بڑھ کر قیمتی اور سرمایۂ آخرت ہے، حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''اَلَآ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ'' اے لوگو! خوب غور سے سن لو کہ خدائی سودا بڑا مہنگا ہے'' (لیکن جس قیمت پر بھی ہاتھ آجائے سستا ہے)۔

متاعِ جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی خواہشاتِ نفسانیہ پر قابو پانے اور حقوق العباد وحقوق اللہ کی ادائیگی کی تعلیم دیتی ہے، صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوڑھی عورت کے گھر میں رات کے اندھیرے میں مٹکوں سے پانی بھرنے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیت المال سے اپنی پیٹھ پر سامان لادھ کرلے جانے والے بہت سے واقعات تصوف ومعرفت کی دلیل وشواہد ہیں جن کا انکار کسی صورت نہیں کیا جاسکتا۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ جب شریعت پر ہی عمل پیرا ہو کر خدا کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے تو یہ خانقاہیں، پیرطریقت اور اہل اللہ کی صحبت کا حاصل کرنا کیوں ضروری ہے حالانکہ حقوق العباد وحقوق اللہ ہی معرفت کی اصل بنیاد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آسمانی علوم بقول علامہ ابن تیمیہؒ کے صرف دو ہیں، ایک ''علومِ ادیان'' یعنی دینی اور مذہبی علم اور دوسرا ''علومِ ابدان'' یعنی جسمانی علوم جیسے طب، سرجری اور جراحت وغیرہ، ان کے علاوہ باقی جو کچھ بھی ہے وہ فن ہے، لہٰذا جب کسی بھی فن کو سیکھنے کے لئے استاد اور رہنماء کی ضرورت پڑتی ہے جو کہ دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے ہیں تو شریعت وطریقت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی راہبر کی ضرورت کیوں نہ در پیش ہو، جبکہ یہ دین اور قربِ الٰہی کے حصول کا علم ہے جو تمام علوم وفنون پر فوقیت اور اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے عقل کی ضرورت نہیں بلکہ محبت والفت کی حاجت ہے اور حقیقی وجاودانی محبت صرف حق تعالیٰ کے لئے ہے،

بقول تمثیل ''محبت اندھی ہوتی ہے'' لہٰذا جب محبت اور عشق اندھے ہوتے ہیں تو عقل کی کیا حاجت؟ جو لوگ دین اور معرفت کی راہ عقل سے طے کرتے ہیں وہ توبہ شکنی اور گمراہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، تکبر ان میں سماجاتا ہے اور شیطان ان کو پھونک مار کر بھڑکتی ہوئی دوزخ کا ایندھن بننے پر مجبور کردیتا ہے، ایسے لوگ تمام زندگی ناقص رہتے ہیں، لہٰذا اہل اللہ کی صحبت کو کیمیا سمجھنا چاہئے اور کسی نہ کسی راہبر سے اپنی اصلاح کرانی چاہئے، اس لئے کہ اللہ والوں کی صحبت سے شیطان خوف کھاتا ہے اور ان کے کلام کی نرمی وگرمی اور خشیت الٰہی سے اس کے جال میں پھنسنے والوں کا شکنجہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔

رہبر کے بنا کیا تجھ کو ملا ہے اے دلدارؔ
ہر طفل تو چلتا ہے انگلی کے سہارے ہی

مولانا رومی فرماتے ہیں۔ ؎

پیر باشد نردبان آسماں
تیر پرّاں از کہ گردد از کماں

ترجمہ: پیر کا وجود حق تعالیٰ تک رسائی کے لئے مثل سیڑھی کے ہے اور تیر کا تیز رفتاری سے اڑنا بدونِ کمان کے کب ہوتا ہے۔

بہر حال! مجھے کچھ ثابت کرنا نہیں ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ طریقت کسے کہتے ہیں۔ والدمحترم نے اس کتاب کو بھی بڑی عرق ریزی سے لکھا ہے، جو کچھ اپنے پاس ہے اسے صفحۂ قرطاس پر اتار کر دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ من اللہ تعالیٰ ہے، مدرسہ اور دواخانہ میں مسلسل بیٹھے رہنے کی وجہ سے پیر شل ہوجاتے ہیں، لیکن جیسے ہی گھر میں کچھ وقت ملتا ہے فوراً کاغذ قلم سنبھال لیتے ہیں، اس کتاب کی تالیف کے درمیان تھکن کی وجہ سے آپ پر کبھی غنودگی تاری

ہوجاتی، مگر جیسے ہی خیال آتا وضو کرتے اور قلم اٹھا کر لکھنا شروع کردیتے، بلا مبالغہ قلم کی سلاست کا یہ عالم تھا کہ پیچھے کے مضمون کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھتے، اس سے پہلے کی تصانیف میں خوابوں کی تعبیر اور اس کی حقیقت، انوار السالکین، قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت اور پھر خطبات ودیگر کتب کے علاوہ یہ کتاب ''انوارِ طریقت'' کو آپ نے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لکھا ہے، کبھی بے وضو قلم نہیں اٹھایا، یہ اللہ رب العزت کا فضل اور حضرتِ والا کی محنت کا ثمرہ ہے کہ اتنے کم وقت میں اتنی ساری کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں۔

راہِ عقبیٰ، معرفت کی آئی ہیں کتبِ جمال
ہیں انوکھی یہ کتابیں اور مؤلف باکمال
ہے دعا دلدارؔ کی عالم اخریٰ میں بھی
ہوں قبول وکامیاب وکامرانِ بے مثال

زیر نظر کتاب پر شاعرِ اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر اظہار افسرؔ صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ اور برادرِ کبیر مولانا ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی مدظلہ نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور نے بھی بہت کچھ لکھا ہے، لیکن یہ بے ربط الفاظ میری نوکِ قلم سے صرف اس لئے نکلے ہیں کہ اکثر حضرات والدمحترم کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ حیران رہتے ہیں کہ حضرتِ والا نے اتنا کام اتنے کم وقت میں کیسے کرلیا، بلاشبہ یہ حیرت کی تو بات ہے لیکن وقت کی قدر اور لگن پھر رب ذوالجلال کی رحمت وبرکت کا کرشمہ ہے۔ میں تو فقط اتنا ہی کہوں گا کہ ؎

مملوک ہوا دل جس کا، درج ہے اس عارف کی حکایت
ہے جس کا بیاں ذکر اللہ، دفتر وہ بنا ''انوارِ طریقت''

میرے یہ چند الفاظ کسی کے علم میں اضافہ کا باعث تو نہیں، اور نہ ہی میں اس قابل ہوں بلکہ ابھی تو طفل مکتب ہوں، لیکن ایک مٹی کے ڈھیلے کا زر کے ساتھ ملنا اسے سونا تو نہیں بناتا مگر چمک ضرور پیدا کر دیتا ہے، لہٰذا اس چمک کی آرزو میں یہ جسارت کی ہے، دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے اور رب کائنات حضرتِ والا کا سایۂ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے، آمین!

والسلام

العارض: محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی

ناظمِ تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

خانقاہ

خانقاہ کو آج بے عملوں کا مسکن سمجھا جاتا ہے، مگر خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے خیر المجالس (۲۳۸) میں فرمایا کہ یہ دو لفظوں سے مرکب ہے، ''خان'' تو وہی ہے جو فارسی میں خانہ ہے، اور ''قاہ'' عربی زبان میں علم اور عبادت کو کہتے ہیں، گویا خانقاہ کے لفظی معنی ہے ''عبادت گاہ'' یا ''عمل کرنے کی جگہ''۔

سلوک کی تعلیم اس لئے ضروری ہے کہ درویشی کا مقصد ''اخلاق اللہ'' پیدا کرنا ہے اور اخلاق اللہ کسب سے حاصل ہوتا ہے یا صحبت اہل دل سے، خانقاہ میں رہ کر تکمیل سلوک کا جواز حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے پیش کرتے ہیں: ''یَـآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ'' (خیر المجالس ۱۰۶)

مؤلف: محمد ادریس حبان رحیمی

اہلِ طریقت کے لئے

قرآن مجید کی ستر آیات

انسان کو رحمٰن نے پیدا کیا

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ" پیدا فرمایا انسان (کامل) کو۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت ۳)

انسان کو مٹی اور جنات کو آگ سے پیدا کیا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ، وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝

ترجمہ: پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند اور پیدا کیا جنات کو آگ کے خالص شعلے سے۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت ۱۰ تا ۱۴)

اہل علم وایمان کے درجات بلند فرماتا ہے

یَـآیُّهَـا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ، وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ (آنے والوں کے لئے) جگہ کشادہ کردو مجلس میں تو کشادگی پیدا کردو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی فرمائے گا اور

جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہوتو اٹھ کھڑے ہوا کرو! اللہ تعالیٰ پر جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔ (سورۃ المجادلہ، آیت ۱۱)

عفو ودرگذر سے اللہ کی رحمت ملتی ہے

یَـآیُّهَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْآ اِنَّ مِـنْ اَزْوَاجِـکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ، وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیبیاں اور تمہارے بچے تمہارے دشمن ہیں پس ہوشیار رہو ان سے اور اگر تم عفو ودرگذر سے کام لو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ (سورۃ التغابن، آیت ۱۴)

جو شخص سخاوت، تقویٰ اور تصدیق کو اپنا شعار بنالیتا ہے راہِ فطرت اس کے لئے آسان ہوجاتی ہے

فَأَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی، فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝

ترجمہ: پھر میں نے (راہِ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کردیں گے اس کے لئے آسان راہ۔
(سورۃ اللیل، آیت ۵ تا ۷)

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ، وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

ترجمہ: پھر ہم نے کھول دئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ اور جاری کردیا ہم نے زمین سے چشموں کو، پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لئے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا۔ (سورۃ القمر، آیت ۱۱ تا ۱۲)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو!

ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝

ترجمہ: کیا تم (اس حکم سے) ڈر گئے کہ تمہیں سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا چاہئے، پس جب تم ایسا نہیں کر سکے تو اللہ نے تم پر نظر کرم فرمائی، پس تم نماز صحیح صحیح ادا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور تابعداری کیا کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ (سورۃ المجادلہ، آیت۳)

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا ؕ

ترجمہ: اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔ (سورۃ المزمل، آیت ۸)

اپنی خودثنائی مت کرو

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن مجید کو نصیحت پذیری کے لئے، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا! (سورۃ القمر، آیت ۳۲)

نیکی کے کاموں اور تقویٰ کے لئے مشورہ کیا کرو!

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَيۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَمَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ وَتَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم خفیہ مشورہ کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو، بلکہ نیکی اور تقویٰ کے بارے میں مشورہ کیا کرو، اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔ (سورۃ المجادلہ، آیت ۹)

مسلمانوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہئے

اِنَّمَا النَّجۡوٰى مِنَ الشَّيۡطٰنِ لِيَحۡزُنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيۡسَ بِضَآرِّهِمۡ شَيۡـــًٔا اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝

ترجمہ: (کفار کی) سرگوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں تاکہ وہ غمزدہ کر دے ایمان والوں کو، حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اللہ کے حکم کے بغیر اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے اہل ایمان کو۔ (سورۃ المجادلہ، آیت ۱۰)

اللہ پر توکل اہل ایمان کا شیوہ ہے

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، پس اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔ (سورۃ التغابن، آیت ۱۳)

انسان بڑا ناشکرا ہے

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيۡدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيۡدٌ ۝

ترجمہ: بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر گزار ہے اور وہ اس پر (خود) گواہ ہے اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔ (سورۃ العدیات، آیت ۶ تا ۸)

چار صفات کے بغیر خسارہ میں

وَالْعَصْرِ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی، یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے بجز ان (خوش نصیبوں) کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو نیک عمل کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔ (سورۃ العصر، مکمل سورۃ)

اپنے عظیم پروردگار کی پاکی بیان کرو

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۝

ترجمہ: آپؐ (اے حبیب) تسبیح کیجئے اپنے ربِّ عظیم کے نام کی۔ (سورۃ الواقعہ، آیت ۷۴)

انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ، وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ، وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝

ترجمہ: کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ اور ہم نے دکھا دیں اسے دونوں نمایاں راہیں۔ (سورۃ البلد، آیت ۸ تا ۱۰)

جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا، وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا، وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا، وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا، وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا، وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا، فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝

ترجمہ: قسم ہے آفتاب کی اور اس کی دھوپ کی اور قسم ہے مہتاب کی جب وہ (غروبِ) آفتاب کے بعد آئے، اور قسم ہے دن کی جب آفتاب کو روشن کردے، اور قسم ہے رات کی جب وہ اسے چھپائے اور قسم ہے آسمان کی اور اسے بنانے والے کی اور زمین کی اور اسے بچھانے والے کی، قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو، یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔ (سورۃ الشمس، آیت ۱ تا ۱۰)

انسان کی پیدائش تخلیق صلب کس پانی سے ہوئی

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ، خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ، یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

ترجمہ: سو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، اسے پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے جو (مرد وزن کی) پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ (سورۃ الطارق، آیت ۵ تا ۷)

انسان کو کبھی انعامات سے بھی آزمایا جاتا ہے

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ، فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَكْرَمَنِ، وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ ۝

ترجمہ: مگر انسان بھی (عجیب چیز ہے کہ) جب آزماتا ہے اسے اس کا رب یعنی اس کو عزت دیتا ہے اور اس پر انعام فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے

عزت بخشی اور جب اس کو (یوں) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ (سورۃ الفجر، آیت ۱۵ تا ۱۶)

انسان کو حسن و جمال کا مرقع بنایا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ، وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ: اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمیں کو حق کے ساتھ اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔ (سورۃ التغابن، آیت ۳)

مال و اولاد فتنہ ہیں

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ، وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اجر عظیم ہے۔ (سورۃ التغابن، آیت ۱۵)

مقدور بھر تقویٰ اختیار کرو

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ، وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: بس ڈرتے رہو اللہ سے جتنی تمہاری استطاعت ہے اور (اللہ کا فرمان) سنو اور اسے مانو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور جنہیں بچالیا ان کے نفس کے بخل سے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(سورۃ التغابن، آیت ۱۶)

اسلامی جہاد صرف راہ خدا میں ہوتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان (مجاہدین) سے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (سورۃ الصف، آیت ۴)

اللہ کے اذن کے بغیر نہ ضرر پہنچا سکتا ہوں نہ فائدہ

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝

ترجمہ: آپ فرمادیجئے (اللہ کے اذن کے بغیر) نہ میں تمہیں نقصان پہونچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہدایت کا۔ (سورۃ الجن، آیت ۲۱)

ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝

ترجمہ: اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

(سورۃ النجم، آیت ۳۹)

جو مصیبت پہنچتی ہے وہ پہلے لکھی جا چکی ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا، اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

ترجمہ: نہیں آئی کوئی مصیبت زمین پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں، بے شک یہ بات اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔ (سورۃ الحد، آیت ۲۲)

کرتوتوں کے باعث دلوں پر مہر لگ جاتی ہے

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ۝

ترجمہ: (ان کا) یہ (طریقِ کار) اس لئے ہے کہ وہ (پہلے) ایمان لائے پھر کافر بن گئے، پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

(سورۃ المنافقون، آیت ۳)

جس کو اللہ چاہتا ہے وہ نصیحت قبول کرتا ہے

وَمَا یَذْکُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ، ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ ۝

ترجمہ: اور وہ نصیحت قبول نہیں کریں گے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے، وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی بخشنے کے لائق ہے۔ (سورۃ المدثر، آیت ۵۶)

بے شک مسجدیں اللہ کے گھر ہیں

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَۃِ لَاَسْقَیْنٰھُمْ مَّآءً غَدَقًا، لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ، وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا، وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا، وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا ۝

ترجمہ: اور اگر وہ ثابت قدم رہیں راہِ حق پر تو ہم انہیں سیراب کریں گے کثیر پانی سے تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں اس فراوانی سے، اور جو منہ موڑے گا اپنے رب کے ذکر سے تو وہ داخل کرے گا اسے سخت عذاب میں اور بے شک سب مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، پس مت عبادت کرو اللہ کے ساتھ کسی کی، اور جب کھڑا ہوتا ہے اللہ کا (خاص) بندہ تاکہ اس کی عبادت کرے تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آ جاتے ہیں۔

جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ راہِ حق پر آ گئے

وَاِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُھُبًا، وَاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْھَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَہٗ شِھَابًا رَّصَدًا، وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِھِمْ رَبُّھُمْ رَشَدًا، وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا، وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰہَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَہٗ ھَرَبًا، وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْھُدٰیٓ اٰمَنَّا بِہٖ، فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا، وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ، فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا، وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا ۝

ترجمہ: اور (سنو) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمان کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لئے، لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں، اور ہم نہیں سمجھتے (اس کی کیا وجہ ہے) کیا کسی شر کا ارادہ کیا جا رہا ہے زمین کے مکینوں کے بارے میں یا ان کے رب نے ان کو ہدایات دینے کا ارادہ فرمایا ہے، اور ہم میں بعض نیک بھی ہیں اور بعض اور طرح کے ہم بھی تو کئی راستوں پر گامزن ہیں اور (اب) ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں، اور (اے جن بھائیو!) ہم نے جب پیغام ہدایت سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو اسے نہ کسی نقصان کا خوف ہوتا ہے اور نہ ظلم کا اور بے شک ہم میں سے کچھ تو فرمانبردار ہیں اور کچھ ظالم، تو جنہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے حق کی رائے تلاش کر لی اور جو حق سے منحرف ہوتے ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

جنوں کا قرآن سننا، اپنی قوم کو ہدایت کی دعوت دینا

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا، یَهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ، وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا، وَاَنَّهُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا، وَاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ

ترجمہ: آپ فرما دیجئے! میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے، پس انہوں نے (جا کر دوسرے جنات کو) بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم (دل سے) اس پر ایمان لے آئے، اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا اور بے شک اعلیٰ وارفع ہے ہمارے رب کی شان، نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا اور نہ بیٹا اور (یہ راز بھی کھل گیا کہ) ہمارے احمق ناروا باتیں اللہ کے بارے میں کہتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ انسانوں اور جنوں پر مبعوث ہوئے

وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا، وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا، وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ

ترجمہ: اور ہم تو یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں چند مردوں کی، پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو اور ان انسانوں نے بھی یہی گمان کیا جیسے تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں کرے گا۔

ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۙ

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو (حوضِ) کوثر عطا فرمائی۔ (سورۃ الکوثر)

تعلیم الٰہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۙ

ترجمہ: (نیز) اسے قرآن کا بیان سکھایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت کے لئے استغفار کا حکم

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۙ

ترجمہ: اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور (اپنی امت کے لئے) اس سے مغفرت طلب کیجئے! بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(سورۃ النصر، آیت ۳)

اللہ نے دین اسلام کو غلبہ کے لئے بھیجا

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۙ

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ غالب کر دے اسے سب دینوں پر، خواہ سخت ناپسند کریں اسے مشرک۔

(سورۃ الصّف، آیت ۹)

ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرما دیا

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپؐ کی خاطر آپؐ کے ذکر کو۔
(سورۃ الم نشرح، آیت ۴)

رسولوں کے معجزات عدل کے لئے ہیں

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ، وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ، اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل)، تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے پیدا کیا لوہے کو اس میں بڑی قوت ہے اور طرح طرح کے فائدے ہیں لوگوں کے لئے اور (یہ سب اس لئے ہے) تا کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ کہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بغیر دیکھے، اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔ (سورۃ الحدید، آیت ۲۵)

آپ ﷺ اپنی مرضی سے بات نہیں کرتے

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے، نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ (سورۃ النجم، آیت ۳ تا ۴)

ظلمت سے راہِ ہدایت کی طرف

رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ، وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا، قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

ترجمہ: ایک ایسا رسول (نازل فرمایا) جو پڑھ کر سناتا ہے تمہیں اللہ کی روشن آیتیں، تا کہ نکال لے جائے انہیں جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اندھیروں سے نور کی طرف، اور جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کو داخل فرمائے گا باغات میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، جن میں وہ لوگ تا ابد رہیں گے، بلا شبہ اللہ نے اس (مومن) کو بہترین رزق عطا فرمایا۔ (سورۃ الطلاق، آیت ۱۱)

فقراء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

عَبَسَ وَتَوَلّٰی، اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی، وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی، اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی، اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی، فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی، وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی، وَهُوَ یَخْشٰی، فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝

ترجمہ: پیغمبر چیں بہ چیں ہوئے اور چہرہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت، لیکن وہ جو پروا نہیں کرتا آپ اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں اور آپ پر کوئی ضرر نہیں کہ اگر وہ نہ سدھرے، اور آپ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا اور وہ ڈر بھی رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں۔ (سورۂ عبس، آیت ۱ تا ۱۵)

عمر کی زیادتی اور کمی لوحِ محفوظ میں درج ہے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا، وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ، وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ، اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۝

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے، پھر پانی کی بوند سے، پھر تمہیں بنا دیا جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کو اس کا علم ہوتا ہے اور نہ لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اس کی تفصیل) کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔ (سورۂ فاطر، آیت ۱۱)

بندوں کو اللہ کی مرضی سے رزق ملتا ہے

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ، اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ۝

ترجمہ: اور اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالیٰ رزق کو اپنے (تمام) بندوں کے لئے تو وہ سرکشی کرنے لگتے زمین میں، لیکن وہ اتارتا ہے ایک اندازے سے جتنا چاہتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں (کے احوال) سے خوب آگاہ ہے، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۶)

علم قیامت اللہ کے پاس ہے

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ، قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۝

ترجمہ: لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں، فرما دیجئے! اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور (اے سائل) تو کیا جانے شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۶۳)

وہ عالم الغیب ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ، قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ، وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرما دیجئے ضرور آئے گی، مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے، تم پر قیامت ضرور آئے گی، نہیں چھپی ہے اس سے ذرہ برابر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چھوٹی چیز ذرہ سے اور نہ کوئی بڑی چیز مگر وہ کتاب میں (درج) ہے۔ (سورۂ سباء، آیت ۳)

اللہ کی آزمائش میں حکمت ہے

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ، حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ، فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ذٰلِكَ، وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ، وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۝

ترجمہ: پھر جب (میدانِ جنگ میں) تمہارا کفار سے آمنا سامنا ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو، یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو پھر کس کر باندھو رسیاں، بعد

ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دو یا ان سے فدیہ لو یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے، یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے تمہیں بعض کو بعض سے اور جو مارڈالے گئے اللہ کی راہ میں تو اللہ ان کے اعمال ضائع نہیں ہونے دے گا۔ (سورۂ محمد، آیت ۴)

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ وَمَا اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِجَبَّارٍ، فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ یَّخَافُ وَعِیۡدِ ۝

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں، پس آپ نصیحت کرتے رہیں اس قرآن سے، ہر اس شخص کو جو (میرے) عذاب سے ڈرتا ہے۔ (سورۂ ق، آیت ۴۳)

عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے

مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِیۡعًا، اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ، وَالَّذِیۡنَ یَمۡكُرُوۡنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ، وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوۡرُ ۝

ترجمہ: جو عزت کا طلب گار ہو (وہ جان لے کہ) ہر قسم کی عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل، پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ فریب کاریاں کرتے ہیں برے کاموں کے لئے، ان کے لئے شدید عذاب ہے اور ان کا مکر (وفریب) تباہ ہو کر رہے گا۔ (سورۂ فاطر، آیت ۱۰)

فرشتے اہل زمیں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِهِنَّ، وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ، اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝

ترجمہ: قریب ہے کہ (جلالِ الٰہی سے) آسمان پھٹ پڑیں اپنے اوپر سے اور (ایسا نہیں ہوتا کیوں کہ) فرشتے تسبیح کر رہے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اور بخشش طلب کر رہے ہیں اہل زمین کے لئے، سن لو یقیناً اللہ ہی بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۵)

انسان کو مٹی سے پیدا کیا

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا ۝

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے پھر پانی کی بوند سے، پھر تمہیں بنا دیا جوڑے جوڑے۔ (سورۂ فاطر، آیت ۱۱)

اس کی رحمت سے ناامید نہ ہوں

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓی اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا، اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝

ترجمہ: آپ فرما دیجئے! اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے، یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الزمر، آیت ۵۳)

وقت سے پہلے توبہ کرلو

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

ترجمہ: (سچے دل سے) لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور سرخم کردو اس کے سامنے، اس سے پہلے کہ آجائے تم پر عذاب پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ (سورۃ الزمر، آیت ۵۴)

انسان کے لئے ہر چیز کو مسخر کردیا گیا

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اس نے مسخر کردیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے، بے شک اس (نظام) میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کیا کرتے ہیں۔ (سورۃ الجاثیہ، آیت ۱۳)

ہر چیز کے جوڑے غور وفکر کے لئے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم غور وفکر کرسکو۔

(سورۃ الذاریات، آیت ۴۹)

اللہ علیم وحکیم ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

ترجمہ: اے نبی! (حسب سابق) ڈرتے رہئے اللہ تعالیٰ سے اور نہ کہنا مانئے کفار اور منافقین کا، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۱)

قدرت کی نشانیاں

وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ، فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور وہ دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں، پس تم اللہ تعالیٰ کی کن کن آیتوں کا انکار کروگے۔ (سورۃ المومن، آیت ۸۱)

آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَأَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝

ترجمہ: پس بنادیا انہیں سات آسمان دو دنوں میں اور وحی فرمائی ہر آسمان میں اس کے حسب حال اور ہم نے مزین کردیا آسمانِ دنیا کو چراغوں سے اور اسے خوب محفوظ کردیا، یہ (سارا) نظام سب سے غالب سب کچھ جاننے والے (خدا تعالیٰ) کا ہے۔ (سورۂ حم سجدہ، آیت ۱۲)

تخلیق کائنات میں قدرت وحکمت

وَمِنْ آیَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ إِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ: اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور جو جاندار اس نے پھیلا دئے ہیں آسمان وزمین میں، اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۹)

سمندر اور ہواؤں میں نشانیاں

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ، إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ، أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَن كَثِيرٍ ۝

ترجمہ: اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے وہ سمندر ہیں، تیرنے والے جہاز ہیں جو پہاڑوں کے مانند ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے، پس وہ رکے رہیں سمندر کی پشت پر، بے شک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں ہر کمالِ درجہ صبر وشکر کرنے والے کے لئے، یا (اگر وہ چاہے تو) تباہ کر دے انہیں، لوگوں کے اعمالِ بد کی وجہ سے اور درگذر فرما دیا کرتا ہے بہت سے گناہوں سے۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۳۱)

سبز درخت میں آگ

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝

ترجمہ: جس نے (اپنی حکمت سے) تمہارے لئے سبز درختوں میں آگ رکھ دی، پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے ہو۔ (سورۂ یٰس، آیت ۸۰)

خدمت کے لئے آٹھ قسم کے جانور

خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ۝

ترجمہ: اس نے پیدا کیا ہے تمہیں فردِ واحد سے پھر بنایا اسی سے اس کا جوڑا، اور پیدا کئے تمہارے لئے جانوروں میں آٹھ جوڑے وہ پیدا فرماتا ہے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں میں (تدریجاً) ایک حالت سے دوسری حالت تک، تین اندھیروں میں، یہ (قدرت والا) اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے، نہیں کوئی معبود بجز اس کے، پھر تم کدھر منہ پھیر کر جا رہے ہو۔ (سورۃ الزمر، آیت ۶)

اللہ ہر عیب سے پاک ہے

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝ ترجمہ: ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ (ابھی) نہیں جانتے۔ (سورۂ یٰس، آیت ۳۶)

سب سیّارے اپنے محور میں

لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

ترجمہ: نہ سورج کی یہ مجال کہ (پیچھے سے) چاند کو آ پکڑے اور نہ رات کو یہ طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے اور سب (سیارے اپنے اپنے) فلک میں تیر رہے ہیں۔ (سورۂ یٰس، آیت ۴۰)

حاملین عرش کی تسبیح

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا، رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝

ترجمہ: جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور وہ جو عرش کے اردگرد (حلقہ زن) ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں حمد کے ساتھ اپنے رب کی اور ایمان رکھتے ہیں اس پر اور استغفار کرتے ہیں ایمان والوں کے لئے، (کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو گھیرے ہوئے ہے ہر شئے کو (اپنی) رحمت اور علم سے، پس بخش دے انہیں جنہوں نے (کفر سے) توبہ کی ہے اور پیروی کی ہے تیرے راستہ کی اور بچالے انہیں عذابِ جہنم سے۔ (سورۃ المومن، آیت ۷)

اللہ تعالیٰ کو کوئی روک نہیں سکتا

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اپنی) رحمت سے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے تو اسے کوئی دینے والا نہیں، اس کے روکنے کے بعد اور وہی سب پر غالب بڑا داناتا ہے۔ (سورۃ الفاطر، آیت ۲)

تقویٰ پر دوگنی رحمت کی نوید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور (سچے دل سے) ایمان لے آؤ اس کے رسول پر اللہ تمہیں عطا فرمائے گا دو حصے اپنی رحمت سے اور بنادے گا تمہارے لیئے ایک نور جس کی روشنی میں تم چلو گے اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ (سورۃ الحدید، آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم جب خفیہ مشورہ کرو تو مت کرو گناہ اور زیادتی اور رسول (کریم) کی نافرمانی کے متعلق، بلکہ نیکی اور تقوی کے متعلق مشورہ کیا کرو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کی (بارگاہ میں) تمہیں جمع کیا جائے گا۔ (سورۃ المجادلہ، آیت ۹)

اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللّٰهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ، جس طرح کہا تھا عیسیٰ بن مریمؑ نے اپنے حواریوں سے، کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں؟ حواریوں نے جواب دیا، ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں، پس ایمان لے آیا ایک گروہ بنی اسرائیل سے اور دوسرے گروہ نے کفر کیا، پھر ہم نے مدد کی جو ایمان لائے دشمنوں کے مقابلہ میں، بالآخر وہی غالب رہے۔ (سورۃ الصّف، آیت ۱۴)

آتشِ دوزخ سے بچو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تند خو، سخت مزاج ہیں، نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔ (سورۃ التحریم، آیت ٦)

☆☆☆

اہلِ طریقت کے لئے

ستر احادیث رسولِ اکرم ﷺ

علم کی اہمیت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اس وقت خدا کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہ آ جائے۔

تفقُّہ اور بصیرت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاالْقَاسِمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُكُمْ اِسْلَامًا اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا اِذَا فَقِهُوْا۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا: تم میں سے اسلام میں بہتر وہ ہیں جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھے ہوں، جبکہ وہ دین کی بصیرت رکھتے ہوں۔

علم اور عمل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا اَخَافُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَّتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَۃِ وَیَعْمَلُ بِالْجَوْرِ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس امت پر ہر منافق (کے شر) سے ڈرتا ہوں جو باتیں تو علم وحکمت کی کرے لیکن کام اس کا ظلم وجور کا ہو۔

دین فطرت

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَدْیَانِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ: اَلْحَنِیْفِیَّۃُ السَّمْحَۃُ۔ (احمد، ادب المفرد، طبرانی)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: تمام دینوں میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا دین کونسا ہے؟ فرمایا: حنیفیت جو نہایت سہل اور آسان ہے۔

اللہ پر ایمان

عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قُلْ لِّیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْہُ اَحَدًا بَعْدَکَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیجئے کہ آپؐ کے بعد پھر میں کسی سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ (میں اللہ پر ایمان لایا) پھر (اسی پر) جمے رہو۔

خدا کی عظمت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْبِضُ اللّٰہُ الْاَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَیَطْوِی السَّمَآءَ بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ۔ (بخاری، مسلم، احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے قبضہ میں لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔

غیرتِ حق

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یُغَارُ وَغَیْرَۃُ اللّٰہِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ کوئی مومن ایسا کام کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔ (یعنی اللہ کو وہ برا معلوم ہوتا ہے)

خدا کی محبت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ: اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی، یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے تمام ماسوا اسے زیادہ محبوب ہوں، اسے جس شخص سے محبت ہو اللہ ہی کے لئے محبت ہو، اور کفر کی طرف پلٹنا اسے اتنا ناگوار ہو جتنی ناگوار اسے یہ بات ہے کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

خدا کا خوف

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔
(احمد، ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں اور جس حال میں رہو، خدا کا ڈر رکھو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا یَشَآءُ۔ (بیہقی، طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، وہ جیسا چاہے مجھ سے گمان قائم کرلے۔

اللہ کی اطاعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ۔ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب بزرگ و برتر فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات میں مینہ برساؤں (جب کہ وہ سو رہے ہوں) اور دن کو آفتاب نکالوں اور بادل گرجنے کی آواز انہیں نہ سناؤں۔

ایمان بالقدر اور اس کی اہمیت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَهٗ وَمَا اَخْطَاَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَهٗ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ تقدیر پر اس کے خیر و شر کے ساتھ ایمان نہ لائے اور جب تک یہ نہ جان لے کہ جو (خیر و شر) اس کو پہنچ گیا یہ ناممکن تھا کہ اسے نہ پہنچتا اور جو نہیں پہنچا یہ ممکن نہ تھا کہ اس کو پہنچ جاتا۔

رسالت پر ایمان

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ طَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (شرح السنۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس (شریعت) کے تابع ہو جائے جسے لے کر میں آیا ہوں۔

آپ کی محبت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

درود وسلام

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

غلو سے پرہیز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کو حد سے بڑھا دیا، میں تو بس اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

آپ ﷺ کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو، اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے احد کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہؓ کے ایک مد یا نصف مد کو بھی نہیں پا سکتا۔

تلاوتِ قرآن کریم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔ (ترمذی، دارمی، حاکم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے اندر قرآن میں سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کے مانند ہے۔

قرآن پر عمل

عَنْ صُھَیْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ شخص جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا۔

آثارِ قیامت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔(مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک کہ ایسا وقت نہ آجائے کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قیامت قائم نہیں ہوگی کسی ایسے شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہو۔

جنت و دوزخ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَأَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ ھَارِبُھَا، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا۔(ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا سوتا ہو، اور نہ جنت جیسی کوئی چیز دیکھی ہے جس کا طالب سوتا ہو۔

مومن کی تصویر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَأْلِفُ وَلَا یُؤْلَفُ۔(احمد، بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن محبت والفت کا مسکن ہوتا ہے، اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ کسی سے محبت کرے اور نہ اس سے کوئی محبت کرے۔

نماز کی حقیقت اور اہمیت

عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِھَا۔(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: اے بلال! نماز قائم کرو تا کہ ہم اس سے راحت حاصل کریں۔

نماز کے آداب

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ اُطِیْلَھَا فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ لِمَآ اَعْلَمُ مِنْ وَجْدِ اُمِّہٖ مِنْ بُکَآئِہٖ۔(بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے طویل کروں اتنے میں بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو میں اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس لئے کہ میں اس تکلیف کو جانتا ہوں جو اس کی ماں کو اس کے رونے سے ہوگی۔

نمازِ باجماعت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ۔(بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھی اور برابر کیا کرو کیوں کہ صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنا نماز کی اقامت کا جزو ہے۔

امامت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔ (بیہقی، دار قطنی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو بہتر ہوں انہیں اپنا امام بناؤ کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے نمائندے ہیں۔

زکوٰۃ کی اہمیت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا خَالَطَتِ الزَّكوٰةُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ (مسند شافعی، بخاری، تاریخ کبیر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: صدقہ (زکوٰۃ) جب کسی مال میں مخلوط ہوگا (نکالا نہ جائے گا) تو وہ اس کو تباہ کر کے چھوڑے گا۔

انفاق کے آداب

عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِىْ وَلَا تُحْصِىْ فَيُحْصِىَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَلَا تُوْعِىْ فَيُوْعِىَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اَرْضَخِىْ مَا اسْتَطَعْتِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرچ کرتی رہو، گنو مت، اگر تم اس طرح حساب کر کے دوگی تو اللہ بھی تمہیں حساب ہی سے دے گا اور دولت کو روکو مت، ورنہ خدا بھی تم سے مال روک لے گا، کشادہ دستی سے تم سے جتنا ہو سکے دیتی رہو۔

روزہ کی حقیقت

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ فِىْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللّٰهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ اللہ کی دی ہوئی رخصت کے بغیر نہ رکھے تو ساری عمر یا سارے زمانہ کے روزے بھی اسے پورا نہ کر سکیں گے۔

اعتکاف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کو اٹھالیا، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج (اہتمام سے) اعتکاف کرتی رہیں۔

حج کی حقیقت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَايُوْجِبُ الْحَجَّ؟ فَقَالَ: اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: زادِ راہ اور سواری۔

دعا کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔(ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ باوقعت نہیں ہے۔

آداب دعا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔(ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے یارسول اللہ! فرمایا: جورات کے آخری حصہ میں کی جائے اور جو فرض نمازوں کے بعد کی جائے۔

توبہ واستغفار

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّآئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔

ذکر اللہ کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ۔(بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔

ذکر کے بعض پاکیزہ کلمات

عَنْ سُمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔(مسلم)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام کلموں میں یہ چار افضل ہیں ”سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ اور ”اللّٰهُ اَكْبَرُ“۔

اسلام میں اخلاق کی اہمیت

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔(شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خدا نے مجھے اخلاقی خوبیوں اور اچھے کاموں کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے۔

انسانی اخلاق

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهُ قَالَ: اٰخِرُ مَآ اَوْصَانِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اَنْ قَالَ لِیْ، اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ يَامُعَاذَ بْنِ جَبَلٍ۔(موطا امام مالک)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری وصیت جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے کی جب کہ میں رکاب میں پاؤں رکھنے لگا تھا وہ یہ تھی: اے معاذ بن جبلؓ! اپنے اخلاق کو لوگوں کے لئے بہتر رکھنا۔

اخلاص

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو اسے درجۂ شہادت حاصل ہو جائے گا گو اس کی نوبت نہ آئے کہ وہ شہید ہو۔

علم

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَّسْمَعُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا پیٹ بھلائی (علم وحکمت کی باتوں) سے کبھی بھرتا نہیں، وہ اسے سنتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بالآخر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

حکمت ومعرفت

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ خَلَّادٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِى الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور ابوخلاد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا ہوئی ہے تو اس کی قربت اختیار کرو کیوں کہ اسے حکمت القا ہوتی ہے۔

شکر واحسان شناسی

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ حَتّٰى تَرِمَ اَوْ تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَآ اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے قدم ورم کر آتے یا پھول جاتے، اس کے متعلق آپ ﷺ سے گزارش کی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ ’’کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں‘‘۔

صدیق کی شان

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْبَغِىْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدیق کی شایانِ شان نہیں کہ وہ بہت لعنت کرنے والا ہو۔

یقین وایمان

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بہت سے پراگندہ بال وغبار آلود لوگ جنہیں دروازوں سے

دھکے دے کر ہٹا دیا جاتا ہے ایسے ہیں کہ اگر وہ (کسی بات کے لئے) خدا کی قسم کھالیں تو لازماً خدا ان کی قسم پوری کردے۔

خوفِ خدا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَیْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔(ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوسکتی، ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سی رو پڑی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے خدا کی راہ میں نگہبانی کرتے ہوئے رات گزاری ہو۔

تقویٰ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی۔(احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی ذات سے نہ کسی گورے کے مقابلے میں اچھے ہو اور نہ کسی کالے کے مقابلہ میں، البتہ تقویٰ کی وجہ سے تمہیں کسی پر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔

غیرت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا یَأْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔(بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ غیرت مند ہے اور مومن بھی غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ کی غیرت کا مقتضا یہ ہے کہ مومن اس کام کو نہ کرے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

شرم وحیا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔(بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبوتِ سابقہ کے کلام میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک یہ ہے، جب تم نے شرم کو اٹھا کر رکھ دیا تو اب جو چاہو کرو۔

توکل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَعْقِلُهَا وَاَتَوَکَّلُ اَوْ اُطْلِقُهَا وَاَتَوَکَّلُ؟ قَالَ: اِعْقِلْهَا وَتَوَکَّلْ۔(ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل اختیار کروں یا اسے چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے باندھو، پھر توکل اختیار کرو۔

قناعت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ۔(مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوگیا وہ شخص جس نے اسلام کو اختیار کیا، رزق بھی بقدر ضرورت اسے ملا اور خدا نے اسے اس پر قانع بھی بنادیا جو کچھ اسے عطا کیا۔

فکر و غم

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا یُصِیْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَّصَبٍ وَّلَا نَصَبٍ وَّلَا سَقَمٍ وَّلَا حَزَنٍ حَتّٰی الْهَمِّ یُهِمُّهُ اِلَّا کُفِّرَ بِهٖ مِنْ سَیِّاٰتِهٖ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ مومن کو جو تکلیف، تعب، بیماری اور رنج ہو یہاں تک کہ وہ فکر بھی جو اسے ہوتی ہے، لازماً اس کے سبب سے اس کی بُرائیاں اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔

شہرت سے پرہیز

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار، غنی اور گمنام بندے کو پسند فرماتا ہے۔

عزتِ نفس

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهٗ، قَالُوْا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ: یَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَآءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ خود کو کیسے ذلیل کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی آزمائش میں خود مبتلا ہوجائے جس کے متحمل ہونے کی اس میں طاقت نہ ہو۔

قوت و شجاعت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ مِنِّیْ هٰذَا فَمَنْ یَّاْخُذُ بِحَقِّهٖ یَعْنِیْ سَیْفًا فَاَخَذَهٗ اَبُوْدَجَانَةَ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون مجھ سے یہ تلوار لے گا؟ اس کو وہ شخص لے جو اس کا حق ادا کرے! پھر اس کو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔

ثبات و استقامت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ۔ (بخاری و مسلم) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔

غصہ پر قابو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا، قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (بخاری، موطا امام مالک)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپؐ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ نہ کر، اس شخص نے کئی بار یہی درخواست کی اور آپؐ نے ہر دفعہ یہی ارشاد فرمایا، غصہ نہ کر۔

مصائب میں صبر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصَابُ فِیْ وَلَدِهٖ وَحَآمَّتِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَتْ لَهٗ خَطِيْئَةٌ ۔

(موطاامام مالک)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کو اپنی اولاد اور اپنے اعزہ کے سلسلہ میں رنج ومصیبت پہنچتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

تواضع وانکساری

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی، اور خدا کسی بندے کے عفو اختیار کرنے کی وجہ سے اس کی عزت ووقار ہی میں اضافہ فرماتا ہے، اور کوئی شخص خدا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو خدا لازماً اسے بلند کر دیتا ہے۔

انفاق

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً صدقہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

عفو ودرگزر

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ يُّصَابُ بِشَیْءٍ فِیْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا: جس کسی شخص کے جسم کو زخمی کیا گیا اور وہ اس کو معاف کر دے جس نے اسے زخمی کیا ہو تو اللہ تعالیٰ لازماً اس کا درجہ بلند فرماتا اور اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

شفقت ورحمت

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

جانوروں پر رحم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ عَرَضًا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی جاندار کونشانہ مت بناؤ۔

حسن معاملہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو نرمی اور فیاضی سے کام لیتا ہے جب کہ وہ بیچتا ہے اور خریدتا ہے اور جب تقاضا کرتا ہے۔

غیبت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّارَةٌ مِنَ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهٗ۔ (جامع صغیر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

چغلی

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا۔

شماتت

عَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو کہ اس طرزِ عمل پر خدا اس پر رحم فرمائے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کردے۔

حسد

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ الْعُشْبَ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد سے بچو! کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے، یا فرمایا: گھاس کو کھا لیتی ہے۔

چوری

عَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَا مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُوْلاً يَّاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جس کسی کو ہم عامل مقرر کریں اور کچھ کام لیں اور وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے بڑھ کر کوئی حقیر چیز چھپا رکھے تو یہ بھی چوری میں داخل ہے، وہ قیامت کے روز

اس کو لئے ہوئے حاضر ہوگا۔

بدنگاہی

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: یَاعَلِیُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ، فَاِنَّمَا لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: اے علی! (کسی اجنبی عورت پر) دوبارہ نظر نہ ڈالنا، پہلی نگاہ تو تمہاری ہے، دوسری تمہاری نہیں ہے۔

رشوت

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔

☆☆☆

مناجات

از حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نہیں میرا کوئی حامی خداوندا سوا تیرے
سناؤں کس کو میں حالِ پراگندہ سوا تیرے

پھنسا ہے مرغِ دل بے طرح میرا بندِ عصیاں میں
چھڑادے کون کس سے یہ کھلے پھندا سوا تیرے

رگ و ریشہ ہے میرے قلب کا آلودۂ عصیاں
کسی سے ہو سکے کیا پاک یہ گندہ سوا تیرے

زمیں کیا آسماں کیا کوہ کیا گلزار و صحرا کیا
سبھی ہو جائیں گے اک دن پراگندہ سوا تیرے

ظہور ''کل شیء ہالک'' برپا ہے عالم میں
نہیں موجود کوئی چیز پائندہ سوا تیرے

نگینِ دل سے مٹ جائے نشانِ عالمِ فانی
کسی شئے کا نہ نقش اس میں رہے کندہ سوا تیرے

نہ ہو مطلب کسی سے یاد تیری میری ہمدم ہو
نہ کوئی کام ہو مجھ کو نہ کچھ دھندا سوا تیرے

گناہ جتنے بھی ہوں لیکن بتا سکتا ہوں ہاں اتنا
کرم ہیں میرے جرموں سے خداوندا سوا تیرے

حسنؔ در پر ترے فریاد لایا نفسِ سرکش کی
مدد چاہے بھلا کس سے ترا بندہ سوا تیرے

(۱) ''حسنؔ'' خواجہ صاحب کا پہلا تخلص ہے۔

زندگی کا مقصد رضائے الٰہی

قرآن کریم کا مخاطب اول انسان ہے، وہ انسان جو مسجودِ ملائکہ ہے اس کے لئے حکم ہوا ”ہم نے نیکی اور بدی اسے الہام کر دی“۔ نیکی اور بدی الہام ہوئی، انسان کو اب اختیار ملا کہ نیکی کو اپنائے یا بدی کو، گویا اس دائرۂ کار میں یہ پیکر خاکی مختار ٹھہرا، جزا و سزاء انسان کا مقدر ہوگئی، باز پرس کے ابواب کھلے، اب زندگی بے معنی نہ رہی، انسان کی ہر حرکت اور ہر قدم حساب و کتاب کا متحمل ہوا، کیوں نہ ہوتا چونکہ بدن کی ساخت ہی ایسی عطا ہوئی جسے الہامی دستور کے تابع کرنے کا حکم ہوا، الہامی و آفاقی دستور العمل کی اتباع ہی نیکی پر قائم اور بدی کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ بنی، حکم ہوا ”جو رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں اسے پکڑ لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ“۔

یہی دستور العمل کی روح قرار پائی، برائی سے رکنا یا روکنا معمولی بات نہیں ہے، یہ عطائے الٰہی اور رب کی جانب سے مرہون منت ہے، ایک جانب شیطان کھلا دشمن اور دوسری جانب خود نفس انسانی، جو تین کیفیتوں یا حالتوں سے عبارت ہے، خواہشات و آرزوؤں کے تلاطم میں ہو تو برائی کی جانب رغبت دلائے، عیب کو ہنر بنا کر دکھائے، پتھر بھی سونا نظر آئے اور اس طرح اس عظیم سبق کو آدمی بھول جائے کہ ”فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو رزائل سے پاک کر لیا، بے شک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے گناہوں میں ملوث کیا“۔

نفس برائی سکھاتا ہے

قرآن کریم میں ایک مقام پر فرمایا گیا ”بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے“ یہ بھی نبی ﷺ کی زبانی ادا ہوا ہے، عام انسان چہ معنی دارد، اللہ کی رحمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی مکمل طور پر اطاعت ہی آدمی کو تزکیۂ نفس اور کردار سازی کی طرف مائل کرتی ہے، چونکہ بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد میں سے مقصد ثانی تزکیۂ نفس ہے، تزکیۂ نفس اسی وقت ممکن ہے جب بندہ اعمال بالارکان کا حقیقی معنوں میں ادراک رکھتا ہو، چونکہ ایمان کی پہلی منزل اگر اقرار باللسان یعنی زبان سے ”لا الله الا الله“ کا اقرار ہے تو دوسری منزل تصدیق بالقلب اور تیسری منزل اعمال بالارکان ہے، اعمال بالارکان سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اعضائے رئیسہ عطا کئے ہیں، انہیں اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق بروئے کار لانا یعنی قلب و زبان، دست و شرمگاہ وغیرہ، یہ ارکان شریعت محمدی ﷺ پر جوں جوں اپنی گرفت مضبوط کرتے ہیں ویسے ویسے انسان کے اندر ایک تزکیۂ نفس کا پیدا ہونا فطری ہو جاتا ہے، نتیجتاً ایک ایسا صالح انسان تشکیل پاتا ہے جس کا ظاہر و باطن منور ہوتا ہے، رضائے الٰہی اس کا مقصد بن جاتا ہے، ایسے انسان کے لئے حضور اکرم ﷺ نے جنت کی ضمانت عطا فرمائی جو مختلف احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں واضح ہے۔

جنت کی ضمانت

ارشاد ہوتا ہے: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز یعنی زبان اور دوسرے شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

غورطلب امر یہ ہے کہ انسانی بدن میں زبان اور شرمگاہ دونوں اہم ہیں، زبان اگر آزاد ہوجائے، بولنے سے پہلے تولنے کا عمل ندارد ہوجائے تو ہر قسم کی لغویات، تہمت بازی، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، عیب جوئی، طعن وتشنیع، بداخلاقی، امراضِ قلب کی سیاہی اور ذہنی تاریکی کوفزوں تر کر دیتے ہیں، گویا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کا انسان ایک عضو کی وجہ سے ہر لمحہ مرتکب ہوتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بُری بات کا ظاہر کرنا۔

اگراس کی حفاظت شریعت کے مطابق ہوتو یہی زبان اس قدر عزیز ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی ضمانت کا اعلان فرماتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

چھ چیزوں کی ضمانت

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے، سیدنا عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں گا! جب تم گفتگو کرو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، امانت کو واپس لوٹاؤ، شرمگاہ کی حفاظت کرو، آنکھوں کو جھکا کر چلو اور اپنے ہاتھ کو ظلم وستم سے روکے رکھو۔ (مسند احمد)

اس حدیث کی رو سے صدق اور ایفائے عہد کا تعلق صرف زبان سے ہے، امانت کی ادائیگی کا تعلق ہاتھ سے ہے اور غض بصر آنکھ سے متعلق ہے، حفظ فرج شرمگاہ کی حفاظت سے تعلق رکھتا ہے، گویا زبان کی حفاظت، ہاتھ کی حفاظت، آنکھ کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے سے آدمی ضمانت رسول ﷺ کا حقدار ٹھہرتا ہے، ان احادیث کی روشنی میں تزکیۂ نفس کی منزل آسان ہوجاتی ہے۔

اگراس کی حفاظت شریعت محمدی ﷺ کے مطابق ہوتو یہی زبان اس قدر عزیز ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت کی ضمانت کا اعلان فرماتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے، اور پھر تزکیۂ نفس کی منزل آسان ہوجاتی ہے، زبان کی پاکیزگی قلب کو پاکیزہ بنادیتی ہے، صداقت کے زمزمے زبان سے جاری ہونے لگتے ہیں، شرمگاہ کی حفاظت سے مراد ہے اس سے وابستہ برائیوں سے مکمل اجتناب کیا جائے تاکہ شرمگاہ کو کنٹرول کیا جاسکے اور قوانین الٰہی کا پابند بنایا جائے تاکہ ہم حقیقی معنوں میں ضمانت نبوی ﷺ کے حقدار ٹھہریں، مزید یہ کہ جب آقائے دوجہاں ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز لوگوں کو کثرت سے جہنم میں داخل کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔ یعنی یہ دوعضو بے لگام کرنے سے دونوں عالم غارت ہوتے ہیں، آخرت میں ہمیشہ کی ذلت آدمی کا مقدر بنتی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی نافرمانی جو غضب الٰہی کو دعوت دیتی ہے اور انسان وحیوان میں تمیز مٹاتی ہے، امت مسلمہ کی اکثریت صرف اپنے دو اعضاء کو بے قابو کر دینے سے جہنم کو اپنا مقدر بنائے گی چونکہ زبان اور شرمگاہ یہ انسانی جسم میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان پر قابو اسی وقت ہوسکتا ہے جب آدمی اپنے آپ کو دستورالعمل کے تابع رکھے، پیٹ کو حرام سے پُر نہ کرے، صوفیائے کرام سیر ہوکر کھانا کھانے کو سخت ناپسند کرتے ہیں، چہ جائیکہ حرام وحلال کا امتیاز ختم کر دیا جائے، اکلِ حلال وہ روشنی ہے جو قلب وجان کو منور کرتی ہے اور شکم سیری ایک ایسا وبال ہے جو خواہشاتِ نفس کے تلاطم میں مدوجزر پیدا کر کے نفس کو بے قابو کرتی ہے۔

تزکیۂ نفس اور کردار سازی

تزکیۂ نفس اور کردار سازی کے حوالے سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی کس قدر اہمیت کا حامل ہے، سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی

جماعت میں ارشاد فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں! میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ، پیٹ اور زبان۔

مطلب یہ کہ نماز کی بروقت ادائیگی، سستی اور کاہلی کو چھوڑ دینا، جب مال نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ ادا کرنا، حقدار کو اس کی امانت لوٹا دینا، شرمگاہ کی حفاظت کرنا، پیٹ کی حفاظت اس طرح کرنا کہ ایک لقمہ حرام پیٹ میں داخل نہ ہونے پائے، چونکہ عبادت اکلِ حلال کے بغیر بے اثر ہے، عبادت کی روح اکلِ حلال ہے اور شکم سیر ہوکر کھانا خواہشاتِ نفس کی پرورش کے مترادف ہے، یہی دین ودنیا میں کامیابی کا سرچشمہ اور یہی حاصل کائنات ہے۔

اپنے متعلقین اور فرزندوں کو تاکید

بندہ راقم الحروف اپنے متعلقین اور شاگردوں اور مجلس میں شریک ہونے والے احباب سے نیز اپنے فرزندوں عزیزم ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی، مولوی محمد عثمان حبان قاسمی اور الحاج حکیم محمد عدنان حبان سلمہم کو تاکید کرتا ہے کہ اپنی زندگی کو قرآن وسنت کے احکامات سے سجالو، اور علماء کرام اور مشائخ عظام کی صحبت اختیار کر کے تقویٰ، اخلاص، تزکیہ نفس سے قلوب کی صفائی کو لازم پکڑلو، ہر وقت دل پر اور دل کے حالات پر متوجہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تو نہیں؟ اگر غافل ہے تو خوابِ غفلت سے بیدار ہوجاؤ، اگر دل ذکر اللہ میں مشغول ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہمارے دل کو اپنے ذکر کی لذت سے آشنا کردیا ہے۔ یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ ہمارا اپنا کردار اور عمل ہی ہماری نجات کا ضامن ہے جب تک اخلاص وللّٰہیت کا پیکر نہ بنوگے، آخرت میں کامیابی محال ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

رجوع الی اللہ میں

انسان کی کامیابی اور فلاح وبہبودگی ہے

ہم لوگ (راقم الحروف) بہت چھوٹے تھے، غالبًا بغدادی قاعدہ پڑھتے تھے، ہمارے ایک استاد تھے جو جامع مسجد خورد (بھورے والی مسجد) چرتھاول میں مکتب پڑھایا کرتے تھے، وہ اکثر بچوں کو وضو بنانے کا حکم دیتے اور ان سے معصوم ہونے کی بنا پر غالبًا دعا کراتے تھے، کہ ایک تو معصوم اور دوسرے طالب علم ان کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے، شاید یہی سوچ کر جب بھی کبھی ان پر مصیبت آپڑتی وہ طلباء کو مسجد کے صحن میں دعا مانگنے کے لئے بٹھا دیا کرتے تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک بار انہوں نے ہم سب بچوں کو بٹھا کر سمجھایا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو! اے اللہ! قاری صاحب کی مصیبت کو ختم کردے! بچے دعا مانگنے لگے لیکن کچھ ہی دیر گزری تھی کہ قاری صاحب نے ناراض ہوکر فرمایا: بس کرو بس کرو، تم تو مجھے مارنا چاہتے ہو!

ہوا یہ تھا کہ بچے مصیبت کا لفظ تو بھول گئے اور دعا مانگنے لگے، اے اللہ قاری صاحب کو ختم کردے! اے اللہ قاری صاحب کو ختم کردے! جب یہ واقعہ یاد آتا ہے تو ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت ہم لوگوں کو دعا کا شعور نہیں تھا، لیکن قاری ارشاد صاحب شیرپوری کی دل میں قدر ہوتی ہے کہ وہ اپنی

مصیبت کو لوگوں سے نہیں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے، کاش ہم میں آج ایسی صفات پیدا ہو جاتیں اور ہمارا براہِ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا، تو اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں دیر نہیں ہوا کرتی۔

الحاج محی الدین صاحب سعادہ

ایسے ہی ہمارے ایک دیرینہ رفیق جناب الحاج عارف محی الدین سعادہ ہیں، بھٹکل کے رہنے والے ہیں، تاجر آدمی ہیں متقی پرہیز گار، چہرہ بشرہ سے نور ٹپکتا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا جب بھی کوئی پریشانی ہوتی ہے دوڑے دوڑے آتے ہیں اور کہتے ہیں حکیم صاحب! دعا کرائیے مدرسہ کے طلباء اور اساتذہ سے، اور ایک بکرا میری طرف سے صدقہ بھی کرادیجئے، کتنی بڑی بات اور کیسی سعادت مندی ہے کہ اپنے ہر کام میں اور اپنی ہر رکاوٹ میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ میں کبھی ان کی دکان کی طرف سے گزرتا ہوں تو یہ تصور کر کے کہ ایک نیک اور صالح تاجر سے ملنا اور ملاقات کرنا بھی عبادت ہے ضرور مل کر آتا ہوں اور ان کی دوکان پر دعا بھی کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے۔

اس طرح کے حضرات امت کا سرمایہ ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، اہل طریقت کے یہی احوال تو ہوتے ہیں کہ وہ کبھی اللہ سے غافل نہیں رہتے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

زندگی کا ہر سانس ایک خزانہ ہے

○ اے وہ شخص جو اپنی توبہ کو مؤخر کر کے ٹالتا ہے، آخر کس دن کے لئے توبہ کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے؟ کیا تو یہ کہتا ہے کہ بوڑھا ہو جاؤں گا تب توبہ کروں گا، زندگی کے ایام گذر رہے ہیں، ہر دن انابت اور توبہ پر ابھارتا ہے لیکن اعتبار کسی دن کا نہیں، جب بھی تو سچی توبہ کرنے لگے گا تو خواہشاتِ نفسانی کا لشکر تجھ پر حملہ آور ہو کر تجھے شکست سے دوچار کرے گا، افسوس! اپنے آپ کو استغفار سے معطر کر کے گناہوں کی بدبو نے تجھے رسوا کر دیا ہے، اپنی خواہشات کا گلہ حوصلہ وہمت کی چھری سے ذبح کر دے، کیوں کہ جب تک خواہشات زندہ ہیں تیرا قلب محفوظ نہیں۔

○ آنسوؤں کی سیاہی سے حسن ظن کو لکھ، اس کی طرف جو اس کو درست ثابت کرے اور اپنی توبہ میں یعقوب علیہ السلام جیسا حزن وملال یا یوسف علیہ السلام جیسی پاکبازی اور خواہشات سے بچاؤ پیدا کر ورنہ برادرانِ یوسف جیسی ذلت وخواری پیدا کر، جب انہوں نے کہا تھا: ''وتصدق علینا''۔

○ زندگی کے ایام ساعات کی صورت میں اور ساعات سانسوں کی شکل میں پیش کئے جائیں گے، ہر سانس ایک خزانہ ہے، پس احتیاط کر، کہیں کوئی سانس بغیر عمل کے نہ گذر جائے، ورنہ قیامت والے دن خزانہ خالی دیکھ کر تجھے پشیمان ہونا پڑے گا۔

(الفقۃ الکد، ص۱۴)

○علم اور عمل جڑواں چیزیں ہیں ان دونوں کی ماں بلند ہمتی ہے، اے نوجوان! علم حاصل کر کے اپنے وقت کو قیمتی بنا اور اسے عمل کے زیور سے آراستہ کر، اگر تو میری یہ نصیحت قبول کرے گا تو تجھے بلندیاں اور اسرار حاصل ہوں گے، اپنے علم پر عمل نہ کرنے والا شخص اس سے لاعلم ہوتا ہے کہ اس کے پاس کیا ہے، دیکھو اگر زکام ہو تو ہاتھ میں خوشبو پکڑنے والے کو اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا، ایک عالم کے قلب کا سمندر الفاظ کے ساحل پر جواہر اور موتی پھینکتا ہے جسے لوگ اٹھاتے ہیں، علماء دنیا میں غریب الوطن ہیں، اس لئے کہ دنیا میں جاہلوں کی کثرت ہے، عالم کی تصنیف اس کی لازوال اولاد (کی مانند) ہے اور عالم ''علم'' ہے، اے معلم! مبتدی طالب علم کو مضبوط کر، پس عالم راسخ اور متعلم قلق (پریشانی) کا شکار رہتا ہے۔ (اللطائف فی الوعظ، ص۴۳)

والدہ کی بدولت نیکی وراثت میں ملی ہے

میرے استاد محترم جو میرے نسبتی برادر بھی ہیں اور سمدھی بھی جن کو لوگ منشی محمد عالم صاحب کے نام سے جانتے ہیں ولایت ان کو اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ اور والد صاحب قبلہ منشی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملی ہے۔ دنیا سے بے ثباتی اور اپنی زندگی کے ہر لمحے کو قیمتی بنانے میں ان سے زیادہ کسی کو مستعد نہیں پایا۔ سادگی کا پیکر اور دنیا کی مکروہات سے بے نیاز، کسی سے انتقامی جذبہ اور غصہ، بغض، ہرگز مزاج میں نہیں۔ جب بھی بات کرو، تو آخرت کی فکر اور دنیا کی فنائیت کا ضرور ذکر کرتے ہیں ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا منشی محمد عالم رحیمی مدظلہ کو تادیر باقی رکھے۔ آمین، اور ان کے فیوض و برکات کو عام فرمائے آمین۔ موصوف حضرت شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے بیعت ہیں۔ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

اپنے رب کے حضور

گناہوں کا اعتراف ہی توبہ کی اصل ہے

شیخ الطریقت مولانا اسرار الحق خاں صاحب — کے ایک بیان کا ٹکڑا

دیکھو نفس اپنی شرارتوں اور گناہوں پر عذرداری کا پردہ ڈال دیتا ہے، اس لئے کہ کبر اور برائی نفس کو عزیز ہیں، وہ ان کو کھونا نہیں چاہتا، اس لئے عذر کے ذریعہ اپنی خطا اور جرم پر پردہ ڈالتا ہے اور انہیں تسلیم نہیں کرنا چاہتا، دیکھو انبیاء علیہم السلام معصوم اور بے گناہ ہیں، عزیز مصر کی بیوی دروازہ بند کر کے انہیں دوڑا رہی ہے، یوسف علیہ السلام اپنے رب کے خوف وخشیت سے تھراتے ہیں، گھبراتے بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف جارہے ہیں، گناہ کا ایک شائبہ بھی اس معصوم ہستی کے نفس پر نہیں ہے لیکن ہائے رے بے نفسی اور اپنے رب کے سامنے بے نفسی کا اعلان، کوئی گناہ نہیں، پھر بھی کوئی عذر نہیں، فطرت نفس عیاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ'' (سورۂ یوسف، آیت ۳۴) میں اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا، بے شک نفس تو بُرائی سکھاتا ہے۔

یہ بے نفسی کی عظیم مثال ہے، ہم لوگ جن کا رواں رواں ہر پل معصیات میں ڈوبا ہوا ہے، کیا ایک لمحہ کے لئے بھی ہم اپنے محاسبہ کے لئے تیار ہیں اور اپنے

گناہوں کے اعتراف کے لئے تیار ہیں؟ بلکہ ہم تو پردہ پوشی کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں، جب کہ خوب جانتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اور دلوں کے بھیدوں سے باخبر ہے۔

گناہوں کا اعتراف ہی توبہ

''وہ خوب جانتا ہے جو تمہارے نفس میں ہے'' (القرآن) اپنے رب سے گناہوں کا اعتراف ہی توبہ کی اصل ہے، خود سرکارِ دو جہاں ﷺ جو پاک لوگوں اور معصومین کے امام ہیں، اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں: **نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا،** (ہم تعریف کرتے ہیں اس اللہ کی، اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی اللہ تبارک وتعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارت سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے) دیکھو جو نفس مطمئنہ کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں، جو گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں، جن کے نفس کی پاکی میں شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا وہ بھی اپنے نفس کی شرارت وسرکشی سے تھراتے اور کانپتے ہوئے اپنے رب کی پناہ چاہتے ہیں، بس بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے، آؤ ہم سب لوگ اپنی جبین کو اپنے آقا ومولیٰ، عادل ومہربان رب (جو ہماری ماؤں سے ستر گنا سے بھی زیادہ محبت اور پیار کا اعلان کرتا ہے) کے قدموں میں سر رکھ دیں۔ (ماہانہ تزکیۂ نفوس، اکتوبر تا دسمبر)

حضرت مولانا اسرار الحق خان صاحب — وصال فرما چکے، بنگلور میں حضرت والا کی ہر سال آمد ہوتی تھی، شہر اور اطراف شہر سے ہزاروں مریدین ومتوسلین حاضر ہوکر شرفِ نیاز حاصل کرتے، بندہ راقم الحروف (محمد ادریس حبان رحیمی) نے حضرت کی بار بار زیارت کی اور شرفِ ملاقات حاصل کیا، آپ صاحب کشف

وکرامات بزرگوں میں سے تھے اور قرآن وسنت کو ہر معاملہ میں ترجیح دیتے، مسلک کے اعتبار سے نہایت نرم مزاج رکھتے، شدت پسندی کو سخت ناگواری سے دیکھتے، اصلاحِ حال کے لئے متفکر رہتے، آنے والے ہر شخص کا اکرام اور اس کے مرتبہ کے موافق شفقت وعنایت اور محبت فرماتے۔

آخری بار حاجی جاناں کے مکان دارالسرور واقع بسویشوانگر میں ملاقات ہوئی تھی، نہایت اکرام سے اپنے قریب بٹھا کر دعائیں دیں، حالات معلوم کئے۔ افسوس حضرتِ والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آخرت کو اپنا مسکن بنا چکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے محبوب ترین بندوں میں شمار فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

نعمتوں کی قدردانی سے اضافہ ہوتا ہے

سورۂ کوثر میں آیت ٦ سے ٨ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بے شک تم ضرور دیکھو گے اور یقین کی آنکھ سے دیکھ لوگے پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔

جولوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے غافل ہو کر زندگی گزارتے ہیں انہیں جہنم کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ سزا یقینی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں جو نعمتیں دی ہیں ان کی باز پرس ہوگی، ان میں کھانے پینے، لباس ومکان، بیوی، اولاد، حکومت، عزت، سماعت وبصارت سبھی نعمتیں شامل ہیں۔

حدیث شریف میں پانچ سوالوں کا ذکر ہے (١) عمر کن کاموں میں گزاری، (٢) جوانی کس طرح بسر کی، (٣) مال کہاں سے اور کس طرح سے کمایا، (٤) کمایا ہوا مال کہاں اور کس طرح خرچ کیا، (٥) جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ یہ سورۃ ہزار آیتوں کے برابر ہے۔ (معارف القرآن)

اس دور میں انسان صرف ان پانچ باتوں کو ذہن ودل میں رکھ لے اور پھر زندگی گزارے تو تمام گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور قناعت پسندی اس کے مزاج

میں آسکتی ہے۔ اس فقیر نے اپنے کئی اساتذۂ کرام کو دیکھا کہ ان کی تنخواہیں نہایت قلیل تھیں، آخیر ماہ میں زندگی بڑی عسرت کے ساتھ گذرتی تھی لیکن کبھی کسی کے سامنے اف تک نہ کی اور ظاہر نہ ہونے دیا، ہمیشہ خوش وخرم رہے۔

آج کے دور میں دولت کی ریل پیل اور فراوانی ہے، پھر بھی لوگوں کو شکوہ شکایت کرتے دیکھا، میرے خسر حضرت منشی محمد شفیع صاحب — کے والد چھجو خاں صاحب بارہ سو بگھہ زمین کے مالک تھے، انہوں نے نہایت شاہانہ زندگی بسر کی، انتقال سے قبل تمام اولاد کو برابر حصہ تقسیم کر دیا حضرت منشی محمد شفیع کے ایک بھائی کی دغا اور دھوکہ نے ان کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیا، لیکن زندگی بھر کبھی ایک لفظ بھی شکایت کا زبان پر نہیں آیا اور بھائی سے تعلقات خراب نہیں کئے، ہمیشہ ان کی خوشی اور غم میں شریک رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر وشکر کی بدولت ان کی اولاد کو علم دین کی دولت سے سرفراز فرمایا، اور کچھ ایسی ہی صفات آپ کے فرزندان اور دختران میں آئیں۔

مولانا محمد شاہ عالم صاحب رحیمی انصاری کو شدید قسم کی بیماری لاحق ہوگئی، مسجد الکریم بنگلور کے بانی ہیں اور امام وخطیب بھی، جب مرض بڑھ گیا تو آپ کو دہلی ہسپتال میں داخل کیا گیا اور وہاں آپ کا آپریشن ہوا، مسجد کے ذمہ داران نے کہا: آپ کے پاس خرچ کا انتظام ہے؟ کہا: میرے پاس تو خرچ کا انتظام نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ مرض اس نے دیا ہے شفا کے آثار اور راستے بھی وہی نکالے گا، آپ سے بھی میں امداد کی اپیل نہیں کرتا البتہ دعا کی درخواست کرتا ہوں، بنگلور میں ان کے دوست مولانا............ سہارنپوری ایک دوسری مسجد میں امامت کرتے ہیں انہوں نے اپنی کمیٹی کے لوگوں سے بات کی اور کہا ایسے وقت میں ہمیں مولانا شاہ عالم صاحب کا تعاون کرنا چاہئے اور ایک جمعہ کی نماز میں مصلیان

سے تعاون کی اپیل کریں گے تو بڑی خطیر رقم جمع ہوسکتی ہے، وہ یہ تدبیر اور مشورہ لے کر مولانا کے پاس پہونچے، لیکن سبحان اللہ! مولانا نے صاف انکار فرمادیا کہ آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر کیسے ارادہ کیا؟ میں ہرگز اس طرح کے تعاون کو منظور نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شکایت ہے اور اس کی نافرمانی اور نعمتوں کی ناقدری ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ سے انتظام فرمایا اور روبہ صحت ہوکر بنگلور پہونچے، آج بھی الحمدللہ تعالیٰ دینی خدمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ ان حضرات کے نقشِ قدم پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بن سکتا ہے۔ فقر وفاقہ، مصائب وآلام، بیماری اور اپنے تیروں کی بے جا مخالفت سے کبھی رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے! اللہ تعالیٰ ان حالات میں صبر کرنے والوں کے درجات بڑھاتے ہیں۔ ان حضرات کی دنیا سے بے رغبتی اور بے نفسی، سالکین کے لئے نمونہ عمل ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

کب ہوتا ہے؟

قلب پر تجلیاتِ رحمانی کا نزول

اہل تصوف کے نزدیک آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ، الخ کی تشریح! جو اللہ کا قرب اور نزل خداوندی کا خواستگار ہے اور اس بے کیف وصل کا امیدوار ہے کہ مرتبۂ "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" پر پہنچ جائے۔ یعنی دو کمانوں کے برابر فاصلہ بلکہ اور بھی کم۔ "فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا" تو نیک کام کرے۔

عیوبِ نفس نیک عمل کو تباہ کردیتے ہیں، عمل میں صلاح فنائے نفس کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہ کرے، یعنی اللہ کے سوا اس کے دل کا تعلق کسی سے نہ رہے، نہ علمی تعلق نہ محبت کا تعلق، (نہ عقلی تعلق نہ جذباتی تعلق) علمی تعلق کا نام ذکر ہے اور ذکر عبادت ہے، اور محبت مقتضیٰ عبادت ہے، محبوب معبود ہے، عبادت کے معنی ہے انتہائی فروتنی اور اپنے کو حقیر سمجھنا اور محبّ محبوب کے سامنے انتہائی فروتنی کرتا ہے، گویا اس کی (پوجا کرتا ہے) پس عبادت میں شریک نہ کرنے کا مطلب ہے دل کا کسی بھی قسم کا تعلق غیر اللہ سے نہ رکھنا۔

فنائے قلب

فنائے قلب کے بعد جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا محل قلب نہیں ہوتا اس وقت تو قلب پر تجلیاتِ رحمٰن کا نزول ہوتا ہے، لیکن مادۂ تکلیف باقی رہتا ہے (بندہ اس وقت

بھی مکلّف ہی ہوتا ہے) اس لئے دوسری چیز سے اس کا تعلق باقی رہتا ہے۔ (حقیقی دل بستگی تو کسی چیز سے باقی نہیں رہتی) (مظہری، جلد ہفتم ۲۹۲ تا ۲۹۶)

شیخ عبدالقدوس قطب عالم گنگوہی —فرماتے ہیں۔ ؎

گفتِ قدوسی فقیری درفنا و دربقا
خود بخود آزاد بودی خود بخود گرفتار آمدی

وصال کی رات میں ستر بار وضو بنایا اور ہر وضو کے ساتھ دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی، انتقال سے تھوڑی دیر قبل حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا، گوشت کے جلنے کی بو آرہی ہے، تو شیخ نے اپنے خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری — سے متوجہ ہو کر فرمایا، عبدالقدوس کا دل عشقِ خداوندی میں جل کر کباب ہو چکا ہے۔ اللہ اکبر! چند منٹ کے بعد واصل بحق ہو گئے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

سالکین کے لئے

پانچ احادیث شریف اور ان کا ترجمہ

○"ان اله لا تعمل حتی تعلو" اللہ تعالیٰ (کسی کا ثواب دیتے دیتے) نہیں اکتاتے، یہاں تک کہ تم خود ہی اکتا جاؤ۔ (فتح الباری)

○"من قرأب هائمة اٰية فی ليلة كتب له قنوت ليلة" جس نے کسی رات میں ایک سو آیات کی تلاوت کی اس کے لئے اس رات کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

○"افضل الصلاة طول القنوت" افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو۔ (مسند احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ عن جابر، طبرانی، کبیر عن ابی موسیٰ وعن عمرو بن عبسہ وعن عمیر بن قتادۃ اللیثی، حدیث صحیح)

○"زينو القراٰن باصواتكم فان الصوت الحسن يزيد القراٰن حسنا" قرآن کریم کو (پڑھتے وقت) اپنی آوازوں سے مزین کیا کرو کیوں کہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کر دیتی ہے۔ (رواہ الحاکم والدارمی، وصححہ الحاکم والسیوطی فی الجامع الصغیر)

○ترمذی ونسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَدَعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ

اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھٰؤُلَآءِ الْاَرْبَعْ" اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو ڈرنا نہ جانے اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے نفس سے جو آسودہ ہونا نہ جانے، اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے، میں تیری ان چار (بلاؤں) سے پناہ چاہتا ہوں۔ (آمین یارب العالمین) بندہ راقم الحروف اپنے متعلقین کو تاکید کرتا ہے کہ جب فرصت ملے تو ان احادیث کو ضرور پڑھ لیا کریں۔

مولانا ابرار احمد قاسمی غازی آبادی

مولانا محمد عالم صاحب رحیمی کے داماد وعزیزم مولانا ابرار احمد قاسمی غازی آباد آج کے نوجوان علماء کے لئے نمونۂ عمل ہیں، جو طالب علمی کے دور میں نہایت عسرت کی حالت میں تھے، لیکن کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا خودداری اور عزتِ نفس کو ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا اور نہایت محنت اور مساعیٔ جمیلہ سے تعلیم میں مشغول رہے اور دار العلوم دیوبند سے تکمیل کی۔

ان کی نیکی اور علم وعمل کو دیکھ کر مولانا محمد عالم صاحب نے اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ آج کل اپنے کاروبار کے ساتھ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزم موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی اولاد کو نیک وصالح بنائے، آمین! (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اہل طریقت کے لئے

قرآنی قصائص

اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم السلام کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کتب وصحائف عطا فرمائے، ان کتب وصحائف میں اوامر ونواہی، احکام ومسائل کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کے حالات، شیاطین کی مکاری، حوادثاتِ زمانہ کے واقعات کی بہت سی مثالیں بیان فرمائیں! آخری پیغمبر امام الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو شانِ رسالت اور محبوبیت کے ساتھ ساتھ انبیاء ورسل کی امامت کی بڑی شان رکھتے ہیں، آپ کو قرآن پاک عطا ہوا جو مکمل ہدایت ہے اس کے بارے میں فرمایا گیا: تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اس میں وجودِ باری تعالیٰ اور وحدانیت کے دلائل، احکامات، منہیات اور امثال کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام وفرشتگانِ قدس کے واقعات اور قرونِ سابقہ امم خالیہ کے واقعات موجود ہیں، جیسا کہ ان آیات بینات سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ ترجمہ: اور خاص یہودیوں پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے ہم نے تمہیں سنائیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ ۚ ترجمہ: اور

بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا حال تم سے بیان فرمایا۔(قرآن کی اس صراحت کے ساتھ) وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ؕ ترجمہ: اور رسولوں کو جن کا ذکر آ گے ہم تم سے فرما چکے۔(قرآن شریف میں نام بنام فرما چکے)

قَالَ يَابُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ ؕ ترجمہ: کہا اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔(کیوں کہ وہ اس کی تعبیر سمجھ لیں گے) تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصَّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَائِهَا ؕ ترجمہ: یہ بستیاں ہیں (قوم حضرت نوح اور عاد وثمود اور قوم حضرت لوط وقوم حضرت شعیب کی) جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں۔(تا کہ معلوم ہو کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اپنے دشمنوں یعنی کافروں کے مقابلے میں مدد کیا کرتے ہیں) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ؕ ترجمہ: اور ہم تمہیں رسولوں کی ساری خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں (اور انبیاء کے حال اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا کا برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ؕ ترجمہ: ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لئے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ ترجمہ: ہم ان کا ٹھیک حال تمہیں سنائیں۔ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ؕ ترجمہ: ہم ایسے ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ ترجمہ: جن میں کسی کا حال تم سے بیان فرمایا (اور کسی کا حال بیان نہیں فرمایا) فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا

غَائِبِيْنَ ؕ ترجمہ: تو ضرور ہم تم کو بتا دیں گے (رسولوں کو بھی اور ان کی امتوں کو بھی کہ انہوں نے دنیا میں کیا کیا) اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيْدٌ ؕ ترجمہ: یہ بستیوں (یعنی گزری ہوئی امتوں) کی خبریں ہیں کہ ہم تمہیں سناتے ہیں (کہ تم اپنی امتوں کو ان کی خبریں دو تا کہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور ان بستیوں کی حالت کھیتیوں کی طرح ہے) ان میں کوئی کھڑی اور کوئی کٹ گئی۔ اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ؕ ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ ترجمہ: بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكَ اٰيَاتِيْ ؕ ترجمہ: اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس تم میں کے رسول آئے میری آیتیں پڑھتے۔ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ؕ ترجمہ: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا کہ موسیٰؑ کیلئے سراغ لگا (جن کا نام مریم تھا) تو اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی (کہ یہ اس بچہ کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کرتی ہے)

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ ترجمہ: یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس میں نصاریٰ کا بھی رد ہے اور تمام مشرکین کا بھی) فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ؕ ترجمہ: تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ؕ ترجمہ: بے شک ان کی خبروں سے (یعنی انبیاء کی اور ان کی قوموں کی) آنکھیں کھلتی ہیں۔ (جیسے یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں)

ان واقعات وقصص سے لوگوں کو عقائد، حسن معاشرت، خوفِ الٰہی، عقاب وعتاب، مصائب پر صبر کی تلقین، صبر پر رحمت الٰہی کا نزول اور صبر سے ترقی درجات کا علم حاصل ہوتا ہے، دوستوں کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے واقعات مثلاً قارون، جالوت، ہامان، آزر اور دشمن ازلی شیطان ابلیس کا ذکر تو بار بار آیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور دشمن کی دشمنی اور ان پر عتاب وسزا کی وجہ سمجھ کر ایسے ناپسندیدہ امور سے اجتناب کر سکیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کے واقعات، سیرت، کرامات اور تصرفات کا بیان کرنا کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور اس میں بہت سے منافع ہیں۔

بادشاہی مسجد کے امام وخطیب

حضرت مولانا سید عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ سابق امام وخطیب بادشاہی مسجد لاہور پاکستان اپنے وقت کی نہایت اجلہ شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی مخالفت میں ایک بار پچاس ہزار آدمیوں کا مجمع اس لئے جمع ہوا کہ آپ کو بادشاہی مسجد کے منصبِ امامت وخطابت سے ہٹا دیں، لیکن سبحان اللہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہ کسی کو برا بھلا کہا اور نہ ہی پولس کی مدد لی، بلکہ فرمایا مدد کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اگر اللہ وتعالیٰ کو میرا اس مصلے پر نماز پڑھانا پسند ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے یہاں سے نہیں ہٹا سکتی۔

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ اخیر عمر تک اپنے منصب پر فائز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی خدمت لی کہ دو لاکھ عیسائیوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ حضرت مولانا دس ہزار مدارس کے سر پرست تھے۔ راقم الحروف کبھی لاہور جاتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر قیام کرتا، نہایت اکرام فرماتے اور اپنا مہمان بناتے، بندہ اس وقت کم عمر نوجوان تھا لیکن حضرت والا سے اگر کوئی میرے متعلق پوچھتا تو

فرماتے: بنگلور ہندوستان سے آئے ہیں اور میرے دوست ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ بنگلور کے سب سے پہلے سر پرست آپ ہی تھے۔ آپ وفات پا چکے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی خدمات کو اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

عفو و درگذر اللہ تعالیٰ کی پسند

آج کل کی تیز رفتار، پیچیدہ، تناؤ اور دباؤ سے بھرپور زندگی میں دن میں کئی مرتبہ یقیناً ایسے مواقع آتے ہوں گے کہ جب کسی کی معمولی یا بڑی غلطی پر آپ کا دماغ غصہ سے دھواں دھواں ہونے لگتا ہے اور اس صورتِ حال میں بھی آپ دوسروں پر چیخ چلا کر کبھی چیزیں توڑ پھوڑ کر بھی اپنی ہی ذات سے لڑ کر، بھوک ہڑتال شروع کر دیتے ہوں گے اور اس طرح اپنے غصہ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہوں گے، اور کبھی صرف خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہوں گے۔

کیا آپ نے کبھی سنجیدگی سے اس نکتے پر سوچا ہے کہ دونوں طرح کے ردِّ عمل سے آپ کو فائدے کے بجائے شاید نقصان پہنچتا ہے اور اس طرح آپ اپنی صحت کو شدید خطرات میں لا کھڑا کرتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جب غصہ آئے اور یہ سب نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے؟ تو اس کا بہت آسان سا جواب ہے ”درگزر“ کیا جائے۔

جی ہاں! آپ کی یہ درگزر کی عادت ہی آپ کو ایک بھرپور صحت کی حامل بنا سکتی ہے، ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انسان خطاؤں کا پتلا ہے، کونسا شخص دنیا میں ایسا ہے کہ جس سے کوئی نہ کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی ہو، کبھی چھوٹوں سے غلطی ہو جاتی ہے تو بعض اوقات بڑے قصوروار ہوتے ہیں، کبھی شاگرد نالائقی دکھاتے ہیں تو کبھی استاد سختی کر جاتے ہیں، کبھی نگراں بہت محتاط اور کبھی ماتحت

کچھ لاپرواہ ہو جاتے ہیں، یوں کبھی کوئی ہمیں غصہ دلاتا ہے اور کبھی ہم کسی کا خون کھولانے کا باعث بن جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے ماحول میں سخت تناؤ اور کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے، جو ہماری صحت پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہے، تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو لوگ زیادہ غصہ کرتے ہیں اور دیر تک اپنے ساتھیوں کی بے وفائیوں اور دوسروں کی کوتاہیوں کو یاد رکھتے ہیں وہ دل کے امراض اور بلند خون فشار کے عارضے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یوں وہ مستقل بنیادوں پر ایک چھوٹی سی بات پر اپنے لئے ساری زندگی کا روگ خرید لیتے ہیں اور نفسیاتی اور ذہنی الجھنوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں، جبکہ جن لوگوں میں دوسروں کو معاف کر دینے کی اہلیت ہوتی ہے وہ نہ صرف اپنی زندگی میں ہمیشہ خوش رہتے ہیں بلکہ اپنی زندگی کے روزمرہ امور سے متعلق مطمئن بھی رہتے ہیں، ان کی صحت قابل رشک ہوتی ہے، کیوں کہ وہ گزرے خراب دنوں کو بار بار یاد کرنے کے بجائے آئندہ یا گزرے ہوئے اچھے دنوں کی لذت محسوس کرتے ہیں اور یہ ان کا دوسروں کو معاف کر دینے کا رویہ ہی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی الجھنوں کا زیادہ شکار نہیں ہوتے۔

حضور ﷺ کے اخلاق کو یاد رکھیں

اسلام میں بھی عفو و درگزر کی بڑی اہمیت ہے، اگرچہ کسی شخص کو دوسرے سے کوئی تکلیف پہنچتی ہو تو اسے شریعت کی حدود میں رہ کر بدلہ لینے کا بھی حق حاصل ہے، لیکن اگر وہ بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دے تو بے حد اجر و ثواب کا حقدار ٹھہراتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ”اور انہیں چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں، کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف کر دے“ یہاں بھی یہ بات

قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو معاف کرنے کے بجائے اس سے بدلہ لے تو اس سے اسے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ یا اگر کسی نے ایسی تکلیف پہنچائی ہے جس کا بدلہ لینا ہی ممکن نہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص انتقام کی آگ میں جلتا رہے گا اور اپنی صحت اور اپنی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کرلے گا، اس لئے جب بھی کسی شخص پر غصہ آئے اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو تو یہ سوچ لینا چاہئے کہ ہمارے پیارے نبی کریم آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، پیارے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

اپنی صحت کا خیال رکھئے، دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کیجئے کہ اسی طرح آپ زندگی میں کامیابیاں حاصل کرسکتے ہیں، انتقام ''حسد'' کو جنم دیتا ہے اور حسد اس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ہے جس سے کیا جائے اور اس کے لئے بھی جو کرتا ہے۔

آخری بات جب کسی پر بہت غصہ آئے تو اس جگہ کو فوراً چھوڑ دیں، ایک گلاس پانی پئیں اور اطمنان سے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھ جائیں، کچھ دیر کے لئے کچھ نہ سوچیں، جب دماغ ٹھنڈا ہو جائے تو گذشتہ معاملہ پر نظر ڈالیں اور اس کے بعد متعلقہ فرد سے بات کریں، دورانِ گفتگو اپنے جذبات قابو میں رکھیں اور معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوشش کریں۔

امید ہے کہ آئندہ آپ غصے سے نہیں بلکہ عقل سے کام لیں گے اور دوسروں کے لئے اپنا خون جلانے کے بجائے انہیں معاف کرکے خود بھی سکون سے رہیں گے اور دوسروں کو بھی امن سے جینے کا درس دیں گے۔

حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ حسنہ

قضیۂ دارالعلوم دیوبند کے دوران کچھ ناسمجھ طلباء حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف احتجاج کررہے تھے کہ اسی دوران حضرت قاری صاحب اسی طرف

تشریف لاتے نظر آئے۔ ایک گستاخ طالب علم نے آپ کو جان بوجھ کر کہنی ماردی تو آپ زمین پر گر گئے۔ لوگوں نے آپ کو اٹھا کر دارالعلوم پہنچایا، انتظامیہ کو معلوم ہوا۔ نوٹس لیا کہ ان تمام طلباء کا اخراج کردیا جائے لیکن حضرت قاری صاحب نے منظور نہ فرمایا بالآخر انتظامیہ نے مشورہ دیا کہ اس گستاخ طالب علم کا اخراج ضرور ہونا چاہئے، جس نے راستے میں گرایا تھا، اس پر حکیم الاسلام نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں، میں اس کے اخراج کے خلاف ہوں، اس کو معاف کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! اس طرح کی مثالیں ہمارے لئے بڑی عظیم مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۶۴ سال تک دارالعلوم کی خدمت لی، آج ایسے مہتمم سے دارالعلوم محروم ہے جو اپنے آپ میں ایک انجمن تھے اور پاک طینت تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی علمی عملی خدمات کو قبول فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

دیگر مذاہب پر ایک نظر اور
اسلام کی حقانیت

مدارس اور خانقاہوں میں رہنے والوں کو چاہئے کہ وہ جس طرح اپنے دین ومذہب کے متعلق معلومات رکھتے ہیں اور عمل کرنے کے لئے مطالعہ کرتے ہیں، بزرگوں اور اکابرین کی صحبتیں اختیار کرتے ہیں، آج کے جدید دور میں علمائے کرام کو اور فارغین طلباء کو اور تربیت یافتہ سالکین اور اہل طریقت کو دیگر مذاہب کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ ان کی خامیاں اور ان کے دھوکہ دینے والے نظریات اور گمراہی کے پلندے ہمارے سامنے ظاہر ہوسکیں، اور اسلام کی حقانیت مزید نکھار کے ساتھ ہمارے سامنے آجائے اور ہمیں اسلام کی دل سے قدر ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہو، آیئے! میں آپ کو چند دیگر مذاہب کے متعلق اجمالی مطالعہ کراتا ہوں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

عیسائیت

یہ ان لوگوں کا مذہب ہے جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ممتاز مظہر تھے، آج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے فلسطینی یہودیوں کے فرقے کی شکل میں عیسائیت کا آغاز ہوا، عیسائی یہودی صحیفوں پر ایمان رکھتے تھے، لیکن ان کا یہ عقیدہ

انہیں یہودیوں سے ممتاز کرتا تھا کہ مسیح موعود یا یسوع، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں اس زمین پر ظاہر ہو چکا ہے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رومی حاکم کے حکم پر اس وقت کی مروجہ سزا یعنی صلیب پر چڑھا کر مروا دیا گیا تھا، اس حاکم کا نام ''پونٹی اس پائیلیٹ'' تھا، اور اس نے یہ احکام یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں کے کہنے پر جاری کئے تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسیحیت کے دعوے کو اپنے مذہب کی بے حرمتی تصور کرتے تھے اور ان کو یہ بھی ڈر تھا کہ اس عقیدے کو تسلیم کرنے سے ان کی اپنی حیثیت خطرے میں پڑ جائے گی۔

ابتدائی عیسائیت کی تعلیم کا بنیادی جزو مسیح کی موت اور پھر سے زندہ ہونے کا عقیدہ تھا، اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نبی ماننے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ سمجھا گیا۔

عیسائیت کا بنیادی عقیدہ

عیسائی مذہب کے افکار پر سب سے گہرا اثر سینٹ پال کے خطوط نے ڈالا ہے، لیکن اس کے عملی مذہبی کام کے علاوہ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ اصرار تھا کہ عیسائیت کو اپنے آبائی مذہب یعنی یہودیت کی قیود میں محدود نہ رکھا جائے، اس طرح یہودیت سے تعلق ٹوٹنا لازمی ہوگیا، سینٹ جان کے وعظ کی طرح پال کے خطوط نے اس عقدے کو آگے بڑھایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف مسیح موعود ہی نہیں تھے بلکہ ان کا درجہ اس سے کہیں بلند تر تھا اور وہ ازل سے خدا کے بیٹے کی حیثیت سے زندہ تھے، جن کے ذریعہ تمام مخلوقات کو پیدا کیا گیا، ان دونوں نے اس عقیدہ پر بھی زور دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت انسانوں کے گناہوں کا کفارہ تھی۔

عیسائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ انسان میں پیدائشی طور پر یہ نقص ہے کہ وہ گناہگار ہے اور یہ گناہ اس کے اندر اتنا جاگزیں ہو چکا ہے کہ اسے وہ اپنی کوششوں سے ختم نہیں کرسکتا، اور صرف اس گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے باہوش وحواس رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آدمی بن کر آیا تاکہ دوسرے انسان اس کو ٹھیک طرح سمجھ سکیں اور انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ قوم اور نسل کے امتیازات سے بالاتر ہوکر مسیح کو خدا مان لے، اور اس عقیدہ کو اپنا جزو ایمان بنالے۔

اخلاقی لحاظ سے عیسائیت جزوی طور پر دنیا کو اپناتی ہے اور جزوی طور اس کو ٹھکراتی ہے، واچ ٹاور یعنی جہوا والوں اور وحدانیت پسندوں کے سوا تمام عیسائی فرقے تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ تین طاقتوں کا اشتراک، قدامت پسند عیسائیوں کا خدا (باپ، بیٹا اور روح القدس)۔ دوسرے الفاظ میں ایک میں تین ہی تثلیث ہے، ایک خدا تین شخصیتوں میں جلوہ فرما ہے اور ان کا مادہ ایک ہی ہے، اس عقیدہ کا مطلب تین خداؤں کو پوجنا ہے، سینٹ پال نے اس عقیدہ کو عیسائیوں کا بنیادی جزو قرار دیا ہے کہ مسیح ازل سے خدا کے فرزند تھے۔

ہندومت

ہندومت الجھنوں سے بھرا ہوا مذہب ہے جس میں کئی خداؤں کی پوجا کی جاتی ہے، ویدوں کے مطابق مشہور دیوتا ہیں ''ورنا'' ''اگنی'' آگ کی دیوی، ''ماروت'' طوفانوں کا دیوتا، ''اندرا'' جس کے سپرد بارشوں اور زمین کی زرخیزی ہے، ''ردرا'' بدی کا دیوتا، ''شیوا'' برہما اور وشنو جو سب سے بڑا ہے، ''شیوا خوف'' زندگی کی طاقتوں اور جنس کی نمائندگی کرتا ہے، ''کالی'' موت کی دیوی ہے، ایک دیوتا ''کرشن'' ہے جو محبت کی تمام شکلوں کی نمائندگی کرتا ہے، عام طور پر گھروں اور مندروں میں سینکڑوں

دیوتاؤں اور دیویوں کے بُت رکھے جاتے ہیں، بتوں کے آگے دیئے جلائے جاتے ہیں، نذریں چڑھائی جاتی ہیں، مناجاتیں گائی جاتی ہیں اور دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

شنٹو

شنٹو جاپان کا قومی مذہب ہے اور بغیر معلومات ماضی سے ہزاروں سالوں سے اس کا دور دورہ ہے، اس کی ابتداء بظاہر فطرت کی پرستش سے ہوئی، لیکن بعد میں کئی خداؤں کی پوجا ہونے لگی، بعد ازاں مشہور شخصیتوں کی پرستش شروع ہوگئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کو دیوتا بنالیا گیا، آباءواجداد کی روحوں کو بھی پوجا جاتا ہے، اس مذہب کا عقیدہ ہے کہ حکمراں خاندان کا سلسلہ خدا سے شروع ہوا تھا۔

تاوازم

تاوازم چینی مذہبی دستور ہے جس کی بنیاد لاوٹ کی تعلیم پر رکھی گئی ہے، اس کے پیرو بہت سے خداؤں اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں اور جادو پر یقین رکھتے ہیں، تاوازم تیسری اور چوتھی صدی قبل مسیح میں شروع ہوا، لاوٹ ایک دیوتا سمجھا جاتا ہے۔

کنفیوشن ازم

۵۵۱ قبل مسیح میں کنفیوشس نے اس مذہب کی بنیاد رکھی اور یہ چین میں کئی صدیوں تک جاری رہا، اس نے آباءواجداد کی تعظیم وتکریم، والدین کی اطاعت اور ادنیٰ لوگوں کے ساتھ انصاف اور بڑوں کی عزت کی تعلیم دی ہے، وہ بزرگوں کے ادب کی ضرورت پر زور دیتا ہے، اس نے آدمی کی موت کے بعد اس کی روح کے زندہ رہنے کا کوئی حل پیش نہ کیا، بعد ازاں کنفیوشنزم نے روحوں اور آباءواجداد کی پرستش کے عقیدہ کو تسلیم کرلیا۔

سکھ مت

یہ ایک ہندوستانی مذہب ہے جو کہ ہندومت کی طرف مائل ہے، گرونانک اس کے بانی تھے، جو ۱۴۶۹ء سے ۱۵۳۸ء تک زندہ رہے، اس کا مقصد ہندو اور مسلمان کو متحد کرنا تھا، سکھ اپنے آپ کو توحید پرست یعنی ایک خدا کو ماننے والے کہتے ہیں، لیکن حقیقتاً ان میں چند ایک کے علاوہ باقی سب ہندوؤں کے رسوم ادا کرتے ہیں، وہ ہندوؤں کی مانند ان کے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور ہندوؤں کے رسم ورواج اور تہوار مناتے ہیں، ان کی متبرک کتاب گرنتھ ہے جو کہ گرونانک اور دوسرے گروؤں کے بھجنوں کا مجموعہ ہے، وہ گرنتھ کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھتے ہیں، وہ گرونانک اور گروگوبند سنگھ کو اوتار مانتے ہیں، اگر وہ حقیقتاً توحید پرست ہوتے تو ان کا رجحان اسلام کی جانب ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔

آتش پرستی

زرتشت ساتویں صدی قبل مسیح میں ایران میں رہتا تھا، اس کی تعلیم تھی کہ خدا ایک ہے جس کا نام ''اہورامزاد'' ہے، اس کی دینی کتابیں ''گاتھا'' اور ''اوستا'' ہیں، اس کے بعد مذہب کا رخ اچھی بری طاقتوں کی دوئی کی طرف ہوگیا، جو کہ آخر کار آتش پرستی پر منتج ہوا۔

بدھ مت

اس مذہب کی بنیاد گوتم بدھ نے چھٹی صدی قبل از مسیح ہندوستان میں رکھی، یہ نفس کشی کی تعلیم دیتا ہے، اس کا بنیادی عقیدہ تین جوہروں یعنی ''بدھا، دھما'' اور

''سنگا'' کا مالک ہوا ہے، بدھوں کا طریق کار ''نروان'' ہے، جس کا مطلب ''کچھ نہ ہو'' ہے، اگرچہ بدھ نے بت پرستی کی ملامت کی لیکن اس کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس کے پیروکاروں نے اس کی پوجا شروع کردی، بدھ کے ہزاروں مجسمے پتھر اور پیتل کے تراشے گئے اور انہیں پوجا کے لئے سٹوپوں میں رکھا گیا، مزید برآں بدھ مت والے خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسلام

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو تمام انبیائے کرام یعنی پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک بذریعہ وحی نازل کیا گیا، نبی آخر الزماں ﷺ پر کتابوں کی آخری کتاب ''قرآن مجید'' نازل ہوئی، آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہوگیا، اسلام توحید کا عقیدہ پیش کرتا ہے اور پُر زور طریقہ سے دعویٰ کرتا ہے کہ تمام کائنات میں عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، اسلام کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی اپنی مخلوق میں سے کسی کا باپ ہے، اور نہ ہی وہ اپنی پیدا کردہ کائنات کی کسی شئے میں الوہیت کے لئے سرایت کرتا ہے۔

کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے، اس لئے لوگوں نے ان کو خدا کا بیٹا تصور کرلیا، لیکن خدا کے بیٹے کو ماننے والوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے، جو کہ ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے، پس اسلام جس کی پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے تبلیغ کی، کسی لحاظ سے نیا مذہب نہیں، بلکہ اسی عقیدہ کا سلسلہ ہے جس کی تبلیغ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کرتے رہے، اس کا لب لباب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر سرِ تسلیم خم کردیا جائے، اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید

ہے، جس کے مطابق انسان کو پوری قوت سے اس بات پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہیں، اس کا اصل اصول ''لا الہ الا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) ہے، انسانی فہم وفراست اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور موجودگی پر یقین رکھتی ہے، عقل وفہم اور منطق کو مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دینا ہے۔

(۱) کس ذات نے کائنات، آسمان، زمین، ستارے اور کیا کچھ پیدا نہیں کیا؟

(۲) کیا کائنات کی تخلیق بے فائدہ تھی؟

(۳) کون تمام نظام کو چلاتا ہے اور کون اس کی دستگیری کرتا ہے؟

(۴) اس کی کیا وجہ ہے کہ چاند، سورج اور دیگر اجرامِ فلکی اپنی تخلیق کے وقت سے شروع ہوکر ہزارہا سال سے اپنے مداروں میں تیر رہے ہیں اور ان بے جان اجرامِ فلکی نے کبھی اپنی گردش ایک سیکنڈ کے لئے بھی ضائع نہیں کی، یاد رکھئے! کہ سورج، چاند اور دیگر سیارے اپنی پیدائش کے وقت سے عین وقت پر اس طرح طلوع اور غروب ہوتے ہیں کہ ان کے مقررہ اوقات سے کبھی بھی ایک سیکنڈ پہلے یا دیر سے نہیں نکلے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو زمین اور آسمان کس طرح غیر متزلزل اور غیر منتشر رہتے؟

ان سوالات پر غور کیجئے! سوچئے دنیا کے حکمران اور مختلف حکومتوں نے وقتاً فوقتاً کتنی تباہی و بربادی کی ہے، ویت نام، فلسطین اور کشمیر میں بیسویں صدی کی تہذیب جدید کے حامیوں نے کس طرح خون بہایا ہے، روڈیشیا جنوبی افریقہ اور امریکہ کی مہذب حکومتوں نے کس طرح کالے لوگوں کو اچھوت بنا کر رکھ دیا ہے، دنیا کے تمام حصوں میں کبھی بھی امن قائم نہیں رہا ہے، بہت سے حکمرانوں کی وجہ سے کرۂ ارض ہمیشہ مصائب واضطراب، افراتفری وبداخلاقی اور باہمی آویزش لڑائیوں اور

خون خرابوں، جنگ وآلام کی لپیٹ میں رہا ہے۔ درحقیقت تمام مذاہب کی بنیاد خدا کی وحدانیت پر تھی، لیکن بعد ازاں انحطاط پیدا ہوگیا اور ان میں سے بہتوں نے جائے حدود سے تجاوز کر کے اپنی حالت کو اس قدر گرادیا کہ انہوں نے دیوی دیوتاؤں کی پرستش شروع کردی اور فسق وفجور میں پھنس گئے، تمام مذہب کے سرسری مطالعہ سے ہمیں قائل ہونا ہے کہ صرف اسلام جس کی تمام پیغمبروں نے تعلیم دی ہے اور آخری نبی حضرت ﷺ پر مکمل ہوئی، خدا کی وحدانیت کا زبردست حامی ہے، دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے عقیدۂ توحید پر ایمان لانا بہت ضروری ہے، منکرین توحید دراصل خدا کے منکر ہیں اور ان کی وجہ سے دنیا میں بداخلاقی اور تباہی پھیلتی ہے۔

اگر آپ خدا کی وحدانیت کا پیغام تسلیم کریں اور اس کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر ایمان لے آئیں، جن کو اس نے نسل انسانی کو صراطِ مستقیم دکھانے کے لئے بھیجا تھا تو اللہ تعالیٰ کے سچے معتقد بن جائیں گے، تب آپ وحدانیت (توحید پرستی اور بھائی بندی کا سنہریٰ دور قائم کرنے اور کائنات کو اخلاقی اور روحانی تنزل سے جو کہ آخری بڑی تباہیٔ کائنات ہوگا، اسے بچانے میں مدد کریں گے، اگر آپ اس پیغام کو ٹھکرادیں گے تو اگلے جہاں میں آپ خدائے واحد کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ

اسلام کے ابدی پیغام (توحید) کو ہندوستان میں ہمیں اپنے برادرانِ وطن (ہندو بھائیوں) تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، امام مسجد سے باہر نکلیں، خطیب محراب ومنبر سے اتریں، مدرسہ کے مہتمم حضرات مدارس سے باہر نکلیں اور خانقاہ کے مکین خانقاہوں سے نکلیں اور قرآن وسنت کا لازمی پیغام اپنے دیگر مذاہب کے

ماننے والوں تک پہنچائیں، یہ سب سے بڑی طریقت اور معرفت ہے، آج کے دور میں اس فرض کو ادا کرنا ہر پڑھے لکھے مسلمان پر فرض ہے، اللہ تعالیٰ نے کل قیامت کے دن سوال فرمایا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اس لئے میرے بھائیو! دوکاندار ہو یا تاجر ہو، سب پر پیغامِ الٰہی کا پہونچانا فرض ہے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب حفظہ اللہ

آج دنیا کے ہر خطہ میں عوام اسلام کا ابدی پیغام جاننے اور سمجھنے کے لئے بڑی تعداد میں بے قرار ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ان کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرے اور بتائے کہ سچا دھرم اور صحیح مذہب کیا ہے، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند سے بنگلور میں ملاقات ہوئی، اس وقت آپ علیل تھے، آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی اور حضرت مولانا عبداللہ القمر آپ کے ساتھ تھے، اس وقت حضرتِ والا نے نہایت ملال کے ساتھ فرمایا: آج اسلام کو دوسروں تک یعنی اپنے برادرِ وطن (ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی) تک پہونچانا لازمی ہے، جبکہ چاروں طرف سے اسلام پر یلغار ہے، ایسے وقت میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسلام کی خوبیوں اور اس کی فطری ضرورت سے دشمنانِ اسلام سے بے خوف ہوکر روشناس کرایا جائے۔ حضرت والا نے نہایت درد مندی کے ساتھ فرمایا: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وسائل عطا فرمادے، آمین! لیکن اس وقت جو بھی اور جیسے بھی وسائل ہیں ان کو استعمال میں لاکر دعوتِ اسلام کا حق ادا کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

انسان کی عمر بہت تھوڑی اور رکاوٹیں زیادہ

حافظ ذہبی کثیر التالیف علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''میرے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں ہے جس نے ابن الجوزی سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہوں'' اس کے بعد امام ذہبی نے ابن الجوزی کے متعلق موفق عبداللطیف کا قول نقل کیا ہے کہ ''ابن الجوزی اپنے وقت کو ذرا بھی ضائع نہیں کرتے تھے، ایک دن میں چار رجسٹر لکھتے تھے، تدریس وتالیف اور افتاء کی ذمہ داری اس کے علاوہ تھی، ہر علم میں آپ کا حصہ ہے''۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ص۴/۳۴۴)

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ ان کی تحریر کردہ کاپیوں اور عمر کی مدت کا حساب کیا گیا اور ان کاپیوں کو مدتِ عمر پر تقسیم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہر روز نو کاپیاں (رجسٹر) لکھا کرتے تھے اور یہ بہت ہی بڑی بات ہے، عقل (آسانی سے) اس کو قبول نہیں کرتی، اور کہا جاتا ہے کہ ان کے قلم کے ریزوں کو جمع کیا گیا جن سے انہوں نے احادیث رسول ﷺ کو لکھا تھا تو بہت بڑا ڈھیر جمع ہوگیا اور امام ابن الجوزی نے وصیت کی تھی کہ ان کو وفات کے بعد جس پانی سے غسل دیا جائے اس میں برادہ کو بھی ڈال کر گرم پانی کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا پس برادہ کافی ہوگیا بلکہ کچھ بچ بھی گیا۔

(وفیات الاعیان، ص۳/۱۴۱)

حضرت سعید بن ابی ہند فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تندرستی اور فراغت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دو ایسی نعمتیں ہیں جس کے بارے میں بہت سے لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

(اخرجہ احمد، ص ۲۵۸، ۳۴۴، والبخاری، ص ۶۴۱۲)

مصنف اپنی ایک دوسری کتاب "کشف المشکل من حدیث الصحیحین" (ج ۲، ص ۴۳۷) میں فرماتے ہیں کہ "جاننا چاہیے کہ انسان کبھی تو تندرست ہوتا ہے مگر فارغ البال نہیں ہوتا یعنی عبادت کے لئے فارغ نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ معاش کے اسباب میں مشغول ہوتا ہے اور کبھی فارغ تو ہوتا ہے مگر تندرست نہیں ہوتا، لیکن جب بندے کو دونوں چیزیں حاصل ہوں، پھر وہ فضائل و درجات کو حاصل کرنے میں سستی کرے تو اسے "غبن" کہا گیا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے، دنیا تو نفع کمانے کا بازار ہے اور انسان کی عمر بہت تھوڑی اور رکاوٹیں بہت زیادہ ہیں۔

فدائے ملت کا نماز سے عشق

یہ بات میں نے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند میں دیکھی کہ کیسا بھی ضروری سفر ہوا، اور سفر میں کیسی ہی جلدی ہوئی لیکن جہاں نماز کا وقت ہوا، جہاں موقع دیکھا نماز باجماعت ادا کر لی، اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ کوئی مسجد ملے گی یا کوئی بستی آئے گی تو نماز پڑھیں گے، بلکہ جہاں جگہ صاف ستھری دیکھی اور پانی کا انتظام دیکھا فوراً گاڑی روکنے کے لئے ارشاد فرماتے اور اس قدر اطمینان سے نماز پڑھتے کہ چار رکعت فرض نماز پڑھنے میں دس منٹ لگ جاتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کی جملہ دینی وملی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

مقصدِ حیاتِ انسانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اور صرف میری عبادت کریں"۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، جو شخص یکسوئی کے ساتھ اس کی عبادت بجالائے گا اور کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا اور نافرمان کو سزا بھگتنی ہوئی، اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، حدیث قدسی میں ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے بھر دوں گا، تیرے فقر کو روک دوں گا، تیرے رزق کا ضامن ہوں، تو مجھے ڈھونڈ تا کہ تو مجھے پالے جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا، اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تو تمام بھلائیاں کھو چکا۔

انسان اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا

حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم زندہ رہنے تک روزی سے مایوس نہ ہونا، انسان پیدائش کے وقت کچھ ساتھ لے کر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں سب کچھ دیتا ہے، انسان اور جن دونوں کی پیدائش کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ارادۂ شریف کا اظہار ہے جو محبوب اور مطلوب ہے، تمام انس وجن بلاشرکت غیر اسی کی عبادت واطاعت کریں،

اگر ان کی تخلیق بجائے تشریعی کے تکوینی ہوتی تو کوئی بھی اس کی عبادت واطاعت سے انحراف کی طاقت ہی نہ رکھتا، اس پیتہ میں اس مقصد زندگی کی یاددہانی کرائی گئی ہے جس کا عہد ان سے کرایا گیا تھا، پابندی کی تو عذاب سے محفوظ رہ کر نعمتوں سے نوازے جائیں گے اور اگر فراموش کرکے نافرمانی کی راہ اختیار کی تو آخرت میں سخت بازپرس ہوگی اور عذاب سے دوچار ہوں گے۔

حضور ﷺ سے ابلیس کی دشمنی اور اللہ تعالیٰ کی مدد

ابن کثیر میں ہے کہ آپ ﷺ اپنے چچا کے ساتھ ملک شام جارہے تھے، رات کے وقت شیطان نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا دیا اور جنگل میں ڈال دیا، حضرت جبرئیل آئے ایک پھونک مار کر شیطان کو ملک حبشہ میں ڈال دیا اور آپ ﷺ کی سواری کو راہ پر لگا دیا، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بچپن میں مکے کی گلیوں میں بھٹک گئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر پہنچنے کا سامان فراہم فرمایا، حضور ﷺ نے فرمایا: تونگری مال ودولت اور سازوسامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ تونگری دل کی تونگری ہے۔ داغ دہلوی نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے

سائل کو جھڑکنے سے ممانعت

''دل بے مدعا دیا تونے'' سائل کے سوال کے جواب میں حکم ہوا کہ اس پر سختی نہ کر، درشت اور تلخ لہجہ اختیار نہ کر، جواب بھی پیار ومحبت سے دیا جائے، اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، غرور وتکبر اور فخر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ (ابن کثیر، معارف القرآن)

یہی حال مومن اور مسلمان کے ساتھ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتا ہے، ریاضت کرتا ہے تو اس کو شیطان اپنی پوری قوت اور مکر سے نقصان پہونچانے کی سعی کرتا ہے، طارق اور مجاہد اگر مخلص ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی حضوری کے بلند ترین مقام تک پہونچا دیتے ہیں، جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور معاملات میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

اللہ تعالیٰ کے احسانات رحمۃ اللعالمین ﷺ پر

سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۶ تا ۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا اس نے تجھے یتیم پاکر جگہ نہیں دی، اور تجھے راہ بھولا پاکر ہدایت نہیں دی، اور تجھے نادار پاکر تونگر نہیں بنایا۔

تین نعمتیں اور تین احکام

حاشیہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان تین نعمتوں کا ذکر ہے جو اس کی جانب سے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو ملیں، (۱) آپ ﷺ یتیم تھے تو اس نے آپ ﷺ کو سرپرستی دی، (۲) آپ ﷺ ناواقف تھے تو آپ ﷺ کو نبوت اور شریعت دے کر واقف کار بنایا، (۳) تنگدستی تھی تو غنی بنادیا یعنی نہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی مالدار شخصیت کو آپ کی زوجیت میں دیا بلکہ فقر میں صابر اور غنی میں شاکر بنایا۔ ان تین نعمتوں کے ساتھ تین احکام بھی ملے، (۱) یتیم پر شفقت، (۲) سوال کرنے والے پر نرمی، (۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تذکیر وتحدیث۔

اہل طریقت کو یہ بات سمجھ لینی بلکہ اس کو اپنے عمل میں لانی چاہئے کہ فقر میں صبر اور غنیٰ میں شکر ادا کرنا چاہئے، اس سے مدارج بلند ہوتے ہیں اور انوارات کا

ظہور ہوتا ہے، اسی کو قرآنِ مجید نے ''تزکیہ'' کہا ہے، اور ہمارے بزرگوں نے ''ریاضت'' کا نام دیا ہے، صبر اور شکر جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ کا مقام عطا ہوگا۔

قناعت پسندی کے پیکر

راقم الحروف نے اپنے نانا جان جناب سلیم الدین انصاری نور اللہ مرقدہ کو دیکھا۔ ہمیشہ قناعت پسند رہے، اور جب اپنے پاس کچھ ہوا تو بے فکری کے ساتھ وسیع القلبی کے ساتھ ضرورت مندوں کو دے دیا، بلکہ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ کوئی ضرورت مند آیا اپنے پاس نہیں تھا تو دوسروں سے قرض لے کر سائل کی حاجت روائی کرتے۔ میرا بچپن تھا، کمسن ہونے کے باوجود مجھے اس کا احساس ہوجایا کرتا تھا کہ نانا جان کو خود پیسوں کی اور کپڑوں کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمیشہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے اور کبھی دستِ سوال بیٹوں کے سامنے بھی نہ کرتے، دو بیٹے جناب حکیم الدین صاحب اور سعید الدین صاحب، دونوں فرماں بردار، لیکن نانا جان کبھی ان سے یا اپنی بہوؤں سے کوئی خدمت لینا گوارہ نہ کرتے۔

آخری ایام میں شدید علیل ہوئے تو اپنی اکلوتی چہیتی بیٹی اور راقم الحروف کی والدہ محترمہ اصغری بیگم رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آگئے، میرے والدین نے خوب خدمت کی، جب وقتِ رخصت آیا تو کہا مجھے اپنے بیٹوں کے پاس پہنچادو، والد محترم نے ان کو پہونچادیا، وہیں انتقال ہوا۔ آپ نہایت ہی خوددار اور سنجیدہ انسان تھے، حق تعالیٰ مغفرت فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

آؤ کچھ پل کے لئے

ایمان کو تازہ کریں!

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، مدینہ منورہ کے قبیلہ خزرج کے انصار صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور جو غزوۂ بدر میں شامل تھے اور غزوۂ بدر کے بعد بھی وہ احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر کے غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شامل رہے، موتہ کی جنگ میں حضرت زید بن حارث اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد اسلامی فوج کی قیادت بھی انہوں نے کی اور آخر میں وہ بھی شہید ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

جنگ موتہ میں شہادت کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہونے سے پہلے ہی ان کو حضور اکرم ﷺ کی محبت اور عنایت کی بے مثال دولت حاصل ہوچکی تھی، غزوات کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے جو اور سفر ہوتے تھے اس میں بھی ان کو معیت نبویؐ کی نعمت حاصل ہوتی، وحیٔ الٰہی کی کتابت کا اعزاز بھی ان کو حاصل تھا اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے مکتوبات لکھنے کی مبارک ترین ذمہ داری بھی ان کے ذمہ تھی، یعنی محبت کے ساتھ ان کو رسولِ اکرم ﷺ پر اعتماد و اعتبار بھی حاصل تھا، موتہ کی جنگ کے لئے جب مسلمانوں کا

لشکر روانہ ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار پھر ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی دید وشنید کے لئے توقف کیا، اس دنیائے فانی میں یہ اپنے محبوب بلکہ کائنات کی دید کا آخری موقع تھا، اے اللہ کے رسولؐ! کوئی ایسی بات کا حکم فرمایئے جس کو آپ کی جانب سے اپنے لئے تحفہ سمجھ کر حرز جاں بنالوں، لشکر روانہ ہو رہا ہے، قیصر روم یعنی دمشق کے گورنر کی فوجوں سے مقابلہ ہے، ثنیہ الوداع کی وادی میں حضورِ اکرم ﷺ اس سے پہلے لشکر اور قائد لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرما چکے ہیں، اب اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر حضورِ اکرم ﷺ کی نصیحت ملاحظہ ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: کل تم ایک ایسی نئی بستی میں ہوگے جہاں سجدے کم ہیں تو خوب سجدے کرنا، یعنی ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں سجدوں کی نرمی اور گرمی سے اللہ کی یہ زمین تشنہ ومحروم ہے، اپنے سجدوں کی کثرت سے اس کو سیراب کر دینا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شوقِ سجدہ رمزی افزوں ہوا تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کچھ اور! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرنا کہ تمہارے مقصود کے حصول میں بس وہی معاون ہے، گوہر مراد ملا تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو مہمیز دی، مسکن پر بے قراری میں مڑے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تو وتر (فردِ واحد) ہے اور وتر کو پسند بھی فرماتا ہے، اس کنایے سے مقصد یہ تھا کہ دو معروضات میں ایک اور شامل ہو جائے تو وتر کی خوبی اس کو حاصل ہو جائے، اللہ کے رسول ﷺ نے گویا اس کی توثیق فرماتے ہوئے بڑی محبت سے فرمایا کہ اے ابن رواحہؓ! دیکھو اگر تم سے دس ناپسندیدہ فعل سرزد ہوں تو یہ ایک پسندیدہ عمل پیش کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں، حکمت کے اس گوہر کے ملتے ہی حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی جیسے سیرابی ہوگئی، فرمایا کہ اب اس کے بعد اور کچھ نہ سوال کروں گا اور پھر یہی کہ انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور اس دنیا کی زندگی میں اپنے محبوب سے ہم کلام نہ ہو سکے۔

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شاعری

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ جس طرح میدانِ جنگ کے شہہ سوار تھے، شعر وادب کے بھی اسی درجہ ماہر تھے، دربارِ رسالت ﷺ کے چار نامور شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے، یعنی حضرت حسان بن ثابت انصاری، حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہما کے بعد اور حضرت کرب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کا نام نامی آتا ہے، حضورِ اکرم ﷺ ان سے فرمائش کر کے اشعار سنتے، ایک دن فرمایا کہ اے ابن رواحہؓ! کچھ ایسے شعر سناؤ جن کا تقاضا زمانہ کرتا ہے، ایک بار آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن رواحہؓ! اللہ تم کو پائندہ رکھے، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے یہ دعا فرمائی۔ کیسی دعا تھی جس نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز کر کے تب وتاب جاودانہ بخش دی۔

دربارِ رسالت میں قبولیت

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اس مختصر خاکے سے اتنا تو اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ وہ ہر پل اور ہر ساعت بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے وابستہ رہے، سفر و حضر اور غزوات وعبادات میں وہ اکثر نظر آتے ہیں، لیکن اس کے باوجود مدینہ میں آنحضور ﷺ کی موجودگی میں اگر کسی وقت وہ دربارِ رسالتؐ سے ذرا دور رہتے تو اس وقت بھی وہ ایمان کی روح پرور ہواؤں سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے، ان کا یہ جملہ تاریخ نے ہمارے لئے محفوظ رکھا ہے کہ ”تعال نومن بساعة“ کہ آؤ ایک پل کے لئے ہی سہی ہم اپنے ربّ پر اپنے ایمان کو تازہ کرلیں، اس مختصر تحریر کا مقصد اس جملہ کی معنویت کی بازیافت ہے، کتابوں میں

درج ہے کہ حضرت ابن رواحہ ؓ جب راہ چلتے اپنے کسی ساتھی سے ملتے تو بس یہی فرماتے کہ آؤ ایمان کو کچھ دیر کے لئے تازہ کرلیں، اس جملہ کی وضاحت اور تشریح کے لئے دفتر درکار ہیں، اہل دل کے لئے یہ جملہ کسی نسخۂ کیمیاء سے کم نہیں، کیا تڑپ تھی کہ عہد نبوی ﷺ کی موجودگی میں، جب مدینہ کی بستی حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معمور تھی اس وقت بھی حضرت ابن رواحہ ؓ اپنے کسی دوست سے سرِ راہ ملتے تو دوستی اور تعلق کے تمام احساسات کے باوجود خیر وعافیت دریافت کرنے میں بس یہی تمنا کہ ملے ہیں تو کیوں نہ اپنے رب پر یقین میں اضافہ کرلیں، رب کی باتیں کریں، ایمان کی باتیں کریں، ان کے ایک دوست حضرت ابوالدرداء ؓ کو ان کی یہ ادا ایسی بھائی کہ جب ابن رواحہ ؓ اللہ کو پیارے ہوئے تو اس کے بعد ان کی یادوں کو سینے سے لگائے رکھا، حضرت ابو الدرداء ؓ فرماتے ہیں کہ میں تو کسی ایسے دن سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ دن آئے اور میں ابن رواحہ ؓ کو یاد نہ کروں، پھر اسی یاد کو تازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن رواحہ ؓ اگر سامنے سے آتے ہوتے تو میرے سینہ پر ہاتھ مارتے اور اگر پیچھے سے آتے تو دونوں شانوں کے درمیان ہلکی سے دستک دیتے ہوئے کہتے کہ ارے عویمر! بیٹھو ایک ساعت کے لئے ہی بیٹھو کہ اس میں ہم ایمان والے بن جائیں، حضرت ابوالدرداء ؓ فرماتے کہ دیکھو عویمر! یہ ایمان کی بیٹھک تھی۔

حضرت ابن رواحہ ؓ کی اس ایمان کی طلب اور تڑپ سے سرورِ عالم ﷺ خوب واقف تھے، اسی لئے ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا کہ "رحم الله ابن رواحه انه يحب المجالس التى تباهى بها الملائكة" اللہ تعالیٰ ابن رواحہ ؓ پر مہربان ہو کہ وہ ایسی نشستوں کو چاہتے ہیں کہ جن پر ملائکہ بھی فخر و رشک کرتے ہیں۔

ہمارے لئے حضرت ابن رواحہ ؓ کے یہ الفاظ آج بھی سرمایۂ بصیرت ہیں کہ آؤ کچھ پل کے لئے اپنے رب پر ایمان کو تازہ کرلیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (ماخوذ از بانگ درا)

آج کے اس پرفتن دور میں حضرت ابنِ رواحہ ؓ کے یہ مبارک الفاظ کہ آؤ کچھ پل کے لئے ایمان کو تازہ کرلیں۔ آج کے مسلمان اور مومن کو اسی پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، تاکہ ہمہ وقت دنیا کے مکروہات زندگی میں جکڑنے سے بچے رہیں، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو
تواضع کی تعلیم دی

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰیٓ اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ" آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں فرق صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تواضع کی تعلیم دی تا کہ آپ ﷺ مغرور نہ ہو جائیں اور حکم دیا کہ اپنے آدمی ہونے کا اقرار کریں لیکن اقرار بشریت کے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دیں کہ میرے اندر صاحب وحی ہونے کی خصوصیت بھی ہے، میرے پاس وحی بھی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

میں کہتا ہوں اس حکم سے ایک بہت بڑے فتنہ کا دروازہ بند ہو گیا جس میں نصاریٰ مبتلا ہو گئے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات امت عیسیٰ نے دیکھے، اندھوں کو بینا ہوتے، لاعلاج بیماروں کو تندرست ہوتے اور مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا، اللہ نے یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر فرمائے تو عیسائی چکر میں پھنس گئے (کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور کسی نے جزء الوہیت قرار دیا)۔

رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے زیادہ معجزات عطا فرمائے تھے لوگوں کا فتنہ میں پڑ جانا غالب تھا، اس لئے حکم دیا کہ اپنی عبودیت اور

اللہ کی توحید کا اعلان کر دیں "فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا" پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اس کو چاہیئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یَرْجُوْا: یعنی جو شخص اللہ کے سامنے جانے سے ڈرتا ہو اور اس کے ثواب اور دیدار کا خواہشمند ہو بغوی نے لکھا ہے، "رجاء" کا معنی خوف بھی ہے اور امید بھی، ایک شاعر نے دونوں معنی کے لئے ایک شعر میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔

فَلَا کُلَّ مَا تَرَاجُوْا مِنَ الْخَیْرِ کَائِنٌ
وَلَا کُلَّ مَا تَرَاجُوْا مِنَ الشَّرِّ وَاقِعٌ

یہ ضروری نہیں کہ جس خیر کے تم امیدوار ہو وہ ہو بھی جائے اور نہ یہ لازم ہے کہ جس شر سے تم ڈرتے ہو وہ شر واقع ہی ہو جائے، کبھی خیر کی جگہ شر واقع ہو جاتا ہے اور کبھی شر کی جگہ خیر مل جاتی ہے۔

عَمَلًا صَالِحًا: یعنی اللہ کی پسند کا کام کرے۔ وَلَا یُشْرِکْ: یعنی لوگوں کو دکھانے کے لئے نیک کام نہ کرے، نہ سوائے اللہ کے کسی عمل صالح کی تعریف اور جزا کا کسی سے امیدوار ہو۔ (ماہنامہ العرفان ص ۲۰، مارچ ۲۰۰۶ء)

☆☆☆

خانقاہی نظام کو

مسالک کے اثرات سے الگ رکھا جائے

تصوف کو اصطلاحِ قرآنی میں ''تصدیق بالقلب'' کہا گیا ہے، اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے اندر روحانی آسودگی کی فراہمی، عوام وخواص کے لئے اطمنانِ قلب، ظاہری و باطنی گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے (تاکہ متوازی وصحیح اسلامی معاشرے کا قیام ممکن ہوسکے) تزکیہ وتصفیۂ قلب اور تجلید روح کا حصول ممکن ہوسکے اور ہم جو اقرار کرتے ہیں ہمیں اس اقرار کی تصدیق نصیب ہوسکے، واضح رہے کہ اقرار کا تعلق باطن سے ہے یعنی قلب سے ہے، ایک اصطلاح میں تصدیق قلب کو ''حق الیقین'' بھی کہتے ہیں جو کہ ایقان کا کامل ترین مرتبہ ہے (علم الیقین کا تعلق صرف جاننے سے ہے اور عین الیقین کا تعلق صرف دیکھنے سے ہے جبکہ حق الیقین پہچاننے سے ہے یعنی اس کا اوّل وآخر مشاہدہ ہی ہے) کلمۂ توحید قائم صرف پڑھنے پڑھانے سے نہیں ہوتا بلکہ مومن کو اس کا نفاذ اپنے دل پر کرنا پڑتا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا ''لا الٰہ'' تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ نہیں

قلب کی تعلیمات واعمال کو روحانیت یا تصوف کہا جاتا ہے، اسے رسول کریم ﷺ نے اپنی زبان گوہر فشاں سے ''فقر'' فرمایا ہے (فقر میرا فقر ہے اور فقر مجھ سے ہے) شرحِ فقر کرتے ہوئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسے حقیقت دین قرار دیتے ہیں۔

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور

گویا جو شخص اپنی محنت وکرمِ خداوندی سے وہ نورِ فقر یا فقر محمدی ﷺ حاصل کرلیتا ہے اسے فقیر کہتے ہیں، جب فقر کامل ہوجاتا ہے تو اس کا دل زندہ ہوجاتا ہے اور انوارِ الٰہیہ کا مرکز بن جاتا ہے اور جہاں انوارِ ذات کا بسیرا ہو وہاں بقا ہی بقا ہوتی ہے، جسم پر تو موت لاحق ہوجاتی ہے مگر ان کے دل زندہ رہتے ہیں اور انہوں نے زندگی کے چند ایام میں جو کچھ کمایا ہوتا ہے اس کا فیض حاصل کرنے والوں کے لئے قیامت تک جاری رہتا ہے، ان کی مرقد کو اصطلاحاً خانقاہ کہتے ہیں، خانقاہ اس دنیا میں بسنے والوں کے لئے ایک دعوتِ عمل ہے، پیغام کردار ہے، اگر خانقاہی نظام کے باطنی پہلو دیکھے جائیں تو شاید صرف اسی لفظ باطن پر ہی صوفیائے کرام نے ہزار ہا دفتر رقم فرما دئے، اگر خانقاہی نظام کا معاشرتی تجزیہ کیا جائے تو خلافت راشدہ کے انہدام کے بعد جب ناعاقبت اندیشوں نے اسلام کو فرقہ بندی کا شکار کیا تو صرف ایک ادارہ بچ گیا جو اس فرقہ بندی کی شدت کا شکار نہ ہوا یا اس کی زد میں نہ آیا اور وہ ادارہ ''خانقاہ'' تھی، چونکہ صاحبانِ خانقاہ کے سینہ فقر محمدی ﷺ سے روشن تھے اور خود رسولِ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اس مرضِ لادوا (فرقہ واریت) کو سختی سے ناپسند فرمایا اور جن کے سینے آقائے کریم ﷺ کے سینہ کے نور سے منور تھے ظاہر ہے انہوں نے بھی اس سے اجتناب کیا اور شرک ورسوماتِ

شرک کو سختی سے رد کیا، مستی، احوال اور مستیِ گفتار دونوں کو الگ الگ حیثیت میں تو ضعیف قرار دیا لیکن دونوں کو یکجا کر کے اس کے امتزاج کو حقیقی کردار کے طور پر سراہا، کچھ عرصہ تک تو خانقاہ اپنی اصلی صورت میں برقرار رہی مگر بعد میں اس عظیم الشان ادارہ کے اندر بھی خرابی شروع ہوگئی، وہ خرابی پیدا کرنے والے کوئی اغیار نہیں تھے بلکہ انہی بزرگوں کی اولادیں تھیں جنہوں نے اس نظام کا بیڑا غرق کر دیا جس طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبہ ”علم اور مذہبی مشاہدہ“ میں فرماتے ہیں۔

بے شک صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال وواردات کی تشکیل اور رہنمائی میں بڑی قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن کے حصہ میں آئی وہ عصر حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اسی لئے موجودہ دنیا کے افکار وتجربات سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

ایک بات کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے مگر وہ علم جس کی بنیاد محبت پہ ہو نہ کہ نفرت، فساد اور فرقہ بندی پہ۔ جب وہ علم حاصل کرنے نکلے تو حادثہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو وہ اسلاف سے بھاگ کر جا رہے تھے کہ ان سے بہتر علم لے لیں مگر جب آگے پہنچے تو دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کی درسگاہ نہیں تھی، کوئی درسگاہ سنیوں کی، کوئی شیعہ کی تھی، کوئی دیوبندی کی تھی اور کوئی اہل حدیث کی، سب مسالک اور فرقوں کی درسگاہیں تھیں خالصتاً اسلام کی بنیاد پہ (فرقوں سے ماوریٰ) کوئی درسگاہ بھی نہیں تھی، ظاہر ہے ان کو جس مسلک کی درسگاہ میں قدم رکھنا تھا اس مسلک کی چھاپ ان پہ لگ جانی تھی اور یہی ہوا، اب عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حضرات پیر بھی تھے چونکہ پیر کی اولاد تھے۔

ملی ہے انہیں میراث میں مسند ارشاد
سکھا دئے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی
فقیہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

جس طرح حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہو
اندروں جھگی پیئی لٹیوے تن من خبر نہ موری ہو

شاید کچھ قارئین کو یہ بات ناگوار گزرے کہ اکثر دربار مدارس ودرسگاہیں ایسی قائم ہوچکی ہیں جن کی بنیاد فقر ومعرفت نہیں بلکہ صرف ”نحو“ اور ”منطق“ ہے بلکہ جہاں صرف علم ہو وہاں درسگاہ تو بن جاتی ہے خانقاہ نہیں بن سکتی، کیوں کہ خانقاہ تو ہے ہی وہ جس کے پاؤں کسی مسلک کی زنجیر سے جکڑے ہوئے نہ ہوں، جس کے دامن پہ کسی فرقہ کے شب خون کے داغ نہ ہوں، جس کے گلے میں مسلمانوں میں تقسیم اور پھوٹ ڈالنے کا طوق نہ ہو، جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں میں تفریق ڈال کر ہانکنے، اور اپنے مفاد نکالنے کی چھڑی نہ ہو، کیوں کہ اگر خانقاہ کا بنیادی ڈھانچہ دیکھیں جس طرح اس کی تشکیل ہوئی اس میں نہ کوئی تقسیم ہے اور نہ کوئی تفریق، اصل خانقاہ کو اگر دیکھیں تو وہ تین حصوں پر مشتمل ہوتی تھی اور وہ تینوں حصے اس زہر وجاں برد (تقسیم وتفریق) سے بالکل پاک تھے، (۱) طعام گاہ، (۲) قیام گاہ، (۳) کلام گاہ۔

طعام گاہ

ہر خانقاہ پر عوام وخواص کے لئے لنگر کا اہتمام کیا جاتا تھا جہاں سے لوگ بلاتفریق کھانا پینا مفت حاصل کرتے تھے، اس میں یہ کوئی قید نہیں تھی کہ وہ کس مذہب یا کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے، سب ہی ایک صف میں بیٹھ کر لنگر حاصل کرتے، اس کا زندہ مشاہدہ آج

بھی ہر خانقاہ پر دیکھنے کو ملتا ہے بالخصوص ہندوستان کے اندر جہاں مخلوط معاشرہ ہے، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت عبدالعزیز دہلوی، حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یا کسی بھی صوفی وعارف کی خانقاہ پہ عموماً عرس کی تقریبات میں خصوصاً جتنا ہجوم مسلمانوں کا ہوتا ہے اس سے بڑھ کر غیر مسلموں کا ہوتا ہے، اب تو دنیا نے بڑی ترقی کر لی ہے جگہ جگہ ہوٹل اور ریستوران بن گئے ہیں، ورنہ پہلے قافلے جب چلتے تھے تو وہ اپنے راستے کا تعین اس طرح کرتے تھے کہ ہمارا اتنے دن کا سفر ہے اور راستے میں ہمیں فلاں فلاں جگہ پہ خانقاہ پڑتی ہے اس لئے اتنے اوقات کے طعام کا بندوبست ہمارا ان خانقاہوں سے ہو جائے گا۔

قیام گاہ

لنگر خانہ کی طرح ہر خانقاہ پہ مسافر خانے تعمیر کئے جاتے تاکہ زائرین ومسافرین کے قیام ورہائش کا انتظام ہو، وہ بھی بالکل لنگر کی طرح اپنے پرائے کی تفریق کے بغیر عوام وخواص کے لئے بالکل مفت تھا، اس لئے کہ قافلے کہیں بھی جائیں خانقاہوں کی پناہ ڈھونڈتے تھے کہ مفت اور مناسب قیام مل جائے گا، بنیادی طور پر اگر دیکھا جائے تو درجِ بالا ہر دو انتظام اس وقت کا ایک منظّم تنظیم کے مترادف تھے جو تنظیم اپنی خوبیوں کی بنا پر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی اور لوگ اس حسن کردار، حسن اخلاق اور حسن انتظام سے متاثر ہو کر کھنچے چلے آتے تھے، یہ کہنے میں ذرّا بھر بھی مغالطہ نہ ہوگا کہ دورِ حاضر کی فلاحی تنظیمیں (این جی او) خانقاہی نظام سے ماخوذ ہیں۔

کلام گاہ

جب لوگ وہاں پر آتے تو پھر وہ تیسرا حصہ (کلام گاہ) اپنا تحرک دکھاتا، اور غیر مسلموں کو بصیرت وکلام سے مسلمان، مسلمانوں کو مومن، مومنوں کو عارف اور عارفوں کو معارف بتاتا، خانقاہی نظام کی سب سے بڑی مثال اگر لی جائے تو وہ رسولِ

اکرم ﷺ کا دورِ مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے بلا امتیاز غلام وسردار ہر کسی کو اپنی نظر عنایت سے نوازا، اگر اس وقت ایک معیار رکھ دیا جاتا کہ نہیں صرف مسلمان ہی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی حضوری سے فیضیاب ہو سکتا ہے تو پھر کتنے لوگ ہوتے جو جانثارِ نبی ﷺ بنتے، اس لئے صاحبانِ خانقاہ سے یہ گزارش ہے کہ ابنی بنیاد فرقوں کی تاویلات سے اخذ کئے گئے علم پہ نہ رکھیں بلکہ اس کی بنیاد اس فقرِ محمدی ﷺ پہ رکھیں جو تمام فرقوں اور تفریقوں سے منع کرتا ہے، خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ قرار دیتا ہے، اور اب دنیا کو جس آسودگی کی ضرورت ہے اس کے مہیا کرنے کا بندوبست کریں، عرس کی تقریبات کو وصولیٔ نذرانہ کی رسم کے بجائے یومِ تجدید عہد پیغامِ اسلاف کے طور پر منائیں اور خلفاء کو طریقۂ ہائے ''اگاڑی'' کے بجائے رسمِ شبیری کا درس دیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

میری ناچیز رائے میں اب مشائخ کو گوشہ نشینی کے بجائے عملی تحریک کا بیڑہ اٹھانا ہوگا، جس طرح اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرانوردیوں کا
جہاں میں مانند شمع سوزاں میانِ محفل گداز ہو جا

عوام کو بھی بیداری کے ناخن لینے چاہئیں کہ خانقاہ ہے کیا اور بنیادی نظام اور انتظام ہے کیا؟ کیوں کہ یہ سب کچھ سمجھے بغیر کئی سادہ لوح لوگ اپنے ایمان وایقان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ (ماخوذ از ماہنامہ شمس الاسلام۔ از قلم: صاحبزادہ سلطان احمد علی)

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ خانقاہ اصحابِ صفہ کی جدید نقل ہے، ہندوستان میں بے شمار خانقاہیں موجود ہیں، بس ان میں اصحاب رسول اکرم ﷺ جیسے جذبات کو جگانے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم وغیر مسلم خانقاہی نظام سے فیضیاب ہو کر رجوالی اللہ کی سعادت حاصل کر سکیں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

بھائی کی طرف سے بھائی کو تحفہ

ہم مسلمانوں کے لئے عبرت کا سامان

ہم کون تھے یروشلم کے میناروں سے پوچھو

کیا ہم غور نہیں کرتے کہ آج ہم کس درشت وآزمائشی دور سے گذر رہے ہیں، ہم اپنے آپ کو مسلمان اور اسلام کے پاسبان تو کہتے ہیں کیا وہ اوصافِ حمیدہ ہم میں باقی ہیں؟ آج عالم اسلام کو زیروزبر کیا جارہا ہے اور مسلمانوں میں انتشار کی کیفیت پیدا کر کے مسلمانوں میں مذہب سے دوری، اتحاد میں رخنہ اندازی اور اسلام کو مٹانے کی جو سازشیں ابلیسی طاغوتی قوتیں کررہی ہیں، کیا وہ ہماری ایمانی قوت پر ضرب کاری نہیں ہیں۔ آج یہ شیطانی قوتیں عالم اسلام پر ایک طوفان کی طرح اٹھ کر جو حملے کررہی ہیں، وہ آپ کے مشاہدے میں آرہی ہیں، آج فلسطین ان کا کارزار بن گیا ہے جہاں یہ شیاطین فلسطینیوں پر ظلم وجبر ڈھارہے ہیں، عراق میں جو خونِ ناحق بہایا جارہا ہے، افغانستان جو اپنی آزادی اور بقا کے لئے مظلوم افغانی اپنے وجود کے لئے برسرپیکار ہیں تو ان کی حریت ایمانی کو دبانے کی کوشش ہورہی ہیں وہ آپ کی نظر میں آرہی ہیں۔ یہ کیوں ہورہا ہے؟ اس لئے کہ ہم روحانیت سے مادیت کی طرف جھکے جارہے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے دور ہوگئے ہیں۔ ہم میں وہ ایمانی

حرارت وقوتِ ایمانی ماضی میں جو موجود تھی، ان شیطانی قوتوں نے ان میں نقب زنی کرڈالی، آج ہم میں وہ ایمانی کیفیت مفقود ہوگئی ہے، عالم اسلام میں اتحاد کا فقدان ہوگیا ہے، آپسی اختلافات بڑے زوروشور سے ہماری ایمانی قوت میں جڑ پکڑ چکے ہیں، آج ہم ایک کمزور قوم کی حیثیت سے ان شیطانی قوتوں میں جانے پہچانے جارہے ہیں اور انہوں نے طے کرلیا ہے کہ ہم کو مٹادیں گے۔ (اللہ نہ کرے!)

متحدہ طور پر اسلام کو مٹانے کی کوشش

کیا آپ نے ہماری اسلامی تاریخ پر نظر نہیں ڈالی جو ہمارے اسلاف ومجاہدین اسلام نے ان یہودیوں وعیسائیوں کی سازشوں کو کس طرح روند ڈالا جو متحد ہوکر اسلام کو مٹانے کی کوشش کررہے تھے وہ ناکام ہوکر رہ گئی، یہ وہ مجاہدین اسلام تھے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور احکام کی پابندی کرتے تھے، قرآنِ کریم اور سیرتِ محمدیہ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگائے رکھتے تھے۔

شیطانی قوتیں جو سازشیں کرتی تھیں ان پر حملہ آور ہوکر اس کو ناکام بنادیتے تھے، آپ کو تاریخ اسلام کے ماضی کے آئینہ میں لئے چلتا ہوں، آپ کو مجاہد اعظم غازی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ سے واقف کرانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جسے آپ اپنے ملاحظہ میں لاکر اپنی ایمانی حرارت میں جلا بخشیں۔

میں ان یہودیوں، عیسائیوں کو آواز دے رہا ہوں جو اپنے مکروفریب اور سازشوں سے عالم اسلام پر ضرب لگانے کی کوشش کررہے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں، لیکن یروشلم کے میناروں سے پوچھو کہ جب فاطمیوں اور عباسیوں کی خانہ جنگیوں سے مصروبغداد کی سلطنتیں کمزور ہوئیں اور شاہانِ یورپ نے جو ہر وقت مسلمانوں کو مٹانے کی فکر میں رہتے تھے، پاپائے روم کے صلیبی جھنڈے کے نیچے جمع ہوکر قسمیں

کھائیں کہ خود مٹ جائیں گے یا دنیا کو مسلمانوں کے ناپاک وجود سے پاک کر دیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت وہ کون مجاہد اسلام تھا جس نے ان کے سر پر مسلط ہو کر ان کی قوت کو تہس نہس وزیر و زبر کر ڈالا، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مجاہد غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ تھا جو ان متحدہ مخالفین اسلام و شاہانِ یورپ پر بادل کی طرح گرجا، بجلی کی طرح چمکا اور آخر کار ان دشمنوں کے سروں پر جن کے لشکر شام و فلسطین کے میدانوں میں آندھی و طوفانوں کی طرح بڑھتے چلے آرہے تھے، قہر عظیم بن کر ٹوٹ پڑا، یورپ کی تمام سلطنتیں اپنا پورا زور اور قوت خرچ کر چکیں مگر وہ فولاد کا پہاڑ جس طرف گیا برابر پسپا کرتا چلا گیا، اس کے لشکر کی سیل فنا تلواریں ظالموں سے ظلم کا بدلہ لئے بغیر نہ رہیں اور برابر دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتی گئیں، آرنالڈ سپہ سالار فرانس فریڈرک آف جرمنی اور رچرڈ شاہ انگلستان جیسے اہل یوروپ اسے شیر دل کے نام سے پکارتے تھے، اس بہادر غازی کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے، شجاعت و عدالت کا وہ آفتاب جس طرف بھی گیا اپنی تیز شعاعوں سے ظلم و ستم کے تاریک اندھیروں کو صاف کرتا گیا، جب اس کی قوت بے پناہ سے قاہرہ کے دشمنوں کی تمام امیدیں کٹ گئیں تو والیٔ طرابلس اس غازی کے دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے بہادر اور فیاض سلطان! روح القدس کی قسم! اب ہم بے گناہ بندگانِ خدا کا خون نہیں بہائیں گے تو اپنی رحم دلی اور فیاضی سے ہمارے ہم مذہب بھائیوں کو بیت المقدس میں امان دے۔

مسلمان آرام طلبی کے لئے نہیں

صلیبی جنگوں کی خونی داستانیں طویل ہیں مگر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ مجاہد اعظم کی زندگی آپ کو بتلائے گی کہ مسلمانوں کا وجود دنیا میں عیش و راحت اور آرام طلبی نہیں ہے بلکہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری

کے لئے پیدا ہوا ہے، وہ اسلام کے پرچم کو بلند رکھنے کے لئے اپنا وجود منوانے کے لئے پیدا ہوا ہے، دکھوں کو اٹھانے اور مصیبتوں کو سہنے کے لئے پیدا ہوا ہے، وہ ایک جفاکش سپاہی کی طرح دنیا میں قدم رکھتا ہے، وہ پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے مگر دوسروں کو ظلم کے پنجے سے نکال لیتا ہے، غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ان تاجداروں میں سے تھے جن کی سطوت و جلالت کا سکہ تمام دنیا مانتی تھی، ان کی قابلیت و بلند ہستی و ایثار و ہمدردی، انصاف اور رحم دلی کے دوست و دشمن قائل تھے۔

قیصر ولیم ثانی والیٔ جرمنی جب روم و شام کی سیاحت کو گیا تو اس نے سلطان کے مزار پر سونے کا تاج چڑھایا اور اس پر یہ عبارت لکھائی کہ

''بھائی کی طرف سے بھائی کو تحفہ''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی بہادری کی قدر ان کے سخت سے سخت دشمنوں کے دلوں میں تھی۔ ہم اس اولوالعزم سلطان کی سوانح عمری کا مطالعہ کریں تو ایک ایک واقعہ ہر ایک مسلمان کے دل میں ایمانی زندگی کی لہر پیدا کر دے گا اور ہماری ایمانی حرارت میں تقویت پیدا ہوگی اور ہم اپنے فروعی اختلافات دور کر کے متحد ہو جائیں گے اور ان شیطانی طاقتوں کو جو عالم اسلام پر مسلط ہونے کی کوششیں کر رہی ہیں ان کی سازشیوں کو زیر و زبر کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں اتحاد و قوت پیدا فرمائے، آمین!

افسوس صد افسو آج خواص ہوں یا عوام، ہر ایک نے ریاضت ترک کر دی ہے، آج ہم علماء اور طلباء اور دانشوران میں کوئی تلوار چلانے والا، لاٹھی اور بندوق چلانے والا مشکل سے ملے گا، آج گھوڑ سواری اور تیر اندازی مفقود ہو چکی اور مدافعت کا حوصلہ نہیں رہا، دشمنوں سے آنکھ ملا کر بات کرنا اور ایمانی حرارت سے اپنی زندگیوں

کومزین کرنا ہم بھول گئے ہیں۔ آج کے حالات میں ضروری ہے کہ ہم میں عسکری صلاحیت پیدا ہو اور ہم میدان میں سینہ دکھانے کے قابل ہوں، پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں میں ہمارا شمار نہ ہو۔ آج اختلافات کو یکسر بھلا کر مسلمان سیسہ پلائی دیوار کے مانند ہو جائیں تو کچھ بات بنے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

مشہور محقق اہل علم امام ابوعبیدہ ثقفی متوفی ۲۲۴ھ نے اپنی مستند کتاب ''کتاب الاحوال'' میں صفحہ ۳۴۳ پر مندرجہ ذیل واقعہ ذکر فرمایا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ''سوس'' فتح ہوا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت دانیال علیہ السلام کا جسد مبارک ایک عبادت گاہ میں پڑا ہوا ہے اور اس کے پاس کافی مال و دولت موجود ہے جس کے پاس ایک تحریر موجود ہے کہ جس کسی کو مال کی ضرورت ہو اس سے لے جائے، اور پھر ضرورت پوری ہونے پر مال یہاں لا کر جمع کر دے ورنہ وہ کوڑھی ہو جائے گا، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس پر عمل کیا جاتا ہے، چنانچہ آپؓ نے یہ حالت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی تو آپؓ نے جواب میں ہدایت فرمائی کہ نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں اور سارا مال بیت المال میں جمع کر دیں۔

نوٹ: حضرت دانیال علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ۷۰۰ سال پہلے گزرے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت حضرت دانیال علیہ السلام سے تقریباً ۱۴۰۰ برس بعد کا ہے، اس لحاظ سے حضرت دانیال علیہ السلام کے بدنِ مبارک کو خداوند قدوس نے چودہ سو سال تک سلامت رکھا تاکہ لوگ کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ نبی کی موت فنائے کامل نہیں ہوتی بلکہ اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ (ماخوذ از ماہنامہ تصوف ملی ص ۱۶ تا ۱۷، جون ۲۰۰۶ء)

مشہور مورخِ اسلام علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند کتاب "العبر فی خبر من غبر" جلد ۴، صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے کہ ۳۱۵ھ میں بیت المقدس میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی قبور اچانک ظاہر ہوگئیں، مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا، سب حضرات کے پاکیزہ جسم بالکل صحیح وسالم تھے۔

تنبیہ: جولوگ حیات الانبیاء کے منکر ہیں وہ یہ کہنے سے بھی خوف نہیں کرتے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ہمراہ رات کو مصر سے نکلے تو راستہ بھول گئے، جب تشویش ہوئی تو علمائے بنی اسرائیل نے فرمایا: یوسف علیہ السلام نے ہم سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ جب وہ مصر سے جائیں گے تو میری ہڈیاں اپنے ہمراہ لے جائیں چنانچہ انہوں نے ہڈیاں نکالیں اور اپنے ہمراہ لے گئے"۔ (الاولۃ القویہ ص ۴۸، العیاذ باللہ)

(ماخوذ از ماہنامہ تصوف ملی ص ۱۷، جون ۲۰۰۶ء)

سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں (جو کہ لال رنگ کے ٹیلے کے پاس ہے) کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں۔

نوٹ: سید دو عالم ﷺ نے اس حدیث میں پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوکر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کھڑا ہونا تو بدن کا خاصہ ہے۔

محدثِ کبیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح البیان میں تشریح کی ہے کہ درجِ ذیل حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور صحیح ہے۔ (فیض الباری، جلد ۲، ص ۱۱۷)

الانبیاء احیاء فی قبورھم تصلون (انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں) **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسریٰ مرّ**

علی موسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ (جناب رسولِ کریم ﷺ کا شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزر ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے)

منصور بن عکرمہ نے حضورِ رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین و متعلقین کے خلاف مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کی دستاویز لکھی تھی جس پر کفارِ مکہ کے سرداروں نے اپنے دستخط ثبت کئے تھے اور جسے دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیا گیا تھا، نتیجہ کے طور پر حضور سرورِ کائنات ﷺ کو اپنے اہل خاندان اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا اور اہل حق کو جن میں بچے اور بوڑھے سبھی تھے، جن ہوش ربا مصائب وآلام سے گزرنا پڑا اس کی تفصیلات تاریخ کی کتابوں میں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، سیرت وتاریخ کی مشہور ومعروف کتاب سیرت ابن ہشام کے مطابق منصور بن عکرمہ کی انگلیاں شل ہوگی تھیں۔

ولایت نبوت کا عکس

نبوت کا عکس ولایت ہے، جو حضرات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر عمل پیرا ہوکر مقامِ ولایت حاصل کرتے ہیں ان کے اجسام کو محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں وعدہ فرمایا ہے، ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ اولیاء کی قبور کو کئی کئی سو سال بعد اتفاقاً کھولا گیا تو ان کے اجسام اور کفن کو جوں کا توں پایا گیا، چالیس سال قبل کی بات ہے کہ پنجاب کے شہر تھانیسر میں حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کے حجرے کی دیوار گر گئی، تو عوام نے دیکھا کہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی میت کفن کے ساتھ صحیح سالم موجود ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے قبر میں نہیں بلکہ میرے حجرے میں ہی دفن کر دینا، اس میں ایک چبوترہ بنایا گیا تھا، نمازِ جنازہ پڑھ کر نعش

کو چبوترے پر رکھ دیا اور دروازہ نکال کر دیوار کو بند کر دیا گیا، ساڑھے پانچ سو سال بعد حجرے کی دیوار گر پڑی تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ صحیح سالم رکھا ہے، ہزاروں افراد نے زیارت کی، شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبدالقدوس قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

صدقہ بلا کو رد کرتا ہے

اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہے

سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا، لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی اور درخواست کی کہ اس کے لئے بد دعا کر دیں، صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے، وہ شخص روزانہ لکڑی چننے جایا کرتا تھا، چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادہ سے نکلا، اس روز اس کے پاس دو چپاتی تھی اس نے ایک کو کھالیا اور دوسری کو صدقہ کر دیا، غرض وہ گیا اور لکڑی چن کر شام کو صحیح وسالم واپس لوٹ آیا، اسے کچھ بھی نہیں ہوا، لوگ صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ تو لکڑی چن کر صحیح وسالم لوٹ آیا، اسے تو کچھ بھی نہیں ہوا، حضرت صالح علیہ السلام کو تعجب ہوا، انہوں نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کونسا عمل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں آج لکڑی چننے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھا لیا تھا، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھڑ کو کھولو، لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) کسی درخت کے تنے کی مانند پڑا ہوا تھا

اور اپنا دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے تھا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچالیا۔

سارے سیاہ وسفید پہ حاوی اللہ ہو
بولے ساکت آنکھ کی پتلی اللہ ہو

فقر کا مقام

یہ حقیقت ہے کہ انسان کا محافظ لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت انسان کے ساتھ نہ ہو تو دیگر مخلوقات اس کو کھا کر صفاچٹ کر جائیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ دیا کرو کہ وہ بلاؤں کو دور کرتا ہے، اور آنے والی مصیبتیں رک جاتی ہیں، آج کے ماحول میں مسلمان اپنا روپیہ پیسہ واہی تباہی اور نفسانی خواہشات میں کتنا خرچ کرتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صدقات، خیرات کو ہمیشہ ترجیح دیا کرتے تھے، آج کے ماحول میں جہاں ہزاروں فتنے ابھر چکے ہیں اور انسان کی جان نہایت سستی ہو چکی ہے، صدقہ اور خیرات کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، خصوصاً اہل تصوف اور اہل طریقت پر تو صدقہ، خیرات اور ایثار لازمی ہے کہ وہ اپنی ذات پر دوسروں کو مقدم رکھیں، تبھی فقر کا مقام عطا ہوتا ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

مشائخ کی دعاؤں کے انداز

شیخ مراد بن عبداللہ الغزالی نے ذیل رشحات میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (جو عروۃ الوثقی کے معزز لقب سے ملقب ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں) آیۃ من آیات اللہ تھے، انہوں نے اپنے والد ماجد کی طرح تمام عالم کو منور کیا اور اپنی توجہات عالیہ کی برکت سے جہل وبدعت کی تاریکیوں کو چھانٹ دیا تھا، آپ کی صحبت اقدس کی تاثیر سے ہزاروں انسان روحانیت کے اونچے مقام پر فائز ہو گئے تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ تھی اور خلفاء سات ہزار تھے، آپ کے خلفاء میں بڑی عظیم المرتبت ہستیاں ہیں، مثلاً آپ کے ایک خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاری (جو مشائخ خراسان وماوراء النہر میں سے تھے) ان کے متعلق شیخ مراد بن عبداللہ الغزالی کے حوالہ سے صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ ان کے چار ہزار خلفاء تھے۔ (ان چند سطور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے باکمال خلفاء اور مریدین کا حلقۂ اثر کس قدر وسیع ہوگا اور ان سے مخلوقِ خدا کو کس قدر فیض پہنچا ہوگا)

آپ کے مکتوبات سے چند دعائیہ کلمات لکھے جاتے ہیں، مکتوبات الیہ میں سے بعض کا شمار بذاتِ خود یا خاندانی طور پر امراء وروسائے شاہجہانی میں ہوتا ہے جو سب کے سب بڑے صاحب وجاہت لوگ ہیں، بعض مشاہیر اہل سلوک قانع ومتوکل نفوس ہیں۔

- اللہ تعالیٰ ہماری ذاتِ بابرکات کو اپنی عنایات سے خوش رکھے اور اتباعِ سنن مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تم کو مزین کرے! (ص۹۱، مکتوب بنام شمشیر خاں)
- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ اپنی معیت سے نہ چھوڑے! (ص۲۵، مکتوب بنام نذر بیگ سمرقندی)
- اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے کنارکر کے اپنی مرضیات سے مکرم و مستفید کرے! (ص۵۷، مکتوب بنام ہمت خاں)
- اللہ تعالیٰ ابوابِ فیض کو ہمیشہ مفتوح رکھے! (ص۳۴، مکتوب بنام شیخ مظفر)
- اللہ تعالیٰ ابوابِ مفتوح کو ہمیشہ مفتوح رکھے! (ص۸۳۱، مکتوب بنام خواجہ عبدالصمد کابلی)
- اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں ترقی بخشے! (ص۹۲۱، مکتوب بنام شیخ طاہر بدخشی ثم جون پوری)
- اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں ترقیات بے اندازہ عطا فرمائے! (ص۹۴۱، مکتوب بنام مولانا محمد حنیف)
- حق تعالیٰ نیستی و ہستی کا حسن و جمال تمہارے آئینۂ باطن پر جلوہ گر کر دے اور دعوائے تکبر سے نجات دے،، بحرمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص۵۸۱، بنام اسداللہ بیگ)
- اللہ تعالیٰ آتش شوق کو مشتعل اور شعلہ طلب کو سربلند کردے یہاں تک کہ اپنے ماسوا سے بیگانہ بنادے اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخشے! (ص۱۰۲، مکتوب بنام قاضی عنایت اللہ)
- اللہ تعالیٰ ''عافیت صوری'' اور ''جمعیۃ معنوی'' عطا فرمائے اور آفات سے مامون و محفوظ رکھے! (ص۶۲، مکتوب بنام مولانا محمد حنیف)
- اللہ تعالیٰ تم کو ماسوا کی غلامی سے آزاد اور جذباتِ معنویہ سے لذت یاب کرے! (ص۴۴، مکتوب بنام شیخ بایزید)
- اللہ تعالیٰ آتش طلب کو مشتعل کرے، شعلہ شوق کو بھڑکائے اور ماسوا کلیۃ رہائی دے کر قرب و معرفت کی بارگاہ تک پہنچائے! ''اِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ'' (ص۸۵، مکتوب بنام مولانا برخوردار کابلی)

- اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور جادۂ شریعت و طریقت پر استقامت بخشے! (ص۲۱۲، مکتوب بنام مرزا ابوالعالی)
- اللہ تعالیٰ مدارج قرب عنایت فرمائے! (ص۸۲۲، مکتوب بنام سید علی بارہہ)
- اللہ تعالیٰ جادۂ شریعت غزا و سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مستقیم و مستریم رکھ کر ترقیات صوریہ و معنویہ سے مکرم و ممتاز فرمائے! (ص۵۵۲، مکتوب بنام خواجہ احمد بخاری)

(ماخذ مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ، تلخیص و ترجمہ: مولانا نسیم احمد فریدی امروہی، ناشر کتب خانہ الفرقان لکھنؤ، حوالہ ص۳۱ تا ۵۱)

بندہ راقم الحروف کے شیخ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر نامبٹ ارشاد فرماتے اور گاہِ بگاہِ اپنے مکتوبات میں بھی تحریر فرماتے۔

- اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور درجات میں ترقی عطا فرمائے، علم میں عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

میاں جی نور محمد علوی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر یوپی میں آپ بحیثیت ایک معلم کام کرتے رہے اور مستور الاحوال رہے، آخر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی تھانوی مہاجر مکی ومدنی ایک عجیب طریقہ سے آپ کے مرید ہوئے اور آپ کے جلوؤں کو عام کرنے کا سبب بنے، آپ اس واقعہ کو مصنف ''شمائم امدادیہ'' کی زبان سے سنئے!

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعہ مثنوی مولانا روم کو بطور ورد کے معمول بنالیا تھا، خاطرِ اقدس کو ایک حرکت بلیغ پیدا ہوتی تھی اور جوش وخروش باطنی آئینہ چہرۂ انور سے ظاہر ہوتا تھا اور داعیہ سلوک صامت سینہ صفت گنجینہ میں جلوہ اضطرار ڈالتا تھا کہ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ مجلس اعلیٰ حضور اقدس سرورِ دو عالم مرشد اتم ﷺ میں حاضر ہوں، غایت رعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے، ناگاہ میرے جد امجد حضرت شاہ بلاقی صاحب تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور نبی ﷺ میں پہنچا دیا، اور آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ لے کر حضرت میاں جی صاحب علوی جھنجھانوی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کردیا، اس وقت بعالم ظاہری حضرت میاں جی صاحب سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا، بیان فرماتے ہیں کہ میں جب بیدار ہوا تو عجب انتشار وحیرت میں مبتلا ہوا

کہ یارب یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دے دیا، مجھ کو خود ان کے سپرد فرمادیا، اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن استاذی مولانا محمد قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث جلال آبادی شاگردِ رشید وخلیفہ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمالِ شفقت فرمایا: تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے، وہاں چلے جاؤ اور حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرو، شاید مقصد اصلی کو پہنچو اور حیص بیص سے نجات پاؤ، میں گرمی وسفر سے حیران وپریشان چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، بارے بہ کشش وکوشاں آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمالِ باکمال جناب والا ملاحظہ کیا چہرۂ انور کو خواب میں دیکھا تھا، بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہوگیا اور آپے سے گذر گیا، افتاں وخیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا، حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سر کو اٹھایا اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق ہے، یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر ہوئی اور اس کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔

عمامۂ امامت اور خرقۂ خلافت عطا ہوا

الحاصل ایک مدت تک خدمت بابرکت حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ میں حلقہ نشین رہا، سلوک طرق اربعہ عموماً اور طریقہ چشتیہ صابریہ میں خصوصاً کیا اور حضرت خرقۂ تامہ اور اجازت خاصہ وعامہ سے مشرف ہوا، بعد عطائے خلافت حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا چاہئے ہو؟ تسخیر یا کیمیاء؟ جس کی رغبت ہو تم کو بخشوں! میں یہ سن کر

روتے لگا اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے، خدا کو چاہتا ہوں وہی مجھ کو بس ہے، حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب باتمکین سن کر بہت مسرور وخوش مزہ ہوئے اور مجھ کو بغلگیر فرما کر علوئے ہمت پر آفرین کی اور دعائے جزیلہ وجمیلہ دیں۔

(از شمائم امدادیہ، ص ۱۵)

جس طرح دربارِ نبوی ﷺ سے آپ کو حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی مریدی کا شرف بخشا گیا اسی طرح درگاہِ نبویؐ سے آپ کو حضرت کے خلیفۂ خصوصی کا رتبۂ عالیہ اور اخذ بیعت کے لئے عمامہ امامت امت عطا ہوا، چنانچہ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے درمیان روضۂ شریف ومنبر کریمہ کہ "روضة من رياض الجنة" اس کی شان ہے، مراقبہ کیا، معلوم ہوا کہ عمامہ اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے تھے، جو میرے سر پر غایت شفقت سے رکھ دیا اور واپس تشریف لے گئے، مصنف شمائم امدادیہ کہتے ہیں کہ یہ عبارت ہے، اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب ﷺ سے اور بھیگا ہوا عمامہ اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب وتمکین بعد تکوین وبقاء بعد فنا کے نیز یہ مجموعہ اشارہ واپسی وطن کا ہے۔ (شمائم امدادیہ)

دل کا دھونے والا دھوبی

حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے واقعہ کی طرح آپ کے ایک دوسرے شاگردِ رشید وخلیفہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب فاروقی تھانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ارادت بھی دلچسپ ہے، جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بشارتِ غیبی پا کر حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوگئے تو انہوں نے مرید ہونے کا واقعہ حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا، حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر حضرت حاجی امداداللہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سن کر نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا شوخ طبع بھی حضرت کا نادید عشق زار پرستار بن گیا اور حضرت سے ملاقات کرنے کا جوش اور ولولہ ان کے دل میں پیدا ہوا، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی جائے قیام معلوم کی، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار پر بیان کیا کہ وہ لوہاری کی جامع مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں اور ان کا اصل وطن جھنجھانہ ہے اور جھنجھانہ کا پتہ یہ ہے، پیرزادگان کے محلّہ میں مسجد چشتی صاحب کے متصل رہتے ہیں، مسجد کے پاس دھوبی رہتے ہیں، ان سے معلوم کر لینا، آپ لوہاری تشریف لے گئے، معلوم ہوا کہ حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ جھنجھانہ گئے ہوئے ہیں، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جھنجھانہ کا رُخ کیا، جب جھنجھانہ میں دھوبیوں کے گھروں کے قریب پہنچے تو حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے سامنے ایک مزار کے قریب (جو چشتی صاحب کے نام سے مشہور ہے) تشریف فرما تھے، حافظ صاحب نے کہا: ارے دھوبی میاں جیوؒ کا مکان کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں کپڑوں کے دھونے والا نہیں، دل کا دھونے والا دھوبی ہوں! حضرت حافظ صاحب سمجھ گئے کہ یہی حضرت میاں جیوؒ ہیں، فوراً قدم بوس ہوئے، اس کے بعد آپ کا معمول ہوگیا کہ اگر ہفتہ میں دو تین یوم تھانہ بھون قیام فرماتے تو تین چار روز حضرت کی خدمت میں گزارتے، آخر پورے ساڑھے تین سال کے بعد حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شرفِ مریدی بخشا، بعد ازاں آپ کی توجہ خصوصی سے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور کیا سے کیا بن گئے۔

ہم اپنے باؤلے کو خود سمجھالیں گے

اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے جو قاضی محمد ظفر صاحب سہارنپوری قاضی شہر نے (جو حضرت مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب منگوریؒ سے بیعت تھے) اپنے

والد بزرگوار قاضی محمد فضل الرحمٰن سہارنپوریؒ سے (جو خود حضرت حافظ صاحب فاروقی تھانویؒ شہید سے بیعت تھے) سنا تھا، حضرت میاں جیو صاحب علوی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ طالب علمی کے ایک دوست دہلی میں رہتے تھے، یہ دونوں حضرات سال بھر میں ایک دوسرے سے ملتے تھے، کبھی میاںؒ صاحب ان سے ملنے جاتے تھے اور کبھی وہ خود میاں جیوؒ صاحب سے ملنے آتے تھے، ایک بار حضرت ان سے ملنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ حافظ ضامن صاحبؒ بھی تھے، ملاقات کے بعد ان دوست صاحب نے حضرت سے دریافت کیا: کہو امسال کتنے تیار کئے ہیں، حضرت میاں جیو صاحبؒ نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں تو یہی ایک ہیں، انہوں نے کہا جا میرے یار مدرسہ میں تعلیم میں بھی پھسڈی تھا اور اب بھی ہے، دیکھ یہاں تو اس سال بیس تیار کئے ہیں، حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرید کے متعلق یہ توہین آمیز الفاظ ناگوار گذرے اور جامع مسجد کے حوض پر وضو کرنے کو بیٹھ گئے، ابھی دایاں پیر دھو ہی رہے تھے کہ حضرت کے ان دوست کو گھبراہٹ محسوس ہوئی تو حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ صاحب کو بلایا، حافظ صاحب امتثالِ حکم کے طور پر وضو نا تمام چھوڑ کر بایاں پاؤں بغیر دھوئے ہوئے حاضر ہوئے اور ان حضرت سے فرمایا کہ آپ کے بیسوں تو کورے رہ گئے کیوں کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان بیسوں کی نسبت سلب کر لی تھی، اس کے بعد حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی اور اطمینان کے لئے اپنے دوست سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم اپنے باؤلے کو خود سمجھا لیں گے۔

یہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کر دیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ صحرا میں پھر

رہا تھا، ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحبؒ مجذوب پانی پتی ہیں، مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے، میں بھی بیٹھ گیا، مجھ پر توجہ جذب کی دنیا شروع کی جب مجھے آثارِ جذب معلوم ہونے لگے تو میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا، اسی وقت میرے اور ان کے درمیان حضرت پیر و مرشد حائل ہو گئے، مجذوب صاحبؒ تبسم کرنے لگے، میں نے عرض کیا: مجھ کو آپ کی طرح دیوانگی پسند نہیں ہے، یہ تھا حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ کاملہ کا اثر کہ ایک پلہ بیس پر بھاری ہے، خواجہ میر درد نے خوب فرمایا ہے۔

کرے ہے کچھ سے کچھ تاثیر صحبت صاف طبعوں کی
ہوئی آتش سے گل کی دیکھئے رشک شرر شبنم

یہاں تو شبنم جیسی نازک و نفیس چیز کا ذکر ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے نیم مشت گل کے اوپر صحبت گل کے اور ''جمالِ ہم نشیں'' کے اثر کا واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفت از من نہ مشکم نے عبیرم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہما خاکم ز ہستم

جب ''جمالِ ہم نشیں'' کا یہ اثر مشت خاک پر ہوتا ہے تو مرشد کامل کی توجہ خصوصی کا اثر خدا کی پناہ کیا کچھ ہوتا ہوگا۔

تصورِ شیخ یا غلبۂ محبت

اس سلسلہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت سنئے! حافظ محمود احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ داماد مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ

حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضرت مجھے تصورِ شیخ کی اجازت دے دیجئے، حضرت نے فرمایا کہ جب محبت غلبہ کرتی ہے تب تصورِ شیخ کون کرتا ہے، غلبۂ محبت سے تصورِ شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے، حضرت کے یہ فرمانے سے ایسا تصورِ شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی، چلتے پھرتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے، جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں صورت شیخ موجود، نماز میں سجدہ کی جگہ صورتِ شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز بھی پڑھنا مشکل ہوگئی، کس کی نماز پڑھیں، جس طرح حضرت کی ادنیٰ توجہ سے یہ حالت پیدا ہوئی تھی اسی طرح جاتی رہی اور ایک نظر میں صحیح حالت ہوگئی۔

حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کیفیت باطنی کا احوال حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اس فقیر مؤلف (نسیم احمد جھنجھانویؒ) نے سنا ہے، ایک دفعہ مولانائے موصوف صاحب مرحوم کے یہاں جو مولانا یحییٰ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جھنجھانہ رونق افروز ہوئے اور قاضی اشتیاق احمد صاحب مرحوم کے یہاں جو مولانا یحییٰ صاحبؒ کے خسر ہوتے تھے، قیام فرمایا، دورانِ قیام میں آپ حضرت میاں جی صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ وزیارت کے لئے تشریف لے گئے، میں بھی حضرت کے ساتھ فاتحہ پڑھنے گیا، حضرت مولانا نے فاتحہ کے بعد فرمایا کہ حضرت میاں جی صاحبؒ کے رتبہ کا اندازہ آپ حضرات اس سے لگائیں کہ جو کیفیت حضرت منصورؒ پر صرف چند گھنٹہ بلکہ چند منٹ جاری رہی تھی اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکے اور ''انا الحق'' کہہ دیا، وہی کیفیت حضرت میاں جی پر تیس سال تک مسلسل طاری رہی، مگر اس قدر اعلیٰ ظرف رکھتے تھے کہ اُف تک نہ کی، غالب دہلوی نے اسی لئے کہا تھا۔ ؎

گرنی تھی ہم پر برقِ تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

یہی آپ کا ظرف تھا کہ آپ اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے اور بقول حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے زمانہ میں ہندوستان کا دنیاوی پایۂ تخت دہلی تھا اور روحانی پایۂ تخت لوہاری تھا، اب جس کو روحانی دنیا کی بادشاہت مل گئی اور جو قبلۂ روحانیان قرار پایا اس کے ہاتھ میں کیا کچھ نہ ہوگا اور اس کے ایک اشارۂ ابرو پر کرامت تو کیا قیامت کا ظہور ہو سکتا تھا، مگر آپ نے اس کا اظہار بہت کم ہونے دیا اور کہیں کہیں تو ایسا بغیر ارادہ کے ہوا جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی بات پر لوہاری کے پٹھانوں سے ناراض ہو کر جھنجھانہ تشریف لے گئے، حضرت کے لوہاری سے چلے جانے کے بعد لوہاری کے اکثر محلوں میں آگ لگ جاتی تھی، جس سے وہاں کی خواتین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آگ کا لگنا حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ کی خفگی کے باعث ہے، چنانچہ وہ لوگ جھنجھانہ پہنچے، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت کی خوشامد کر کے لوہاری واپس لے آئے، حضرت کی مراجعت کے بعد پھر آگ نہیں لگی، خواتین نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت آپ لوہاری والوں سے خفا ہو کر جھنجھانہ تشریف لے گئے تھے تو یہاں مختلف محلوں میں آگ لگ جاتی تھی اور کچھ دیر کے بعد خود بجھ جاتی، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے جواب دیا: مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں صرف لوہاری سے محبت کے باعث مجھے اس کا ماحول اور محلے یاد آتے تھے۔

آگ لگنے کا واقعہ تو آپ نے سن لیا اب آگ بجھنے کا بھی سن لیجئے!

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب علوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض بعض کرامتیں بھی عجیب وغریب

ہیں، فرمایا کہ جی ہاں! ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آگ لگ گئی، کھیت والے نے حضرت سے آکر شکایت کی تو آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر دے دی کہ جلدی سے جا کر آگ میں ڈال دو، اس نے ایسا ہی کیا، آگ فوراً بجھ گئی۔

اللہ اکبر کیا جلال و جمال کا مرقع تھے حضرت شیخ جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(الافاضات الیومیہ، ج۳، ص۳۴۳، جناب نسیم احمد جھنجھانویؒ صاحب)

رونا مطلوب ہے، محمود نہیں

راقم الحروف (محمد ادریس حبان رحیمی) نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت دل اس قدر سخت ہو چکا ہے کہ آپ کی مجلس مبارک میں بیٹھ کر بھی رونا نہیں آتا۔ آنکھ اٹھا کر دیکھا اور ایک خاص انداز سے فرمایا ”حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ رونا نہیں آتا؟ بس اس کے بعد آہ و زاری کی جو کیفیت طاری ہوئی، تین سال کی مدت گذر گئی، ایک دن عرض کیا: حضرت اب تو بات بات پر رونا آتا رہتا ہے، کبھی کبھی یہ خیال کرتا ہوں کہ لوگ ریاکار نہ سمجھ لیں۔ ایک خاص انداز سے تبسم فرمایا اور عینک میں سے جھانکتے ہوئے فرمایا مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: رونا مطلوب تو ہوسکتا ہے لیکن محمود نہیں ہوسکتا۔ بس اس کے بعد رونا خود بخود موقوف ہوگیا۔ عجیب شان ہے اہل اللہ کی، درحقیقت پیر کامل کی نظر سے ہی مرید، مرید کامل بنتا ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مسجد کے ایک گوشہ میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ کون ہیں وہ لوگ جن کو میں پڑھاؤں؟ چنانچہ چند لوگ آتے، آپ ان کو پڑھا دیتے، یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہو جاتا اور نماز کا پڑھنا جائز ہو جاتا تو اٹھتے اور نصف النہار تک نماز میں مشغول رہتے، پھر گھر واپس آکر آرام فرماتے، پھر زوالِ آفتاب کے بعد مسجد میں جاتے اور فرماتے کہ کون ہیں وہ لوگ جن کو میں پڑھاؤں؟ چنانچہ کچھ لوگ ان کے پاس آتے، آپ ان کو پڑھاتے یہاں تک کہ جب سورج غروب ہو جاتا تو مغرب کی نماز پڑھتے، پھر دیگر نوافل میں مشغول رہتے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس جاتے، اور دو روٹیوں میں سے ایک روٹی کھاتے، پھر ہلکی سی نیند کرتے، اس کے بعد اٹھ جاتے، پھر جب سحر ہوتی تو (رات کی بچی ہوئی) دوسری روٹی تناول فرماتے، پھر اس پر پانی کا گھونٹ پیتے، پھر مسجد کی طرف نکل جاتے۔ (راوی) خلف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے ہم سے یہ بات بیان کی ہے کہ ”منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی سب کچھ کرتے تھے اور ان میں ایک عادت زائد تھی کہ وہ ساری رات نہ سوتے تھے، یہاں تک کہ ان کی پگڑی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تو اس کو اتار دیتے۔ (ازہد لاحمد، ص۲/۱۷۴)

حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ اس جامع مسجد میں کوئی ایسا ستون نہیں جس کے پاس میں نے قرآنِ مجید ختم نہ کیا ہو اور اس کے پاس گریہ وزاری نہ کی ہو۔ (حلیۃ الاولیاء، ص۲/۳۲۱)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی آہ وزاری

خانقاہ قدوسیہ رشید گنگوہ کے ایک کونے میں شاہ جی درویش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے برآمدہ میں ایک حجرہ ہے، شیخ اسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں چلہ کشی فرمائی ہے سلوک طے کرتے ہوئے آپ ذکر واذکار میں مصروف رہتے، ایک بار جو ''الا اللہ'' کی ضرب لگائی تو دیوار میں شگاف پیدا ہوگیا۔ آج بھی وہ شگاف موجود ہے۔ غرض حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا وہ دور نہایت آہ وزاری کا دور تھا، آپ کا رومال اور عمامہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا، لیکن آنسو نہیں رکتے تھے، بالآخر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو فرمایا: یہ تو ایک عارضی کیفیت ہے جاتی رہے گی۔ چنانچہ وہ حالت محو ہوگئی (یہ بات بندہ نے قلندرِ زماں حضرت الحاج مصطفٰی کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ حضرت گنگوہی وخلیفہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہما کی زبانِ مبارک سے سنی تھی)

بحمد اللہ تعالیٰ بندہ ناچیز کو اس حجرہ میں دو سال قیام کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ خانقاہِ قدوسیہ رشیدیہ کے ماحول اور انوارات کی بات ہی کچھ اور ہے، امامِ ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس خانقاہ میں کوئی ویسے بھی پڑا رہا، وہ بھی خالی نہ رہے گا۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

کھانے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنے والے پر عذابِ الٰہی

عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ہم لوگ حجاج کے پاس جا رہے تھے، جب ہم لوگ مقامِ ''صفاح'' پر پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، ہم لوگوں نے اس کے لئے ایک قبر کھودی، اس درمیان میں دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) آیا اور پوری قبر کو اپنے قبضہ میں کرلیا، ہم لوگوں نے ایک دوسری قبر کھودی مگر پھر وہی ہوا کہ اسی طرح ایک سانپ آیا اور پوری قبر کو اپنے گھیرے میں لے کر اس میں بیٹھ گیا، ہم لوگوں نے پھر ایک تیسری قبر کھودی مگر اس بار بھی وہی قصہ پیش آیا تو بالآخر ہم لوگ اسے یوں ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس کا وہ عمل ہے جسے وہ اپنی حیات میں کیا کرتا تھا، لہٰذا تم جاؤ اور اسے اسی طرح کسی کنارے میں دفن کردو، کیوں کہ اگر تم اس کے لئے پوری زمین بھی کھود ڈالو گے تو تم اسے اسی طرح پاتے رہو گے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ ہم نے اسے بالآخر اسی طرح سانپ کے ساتھ ہی دفن کردیا اور سفر سے

واپسی کے بعد میں اس کی بیوی کے پاس گیا تا کہ اس کے عمل کے بارے میں کچھ دریافت کروں تو اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ کھانا بیچا کرتا تھا اور ہر روز اپنے گھر والوں کے واسطے شام کی خوراک اس میں سے نکال لیا کرتا تھا اور اس میں اتنی ہی جو کی بھوسی ملا کر فروخت کر دیا کرتا تھا چنانچہ اس کا عذاب اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح دیا۔

آج کے دور میں ملاوٹ

اس دور کے تاجر لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کہ ملاوٹ کرنا کتنا ناپسندیدہ عمل ہے، آج دودھ میں پانی، آٹے میں کچھ اور قسم کی چیز اور مرچ، دھنیا میں بھوسہ اور کالی مرچ میں پپیتہ کے بیج ملا کر فروخت کرتے ہیں، ملائی میں سنگھاڑہ کا سفوف اور گیہوں کے میدے میں نتر الو کا سفوف ملا کر بیچتے ہیں، قیامت کے دن ایسے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ اس لئے کسی بھی چیز میں ملاوٹ نہیں کرنا چاہئے، آج میڈیکل اسٹور میں سینکڑوں دوائیں نقلی بک رہی ہیں اور سینکڑوں نیم حکیم الٹی سیدھی دوائیں دے کر مریضوں کی زندگی تباہ کر رہے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

دوستو! کبھی کسی کو دھوکہ نہ دو، خواہ وہ کسی بھی معاملہ میں ہو، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (یعنی مسلمان ہی نہیں) اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ایک پرندہ

حضور ﷺ کا خف لے کر اُڑ گیا

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الدعوت الکبیر'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بسند عکرمہ نقل کی ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو بہت دور نکل جاتے، ایک روز آپ ﷺ قضائے حاجت کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، آپ نے خفین کو اتار کر الگ رکھ دیا، پھر پہنتے وقت ابھی ایک ہی خف پہنا تھا کہ ایک پرندہ آیا اور دوسرا خف لے کر اڑ گیا اور خوب اونچائی پر جا کر چکر لگانے لگا، اسی دوران اس خف سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ (اسود سالخ) نکل کر زمین کی طرف گرا، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عظیم احسان ہے جو اللہ نے ابھی مجھ پر کیا، پھر یہ دعا مانگی ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ'' ترجمہ: اے اللہ! ہم پناہ مانگتے ہیں آپ کی اس کے شروں سے جو اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے (مثلاً سانپ، بچھو) اور اس کے شروں سے جو دو پاؤں کے سہارے چلتا ہے (مثلاً انس و جن) اور اس کے شروں سے جو اپنے چار پاؤں کے سہارے چلتا ہے۔ (مثلاً حیوانات اور درندے)

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بند جوتوں کو اچھی طرح جھاڑ اور جھٹک کر پہنا کرو اور لباس کرتے ولنگی وغیرہ کو بھی جھاڑ کر پہنو، اور اپنے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ کوئی موذی مخلوق تمہارے بستر میں چھپی ہو۔

سونے سے پہلے بستر جھاڑنا

میرے مرشدی ومولائی حضرت الحاج مصطفی کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الاسلام اور نبیرہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ایک حدیث سنایا کرتے تھے جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ ''جو شخص رات میں بستر کو جھاڑے بغیر اور صاف کئے بغیر سوتا ہے اس کے ایمان میں فتور ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بہرحال بستر کو جھاڑنا ہر حالت میں مفید ہے، خواہ وہ زمین پر بچھا ہو یا پلنگ پر، کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی سنتوں پر عمل کرنے سے بڑے فائدے ہو جاتے ہیں اور ان کے اثرات دیرپا ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نحوست بھی بڑی ہو جاتی ہے اور اس کے اثرات دیر میں ختم ہوتے ہیں، اس لئے ہر حال میں سنت پر عمل ضروری ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان برصغیر میں ایسے مشاہیر صوفیا بھی ہیں جن کا تعلق شاہی خاندانوں سے ہے، انہی میں مشہور صوفی سلطان الاولیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

آپ باوجود شاہی خاندان کے فرد اور ان کا سلسلہ نسب شاہی خاندان سے ہے آپ کی ذاتِ گرامی میں فقر اور ولایت کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں، آپ کی سوانح میں آپ کے بچپن کے حالات سے علم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو اہل دل بنانے میں بڑا کردار اور مساعیٔ جمیلہ رول ادا کیا ہے، چنانچہ سید محمد کرقانی مرید حضرت نظام الدین اولیاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب فرخ شاہ عادل تک جا پہنچتا ہے، فرخ شاہ کابل کے بادشاہ تھے اور گرد ونواح کے تمام سلاطین ان کے مطیع وباج گزار تھے، کابل کی سلطنت غزنی کی سلطنت سے بڑی تھی، جب کابل کی سلطنت کمزور ہوئی تو سارا ملک سلطنت عزنی میں شامل ہو گیا، لیکن فرخ شاہ کی اولاد کابل میں ہی رہی، جس وقت چنگیز خاں نے لشکر کشی کر کے ایران وتوران کو تہ وبالا کر ڈالا اور غزنی کا رخ کیا تو پہلے اس نے کابل پر حملہ کیا، اس حملے میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ چند روز وہاں رہ کر قصبہ قصورا (انواحِ لاہور میں قصور ایک مشہور قصبہ تھا، کبھی تاریخ کا نہایت مردم خیز قصبہ تھا جہاں علماء، فضلاء، اہل علم اور اہل دل پیدا ہوتے تھے، نواحِ لاہور میں آج بھی اسے ایک شہر کی حیثیت

حاصل ہے، اس علاقہ کی خوشبودار مٹی کبھی پورے ہندوستان میں مشہور تھی، لاہور کے مضافاتی علاقے میں بذریعہ ٹرین لاہور سے کنگن پور جاتے ہوئے قصور جنکشن کے پلیٹ فارم پر میں نے بذاتِ خود ہاکروں کو مٹی کے پیکٹ فروخت کرتے دیکھا ہے) تشریف لے گئے، قصور کے قاضی نے آپ کی بہت آؤ بھگت کی اور کافی مہمان نوازی کے بعد بادشاہ وقت کو سارے کوائف سے مطلع کیا، بادشاہ نے قصبہ کوٹھیوال (کوٹھیوالی ملتان کے قریب تاریخی شہر تھا) کی قضا قاضی شعیب کو تفویض کی اور آپ وہیں سکونت پذیر ہوگئے، خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار قاضی جمال الدین سلیمانؒ بھی قصبہ کوٹھیوال کے قاضی تھے، ان کی قبر اسی جگہ موجود ہے، ان کے تین لڑکے تھے، شیخ عزالدین محمود، شیخ فریدالدین مسعود اور شیخ نجیب الدین متوکل، ان نامور اشخاص کی والدہ ماجدہ جو نہایت نیک اور صالحہ عورت تھیں ملا وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دختر تھیں جن کے کمال صلاحیت، عفت اور کمالات وکرامات کے حالات حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں درج ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ وہ واصلانِ حق میں سے تھیں۔

(ماخوذ از ماہنامہ اسرار طریقت اعظم گڈھ)

☆☆☆

مرشد کی تلاش

حضرت مولانا محمود حسن حسنی ندوی مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ تربیت ہو یا رہنمائی اس کا تعلق خالص اللہ رب العزت سے ہے، وہی ذات عالی ''رب العالمین'' ہے اور اسی نے یہ دعا سکھائی ''**اھدنا الصراط المستقیم**'' پھر صحیح راستہ تو توفیق خداوندی فضل ربانی ہی سے حاصل ہوتا، راہ راست پر پڑ جانے کے بعد اس پر قائم رہنا، جمنا، ڈٹنا اور ثبات واستقامت میں کمزوری نہ آنے دینا یہ محض فضل الٰہی پر ہی موقوف ہوتا ہے، صحیح اور بالکل حق ہے کہ ''**من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ**'' ترجمہ: جسے اللہ رب العالمین راہِ راست پر لانے کا ارادہ کرلے تو کوئی بھی اسے راہِ راست سے ہٹا نہیں سکتا، اور جسے وہ ذاتِ عالی راہِ راست پر لانا نہ چاہے اسے کوئی جادۂ حق پر کھڑا نہیں کرسکتا۔ انبیاء ورسولوں کو اس کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ ثبات واستقامت کی دعا مانگتے اور ایک لمحہ بھی اپنے اوپر اعتماد وبھروسہ نہ کرتے، واقعہ یہی ہے کہ خودی کو مٹانے سے ہی خدا ملتا ہے، راہِ حق میں اپنے کو فنا کرنے سے ہی وصال حق حاصل ہوتا ہے اور اس دعا میں بھی مقربین بارگاہِ ایزدی کا حال آ گیا ہے کہ ''**ربنا لا تزع قلوبنا...... الآیۃ**'' یعنی صحیح راستہ دکھا دینے اور راہِ راست پر ڈال دینے کے بعد ہمارے دلوں کو اس سے غیر مطمئن نہ فرما اور اپنی رحمتوں کی نوازشیں فرماتا رہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی شفیق ہے، بندہ اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے قدم بڑھاتا ہے، فوراً اس کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے اور جب بندہ بے توجہی برتتا ہے اور اس کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات بڑھاتا ہے اور اپنی کامیابیوں کا انحصار اپنی صلاحیتوں پر رکھتا ہے تو وہ اپنے مربی حقیقی، حادیٔ مطلق اور مرشد برحق سے دور ہوتا جاتا ہے، جس کا کھلا اثر اس طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ زمینی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے ظاہری اسباب میں اسے کوئی ایسا رہبر نہیں ملتا جس سے وہ رہنمائی حاصل کر سکے، کوئی ایسا مصلح سامنے نہیں آتا جس سے وہ صلاح وفلاح کا راستہ سمجھ سکے اور نہ ہی کوئی ایسا مرشد و مربی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کی فکر کرے اور سمجھائے بجھائے، اپنے اس کے پرائے ہو جاتے ہیں، اس کی سیدھی الٹی ہونے لگتی ہے، قدم رکھتا ہے تو غلط پڑتا ہے، نگاہ اٹھتی ہے تو غلط پڑتی ہے، خرافات اسے گھیر لیتی ہیں، برکات اس سے کنارے ہو جاتی ہیں، لیکن توبہ وانابت کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے اور یہ ایسا دروازہ ہے جو اسی وقت بند ہوتا ہے جب سانسیں ٹوٹنے لگتی ہیں۔

زندگی صحیح گذارنے کا عہد

بندہ جب بھی صحیح زندگی گزارنے کا عہد کر لے اور صحیح کاموں کے کرنے میں کوشاں ہو جائے تو اس کے لئے خیر وبرکت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور ارشاد ربانی ہے ”**والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، وان اللہ لمع المحسنین**“ اسے سچے رہبر اور اچھے استاد و پیر اور مخلص اصحاب ورفقاء ملتے ہیں، اور اس کی بگڑی بنتی چلی جاتی ہے، لیکن توبہ وانابت دعا واستغفار سے دوری بنائے رہنا، اس کا استکبار ہے جو اس کو سرکش بنا دیتا ہے، اور پھر اللہ کی مدد وتوفیق اس کے

شامل حال نہیں ہوتی، اللہ نے انسانوں کے خلقت کے آغاز میں ہی جن وانس کی ایک ایک مثال دے کر دونوں کا حشر بتا دیا، ابلیس بابائے جن کے استکبار کو بتا کر واضح کر دیا کہ یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے دور کر دیا گیا، کہ اسے اپنے فعل پر ندامت نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنے موقف پر اڑا رہا تو سارے ہی خیر سے محروم کر دیا گیا، اور صرف یہی نہیں کہ وہ محروم کر دیا گیا جو بھی اس کی پیروی کرے گا اور اس کے کہے میں آئے گا وہ بھی محروم کر دیا جائے گا، اور بتا دیا گیا ”**ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین**“ (کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا وہ تم سب کا کھلا دشمن ہے) لیکن اللہ نے توبہ وانابت اور استغفار ودعا سے بڑے بڑے ظلم وجرم کو معاف کرنے کا دروازہ صبح وشام کھول رکھا ہے، اسی لئے فرما دیا گیا کہ ”**توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا**“ حضرت آدم علیہ السلام بابائے بشریت وانسانیت کی مثال دی کہ وہ اس درخت کی طرف چلے گئے اور اس کا پھل کھا لیا جس سے ان کو روکا گیا تھا مگر پھر وہ ندامت وخجالت سے پانی پانی ہو گئے اور انتہائی تواضع اور فنائیت سے کام لیتے ہوئے سارا قصور اپنا گردانا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ”**ربنا ظلمنا انفسنا...... الآیۃ**“ اللہ نے ان کی اس ادا کو پسند کیا اور اپنا قربِ خاص عطا فرمایا اور خاتونِ اول حضرت حوا علیہا السلام کو انہی سے وجود بخشا اور پھر ان دونوں سے خوب مرد وعورت دنیا کو عطا کئے اور اللہ نے صاف صاف فرما دیا ”**وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء**“ انہی مردوں وعورتوں نے اتنے رسول، نبی، محبوب وولی، صدیق وشہید اور ابرار وصالحین پیدا کئے، جن میں ابراہیم خلیل اللہ بھی ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ بھی، اور عیسیٰ مسیح بھی اور سب سے بڑھ کر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور برگزیدہ حضرات بھی جو اللہ کے مقرب اور محبوب بنے اور آج ان کے صحیح نام ہمارے سامنے نہیں، کیا یہ معمولی فضل ان پر نہیں کہ دنیا کا

سارا خیر انہی آدم صفی اللہ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہا ہے اور یہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے دنیا میں توحید کی ندا لگائی اور زمین میں خلافت الٰہی کا فریضہ انجام دیا۔

اعتراف گناہ اللہ کو بہت پسند ہے

اعترافِ قصور اللہ کو بہت پسند ہے اور یہ اللہ کے فضل کے حصول کا بڑا محرک بنتا ہے، انکار ذات ہو یا فنائیت اور تواضع وانکساری، اور اسباب کو اختیار کرنے کے بعد مسبب الاسباب پر نظر ہو تو پھر یہ اسباب اس کے لئے بڑے نتیجہ خیز اور ثمر آور ثابت ہوتے ہیں، لیکن تکبر واستکبار، عجب وانانیت، بغض وحسد اور تحقیر وتذلیل، دھوکہ دھڑی رحمت الٰہی سے اس قدر دور کر دیتے ہیں کہ پھر سارے راستے بند ہو جاتے ہیں، اور صورتحال یہاں تک پہنچ جاتی ہے جس کی صحیح تصویر خود اللہ رب العالمین نے پیش کردی کہ ”من یھد اللہ فھو المھتد...... الآیۃ“ (جس کو اللہ راہِ راست پر لائے وہی آئے گا راہِ راست پر اور جس کو وہ گمراہ کردے پھر تو نہ پائے گا اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا)

اس لئے انسان کو ہدایت کی دولت پانے کے بعد اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہئے، اور اس تسلسل کو ٹوٹنے نہیں دینا چاہئے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ ”لئن شکرتم لأزیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید“ چنانچہ اولیاء اللہ کی صحبت ورفاقت، ذکر وعبادت کی توفیق، ایمان واحتساب کی دولت، یہ سب فضل الٰہی پر ہی موقوف ہے، لیکن اس فضل الٰہی کے حصول کے اسباب ومحرکات کو اختیار کرلیا جائے تو تعلق مع اللہ کی دولت مل کے رہتی ہے اور یہ حال ہوتا ہے جس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ”ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون“۔ (پیام عرفات ربیع الاول ۱۴۳۰ھ)

جذبۂ خیر خواہی سے سرشار

مولانا مفتی ظہیر احمد قاسمی جو راقم الحروف کے برادر نسبتی ہیں، آپ علم وعمل کے پیکر ہیں، احتساب اور اکتساب کو اپنی نصب العین بنا رکھا ہے، خیر خواہی اور دردمندی کے جذبہ سے سرشار ہیں اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر ہیں کہ نہ کسی پر بوجھ ڈالتے ہیں اور نہ کسی کی شریعت کے خلاف سرگرمی کو پسند کرتے ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اگر دنیا امن کی طالب ہے؟

جس وقت روئے زمین پر شیاطین کی حکمرانی تھی، ان میں باہم جنگ وجدل ہوئی، وہ باہم لڑنے لگے، خالق کائنات کو یہ عمل ناگوار ہوا، زمین کے دوسرے خلیفہ کی بابت فرشتوں سے مشورہ کیا، وہ بے نیاز مالک ہے، اسے کسی کے مشورہ کی حاجت نہیں، البتہ دنیا کے انتظام وانصرام کے لئے اس نے اسباب پیدا کئے ہیں اور ہر کام کی انجام دہی سے پیشتر مشورہ کو بہتر قرار دیا ہے، کیوں کہ انسان کو تنہا کسی ذاتی فیصلہ سے مقصود تک رسائی نہیں ہوسکتی، اسی لئے ضروری ہے کہ شوہر بیوی سے، بیوی شوہر سے، باپ فرزند سے، فرزند باپ سے، پوتا دادا سے، دادا پوتے سے، نواسہ نانا سے، نانا نواسے سے، استاد شاگرد سے، شاگرد استاد سے، حاکم محکوم سے اور محکوم حاکم وقت سے مشورہ کرے۔

زمین پر خلیفہ جدید کی بعثت کا فیصلہ ہوا، وہ خلیفہ بحکمِ خدا آدم علیہ السلام کی صورت میں وجود میں آیا اور اس کی تسکین کے لئے حوا کی تخلیق ہوئی، ان کے لئے جنت بنائی گئی، دونوں اس میں آباد رہے، شیطان کو اپنی حکومت سے محرومی کا افسوس تھا، اس نے حکم الٰہی سے سرتابی کی، آدم کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، یہ مغرور ہوا، ناری اور خاکی کا فلسفہ پیش کیا، خدا کی بارگاہ سے محروم ہوا، آدم علیہ السلام کی عداوت اس کے دل میں سما گئی، وہ جنت سے محروم آوارہ پھرتا ہے اور آدم وحوا علیہما السلام جنت میں محو آرام رہے، چنانچہ ان دونوں کا جنت میں رہنا اسے پسند نہ آیا، اس نے ان دونوں کو جنت سے

نکالنے اور اس کی نعمتوں سے محروم کرنے کی تدبیر کی، اس نے کسی طرح دروازۂ جنت تک رسائی حاصل کی، دونوں کو فریب دیا، دونوں اس کے فریب میں آگئے اور جنت کے لباس سے محروم ہوگئے، حکم الٰہی سے دونوں زمین پر نازل کئے گئے، آدم وحوا علیہما السلام کے زمین پر نزول کے بعد بھی شیطان کو سکون نہیں ہوا، اس نے یہاں بھی ان سے انتقام لیا، قابیل کو ہابیل کے قتل پر برانگیختہ کیا، نتیجتاً معصوم ہابیل، قابیل کے ہاتھوں قتل ہوا، شجر ثمر آور ہو، یہ تمنا کس کو نہیں، نسل انسانی کے ابتدائی مرحلے میں جب آدم وحوا علیہما السلام کو اولاد کی تمنا ہوئی شیطان نے ان کے عقدیے میں شگاف ڈالا اور جب تنبیہ ہوئی دونوں اپنی غلطیوں پر نادم ہوئے۔

تمام تعلیمات کا ہدف معرفتِ الٰہی

حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں آمد کے بعد ان کی نسل میں بے شمار انبیاء ورسل دنیا میں آئے، تمام کی تعلیمات کا ہدف معرفت الٰہی تھا، تمام کی دعوتوں کا خلاصہ توحید باری تھا، شیاطین ان انبیاء ورسل کی تعلیمات میں مزاحم ہوئے، دانستہ لوگوں کو گمراہ کیا، انبیاء کے خلاف انسانوں کو مشتعل کیا تاکہ انہیں دعوتی مشن میں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہو، شیاطین نے انسانوں کو غلط راہ دکھائی، بت پرستی، ستارہ پرستی، چاند پرستی، گائے پرستی، آگ پرستی، ندی نالے پرستی کی ترغیب دی، جو مسلمان تھے انہیں اپنے خدائی دین میں غلو کی ترغیب دی، نبی کو اللہ کے، ولی کو نبی کے، عام انسان کو ولی کے مقام تک پہنچایا، عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، ان کی ماں کو خدا کی بیوی کہلوایا، ایک نئے فتنہ کو جنم دیا تاکہ بنی نوعِ انسانی قیامت تک جنگ وجدل کا شکار رہیں اور دنیا کبھی بھی امن کا گہوارہ نہ بن سکے۔

دنیا خیر وشر کی آماجگاہ

دنیا خیر وشر کی آماجگاہ ہے، شر کا پہلو خیر کے پہلو پر غالب ہے، اس کا سبب شیطان کی اعانت ہے، شر کی رفتار تیز ہے، خیر کی رفتار سست، انسان شر کی طرف بعجلت مائل ہوتا ہے، خیر سے اسے وحشت ہوتی ہے اور یہ بات شیطانی وساوس کے سبب ہے، تاہم جو لوگ خیر کی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں وہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

ہر انسان میں خیر وشر کی صلاحیت موجود ہے، ہر انسان میں ان دونوں کی طرف میلان کی صلاحیت ہے، خیر میں سادگی ہے تاہم شر میں دلفریبی اور چمک، انسان سادگی کا پرستار نہیں بنتا، اس کی نظر دلفریب مناظر کو قبول کرتی ہے اور اس کا دل اسی سے لطف اندوز ہوتا ہے، خیر کو بقا حاصل ہے اور شر کو زوال، خیر کا تعلق آخرت سے ہے اور شر کا دنیا سے، دنیا کو زوال ہے اور آخرت کو ابدیت۔

دنیا میں ہزاروں مصلحین انسانیت آئے، کسی بھی مصلح نے شر کی تعلیم نہیں دی، تمام نے دنیا کو امن ومحبت کا گہوارہ بنانا چاہا، سب کی نظر میں تمام لوگ بحیثیت انسان یکساں تھے کیوں کہ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں، کسی میں کسی بھی لحاظ سے تفریق کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ شیطان نے خیر وشر کے ان دو پہلوؤں کو اچھال کر لوگوں میں تفریق پیدا کی، اہل شر کی پشت پناہی کی اور اہل خیر کو ذلیل ورسوا کرنے کی سعی کی، دنیا کے لوگوں کے سامنے حقائق آتے رہے، وہ سچائی کا مشاہدہ کرتے رہے مگر لوگ شیطانی وساوس کے باعث حقیقت کی قبولیت سے انکار کرتے رہے، فرعون کو یقین تھا کہ موسیٰ سچے ہیں، اس کے باوجود اس نے سرکشی کی، قارون کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات صحیح ہے پھر بھی اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی، شداد کو معلوم تھا کہ دنیا فانی

ہے، اس کے باوجود اس نے اپنی جنت بنائی اور چند لمحے بھی اس سے محظوظ نہیں ہوسکا، نمرود کو معلوم تھا کہ ابراہیم کی دعوت حق ہے پھر بھی اس نے آگ کے شعلے میں ابراہیم کو جھونکا اور ابراہیم کی دعوت سے سرتابی کی، آگ گل گلزار ہوگئی، پھر بھی اس نے خیر کے پہلو کو قبول نہ کیا اور شیطانی وساوس پر عمل پیرا رہا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

شیطان کو خیر کا پہلو پسند نہیں

زمانۂ نوح کے عظیم آبی طوفان سے ثابت ہوگیا کہ بت پرستی غلط اور باعث عذاب ہے اس کے باوجود اس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا، ابوجہل، ابولہب ودیگر رئیسانِ مکہ کو بخوبی علم تھا کہ محمد ﷺ سچے ہیں، ان کی تعلیمات سچی ہیں، اس کے باوجود ان لوگوں نے آپ ؐ کی مخالفت کی اور ان کی مزاحمت کے سبب بدر، احد، حنین ودیگر جنگیں ہوئیں جس میں انہیں شکست ہوئی پھر بھی وہ راہِ راست پر نہ آئے، کیوں کہ وہ شیطان کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے، شیطان کو کب خیر کا پہلو پسند تھا کہ وہ مشرکین مکہ کو اس پہلو کو قبول کرنے کی اجازت دیتا، آنحضرت ﷺ کے خلاف مکہ میں سازش ہوئی، آپ ﷺ کے قتل کے لئے دارالندوہ میں نشست ہوئی، اس سازش کا محرک بھی شیطان ہی تھا، یہ خیر وشر کی وہ تمہید ہے جس کی تفصیل کے لئے لاکھوں صفحات مطلوب ہیں، اس موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، لاکھوں مصلحین دنیا میں آئے، مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا، جو لوگ جس حال میں تھے اسی حال میں رہنا پسند کرتے رہے، آج دنیا میں نت نئے مذاہب پھل پھول رہے ہیں، روز بروز ان میں اضافے ہو رہے ہیں، باطل عقائد ونظریات کی تبلیغ کے لئے دولت کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے تاکہ لوگ مزید گمراہ ہوں۔

اس مختصر تمہید وجزوی تفصیل کے بعد بنی نوعِ انسان یہ غور کریں کہ آخر وہ تاریک گلیوں میں کب تک آوارہ پھریں گے، اجالے کی طرف کب نکلیں گے، شیاطین آپ کو تاریکیوں میں رکھنا چاہتے ہیں اور مصلحین اسلام آپ کو ان تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا چاہتے ہیں، آپ کو تاریکی اور روشنی میں بخوبی امتیاز حاصل ہے، آپ کو تاریکی ناپسند اور روشنی پسند ہے، سایہ پسند اور دھوپ ناپسند ہے، سردی اور گرمی ناپسند ہیں، اللہ پر ایمان لانا روشنی ہے، سایہ ہے اور سردی ہے۔ کفر وشرک کی راہوں میں تاریکی ہے، دھوپ ہے اور گرمی ہے، اگر لوگ دنیا میں امن کے طالب ہیں تو وہ روشنی کی طرف آئیں، خدائی سائے میں آئیں جہاں جہنم کی تپش سے محفوظ رہیں گے۔

لوگو! ابھی وقت ہے توبہ کا، گمراہی کو چھوڑنے کا، راہِ حق کو قبول کرنے کا، چند روزہ زندگی میں آپ کے شب وروز بہت قیمتی ہیں، ان کی قدر کرو، انہیں ضائع نہ کرو، خدا کی اطاعت میں لگاؤ، وحدہٗ لاشریک کے فرمان کو قبول کرو، ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو جاؤ اور دنیا میں ایک بنو، نیک بنو کی مثال قائم کرو، اور یہ تبھی ممکن ہوگا جب آپ خدا کے ماننے والی اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے تابعدار بن جاؤ گے، یہی حق کا راستہ ہے، اس کے علاوہ جو بھی راستے ہیں وہ باطل، جھوٹے اور بے ثبوت ہیں، خدائی راستہ بیحد کشادہ ہے، اس راستے میں آج تک کوئی نہیں بھٹکا۔ ؎

راستی سیدھی سڑک ہے اس میں کچھ کھٹکا نہیں
کوئی رہرو آج تک اس راہ سے بھٹکا نہیں

درخت اچھا تو پھل بھی اچھے

بندہ (محمد ادریس حبان رحیمی کی اہلیہ محترمہ الحاجیہ شاہ جہاں سیما حبان صاحبہ کی نانی اماں جن کو سب محبت سے جُمّی نانی کہا کرتے تھے، بہت زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں۔

لیکن اولاد کو دین کا فلسفہ ایسا سمجھا دیتی تھیں اور دین سے ایسا تعلق قائم کرا دیتی تھیں کہ ان کے تمام بچے فکرِ آخرت کے حامل تھے، مہمان نوازی ایسی کہ دور دور تک مشہور، خیر کے تمام پہلوؤں کو اپناتیں، اور برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ہر ممکن سعی کرتیں، جہاں فتنوں کا اندیشہ ہوتا اپنے آپ کو الگ کر لیتیں اور نماز کی ایسی عاشق کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا شدت سے انتظار رہتا، برائیوں کو نظر انداز کر کے خوبیوں کو سامنے رکھ کر سلوک کرتیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی بیٹی محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ میں وہ تمام صفات ماں کی طرف سے آئیں انہوں نے اپنے بچوں کی ایسی تربیت کی کہ ان کی سب اولاد عالم اور حافظ ہوئی، یہاں تک کہ ان کے پوتوں اور نواسوں میں دو درجن سے زائد حفاظ اور علماء موجود ہیں۔ سچ کہا کسی نے کہ درخت اچھا ہوتا ہے تو اس کے پھل بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

دعوت کی دو قسمیں

انسان کی زندگی کے لئے شریعت لازمی اور ضروری ہے جس کے بغیر آسانی سے حیات ممکن نہیں جس طرح ہوا، پانی، غذا عام انسان کی صحت اور بقا کے لئے ضروری ہے، شریعت کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہر ایک کے لئے فرض اور ضروری ہے۔ جس طرح عام ہوا سے محروم دم گھٹ کر مرسکتا ہے، عام پانی نہ پانے والا سسک کر دم توڑ سکتا ہے اسی طرح شریعت کے فرائض اور واجبات سے محروم اپنی روحانی زندگی کو کھوتا ہے اور ضائع کر دیتا ہے، لیکن عام ہَوا اور ہے، ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا اور، عام پانی اور ہے، شیریں اور لطیف پانی اور، عام انسان عام ہوا جو پانی اور غذا پر زندگی گزارتے ہیں، لیکن خواص اپنی لطافت، پاکیزگی، شستگی اور نفاست کے باعث مجبور ہیں کہ لطافت، شائستگی اور خاص انداز اور طریق سے رہیں اور رکھیں جائیں۔ یہ نفس کا تلذذ اور اس کی بالادستی سے نہیں ہے بلکہ مخصوص کے لئے ان کی اہلیت اور صلاحیت کو باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے، اسی طرح ''شریعت اصل'' اور ''طریقت اس کی لطافت'' ہے۔

یہاں سے دو دعوتوں کا پتہ چلتا ہے، ایک دعوتِ عام جو عوام کے لئے، ایک دعوتِ خاص جو خواص کے لئے۔ شریعت کی دعوت جو عام مومنین کے لئے ہے اس کی انجام دہی علماء کے ذمہ اس طرح ہے کہ اپنے مواعظ، دلائل اور اقوال سے لوگوں کے

ظاہر کو مائل کریں اور کلمۂ توحید اور فرائض اور احکام سے لوگوں کو آگاہ کریں، یہ بتانا اور آگاہ کرنا وعظ سے ہو، کتاب سے ہو، یا رسالے اور اخبارات سے۔ سلف سے لے کر اب تک الحمدللہ اس کی انجام دہی ہوتی رہی اور علماء اپنا فریضہ جان کر درس وتدریس، وعظ ونصیحت، بیان اور اعلان، تصنیف کتب، کتب ورسائل وغیرہ سے دیتے اور کرتے رہے، طریق اور انداز میں ہوسکتا ہے کہ یکسانیت نہ ہو، کوئی سیرت کی مجلس قائم کرکے، کوئی ہفتہ وار درس کا اہتمام کرکے یا کوئی اور طریق سے کام کرتا ہو مگر الحمدللہ کام کیا اور کررہے ہیں۔

دوسری دعوتِ خاص اور خاص کی ہے، خاص اور خواص کی دعوت کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی فرائض اور واجبات کے جاننے اور عمل پیرا ہونے کے بعد اگر کوئی خصوصی جذبہ مدارج کی بلندی اور تقرب میں تفوق رکھتا ہو اور یہ جان کر کہ استحقاق فرائض کی ادئیگی سے ممکن ہونے کے بعد ''الا ان تطوع'' بھی کہا گیا ہے، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ فرائض اور تطوعات کا استحکام اور پابندی مسابقت اور تقرب کا باعث ہوتا ہے، اس پیاس کو بجھانے اور طلب کو پورا کرنے کے لئے مخصوص تکمیل اور پرورش کے بعد تربیت اور تعلیم کا آغاز کرتے ہیں، مگر کوئی نمونہ ایسا ہو کہ جو ظاہری عالم بھی ہو اور باطنی مجاز بھی تو خواجہ اجمیری، حضرت بسطامی، حضرت مجدد صاحب اور حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم کے مظاہر بھی پیش کرسکے گا، چیز کا پہنچانا اور ہے اور اس کو رنگ دینا اور، الحمدللہ اسلاف میں یہ سب چیزیں رہیں، اسلاف کیوں ان سے خالی رہیں۔

(حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب اعظم گڈھیؒ کی تحریر سے ایک اقتباس)

☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ سے محبت

تکمیلِ ایمان کے لئے لازمی

حضورِ اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اس کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو جو اس کو اپنے باپ سے، اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے ہے۔اس طرح حضور ﷺ کی محبت ہر صاحب ایمان کے لئے لازمی اور ضروری بن گئی ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان تمام مسلمانوں پر حضور ﷺ کا ہے، آپؐ نے زندگی کو اپنے حقیقی مالک اور پروردگار کی مرضی کے مطابق گذارنے کا طریقہ بتایا، پھر اس کی تربیت دی، آخرت میں کامیابی کا طریقہ بتایا جس سے ہر انسان کو مرنے کے بعد سابقہ پڑتا ہے اور یہ سابقہ چند گھنٹوں یا چند دنوں مہینوں کا نہ ہوگا بلکہ ابدالآباد کی اور نہ ختم ہونے والی زندگی کا ہوگا، ہماری یہ دنیا کی زندگی تو بہت مختصر زندگی ہے، اس میں بچپن کا زمانہ نکال دیا جائے تو عام طور پر پچاس سال کے نیچے ہی ختم ہوجاتی ہے، لیکن مرنے کے بعد کی زندگی نہ ختم ہونے والی کروڑوں اور اربوں سال سے بھی زیادہ کی زندگی ہوگی، اس زندگی میں کامیابی، راحت اور نعمت حاصل کرنے کا گُر ایسا بتایا کہ دنیا کی یہ محدود مدت کی زندگی بھی تکلیف میں نہ گذرے اور آخرت کی

نہ ختم ہونے والی زندگی کی راحت ونعمت بھی حاصل رہے، پھر حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی مفید رہبری صرف زبانی طور پر کر کے ختم نہیں کر دی بلکہ اس کے سکھانے اور بتانے کے لئے آپؐ نے تیس سال عام انسانوں کے ساتھ زندگی گذاری اور ان کو پیش آنے والے سب دُکھ اور سُکھ میں شریک رہے اور ان کے سامنے اپنے مالک اور پروردگار کی پسند کا طریقہ بتاتے اور دکھاتے رہے کہ خوشی میں آدمی کو کیسا ہونا چاہئے اور غم کی حالت میں کیسا ہونا چاہئے، دولت مندی میں کیسا ہونا چاہئے اور فقر وفاقہ کی حالت میں کیسا ہونا چاہئے، ان تمام باتوں اور طریقوں کو بتانے بلکہ کر کے دکھانے میں آپؐ نے کم از کم تیس سال فکرمندی اور برداشت میں گذارے۔

آپ ﷺ کو اپنی امت کی فکر تھی

ایسا کیوں کیا؟ ایسا اس لئے کیا کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کی فکر تھی کہ اس کی آخرت بھی اچھی ہو اور دنیا بھی اچھی گذرے ورنہ آپ ﷺ خدا کے ایسے محبوب بندے تھے کہ خدا آپ کی زندگی کو محض راحت ونعمت کی زندگی بنا دیتا جس کی بنا پر وہ بہت آرام اور آسودگی کے ساتھ رہتے اور اپنی امت کو صرف وعظ ونصیحت سے نوازتے رہتے، لیکن خدا نے یہ چاہا کہ انسانوں کے سامنے اس کی اطاعت وعبادت اور نیک عمل اختیار کرنے کا پورا پورا نمونہ آئے، خواہ اس کے لئے اس محبوب بندہ کو تکلیف اٹھانا پڑے اور اللہ نے پھر اس نیک بندہ کا دل بھی ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی امت کو ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی اور کامیابی دلانے کے لئے اپنے سب آرام وراحت کو چھوڑے ہوئے تھے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندہ کی اس صفت کا حال اس طرح بتایا ہے کہ بے شک ایک رسول تم میں سے تمہارے پاس آیا جس کو گوارہ نہیں کہ تم

پریشانی اور تکلیف میں پڑو اور وہ تنہا بڑا دھیان اور فکر رکھنے والا اور مسلمانوں کے لئے بہت شفقت اور محبت والا ہے، حضور ﷺ کی یہ محبت وشفقت جو آپ ﷺ کو اپنی امت کے افراد سے ہے اتنی زیادہ تھی کہ اس کے مقابلہ میں ماں باپ کی محبت جوان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے کم رہ جاتی ہے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے مسلمانوں کو محبت اس سے زیادہ ہونا چاہئے جتنی اس کو اپنے باپ اور بیٹے اور سارے کنبہ سے ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی دردمندی

حضور ﷺ نے اپنی امت کو درست اور کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح کی فکرمندی اور توجہ سے کام لیا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کو اس طرح بتایا کہ ”میرا تمہارا معاملہ ایسا ہے کہ ایک آگ لگی ہو اور تم نادانی میں اس میں کودے جا رہے ہو اور میں تم کو پکڑ پکڑ کر اس سے دور کر رہا ہوں“۔ حضور ﷺ کی محبت اور اپنی راحت کی قربانی اس لئے تھی کہ اپنی امت کو کبھی کسی طرح سے اس آگ سے بچالیں جو خدا کے حکموں کی خلاف ورزی کی صورت میں آخرت میں ملے گی اور پھر آپ ﷺ نے اپنی جگہ بیٹھ کر آرام نہیں کیا بلکہ زبانی بتایا پھر خود کر کے دکھایا، حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ سب باتیں سامنے آتی ہیں۔

آپ ﷺ کے ایک نواسے کا انتقال ہونے لگا تو آپ ﷺ کی صاحبزادی نے آپ ﷺ کو بلوایا کہ بچہ کا آخری وقت ہے، ذرا آجائیے! آپ ﷺ تشریف لے گئے، بچہ کو گود میں لیا اس کی جانکنی کی حالت تھی، شفقت بھرے نانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے، کہنے لگے آپؐ بھی ایسے متاثر ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ میں انسان ہوں، میرے دل میں بھی محبت ہے اور اتنا بھی نہ ہو تو وہ انسان کیا۔ اسی

طرح آپ ﷺ کے خوردسال اور اکلوتے صاحبزادے کی وفات ہوئی، آپ ﷺ تشریف لے گئے اور دیکھ کر فرمایا: میری آنکھیں نم ہو رہی ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن اپنی زبان سے صرف وہی کہوں گا جس سے میرا رب راضی ہو، اے ابراہیم! تمہاری جدائی پر ہم غمزدہ ہیں۔ اس موقع پر سورج گرہن ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ عظیم القدر نبیؐ کے بیٹے کے انتقال کا یہ اثر معلوم ہوتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: دیکھو یہ سورج، یہ چاند اللہ کے حکم کے تابع ہیں، یہ اپنے نظام کے مطابق چلتے ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان پر اثر نہیں پڑتا، غور کیجئے! کس قدر عظمت کی بات ہے کہ ایسے موقع پر آدمی خوش ہوتا ہے کہ ہماری، ہمارے بیٹے کی اہمیت سمجھی جا رہی ہے، ہمارے کچھ کہے بغیر خود بخود لوگ اہمیت دے رہے ہیں، اچھا ہے کہنے دیا جائے۔ نہیں آپ ﷺ نے اس کو برداشت نہیں کیا کہ کسی کے عقیدہ میں بال برابر فرق آئے اور وہ خدا کے سوا کسی اور کو آسمان وزمین، سورج اور چاند پر اثر ڈالنے والا سمجھے۔

خوشی اور مسرت کے وقت توازن

یہ غم کے موقع کی مثال تھی، مسرت کے موقع کی بھی مثال دیکھئے کہ آپ ﷺ کے محبوب چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ کی ہجرت سے منتقل ہو کر مدینہ پہنچے، آپ ﷺ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے، اسی دوران میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری پہنچی تو ایک طرف مسلمانوں کی خوشی تھی دوسری طرف اپنے محبوب اور اللہ کے لئے قربانی دینے والے مومن بھائی کی آمد کی مسرت زیادہ ہے، ذرا دیکھئے کہ اس توازن کو اور اعلیٰ کردار کو کہ بحیثیت قائد وامیر، مسرت کا جو موقع تھا اس کا حق ادا کیا اور اسی کے ساتھ عزیزدارانہ وبرادرانہ محبت کا جو تقاضہ تھا اس کا حق بھی ادا کیا۔

آپ ﷺ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پدرانہ محبت بے حد تھی جس کا اظہار ہوتا رہتا تھا، لیکن مدینہ میں کسی ایک آدمی پر چوری کا جرم ثابت ہوا، وہ بڑا خاندانی اثر ورسوخ رکھتے تھے، کسی نے سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سزا ملے گی، یہ بات تو ایسی ہے کہ میری عزیز بیٹی فاطمہؓ سے یہ حرکت سرزد ہوجاتی تو میں اس کا بھی ہاتھ قطع کرواتا۔ ذرا دیکھئے اس عظمت کو، بات سمجھانے کے لئے ایسی مثال دے دی جس کو زبان سے کہنے میں بھی آدمی پر اثر پڑتا ہے لیکن حق کی بات میں آپ ﷺ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات سے ادنیٰ اذیت نہیں ہوتی تھی، آپ ﷺ سے مدد مانگنے والا بعض وقت اس قدر پیچھے پڑتا کہ تنگ کردیتا، بعض وقت ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کے جسم سے آپ ﷺ کی چادر اس طرح سختی کے ساتھ کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن کی کھال میں رگڑ آگئی لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی سخت جواب نہیں دیا، صرف یہی فرمایا کہ اس وقت دینے کو کچھ موجود نہیں، اس لئے معذوری ہے۔ بعض وقت اصرار کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ڈھکیل دیا گیا کہ آپ کانٹوں میں جا پڑے، لیکن آپ ﷺ نے سخت رویہ یا جواب نہیں اختیار کیا لیکن جب حق کا معاملہ آجاتا تو ایسے جوش وغضب میں آجاتے کہ اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔

جب راحت کا موقع ہوتا تو اپنے اصحابؓ کو آگے رکھتے، خطرہ کا موقع ہوتا تو خود آگے بڑھ جاتے، ایک موقع پر رات کی تاریکی میں ایسی آواز آئی کہ جس سے فکر وتشویش پیدا ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کوئی جا کر دیکھتا کہ کیا ہے؟ لیکن رات کی تاریکی اور اس وقت کی صورتحال دیکھ کر لوگ جھجکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں جاتا ہوں اور خود تشریف لے جا کر تحقیق وجستجو کرکے واپس تشریف لائے۔

آپ ﷺ کی دریا دلی اور سخاوت

حضورِ اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے صلاح وفلاح والی زندگی کو بتانے اور سکھانے کے لئے اپنی زندگی کو کس طرح تنگی اور ترشی سے گذارا اور اس میں کن مشکلات کو گوارہ کیا، آپ ﷺ کا یہ حال بن گیا تھا کہ خوشی کے موقع پر اپنے اصحاب کو خوش رکھنے کے لئے خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی خوشی میں شرکت فرماتے لیکن آپ ﷺ کا دل امت کے لئے فکرمندی اور آخرت کی کامیابی کے دھیان کی وجہ سے ملول اور ہر وقت فکرمند رہتا تھا۔ آپ ﷺ کی دریا دلی اور سخاوت کی وجہ سے آپ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا، آپ ﷺ کے پاس اتنا کم بچتا تھا کہ دو وقت کا کھانا پورا کرنا مشکل ہوتا تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اس طرح اپنی امت کے مفاد میں اپنے کو بے چین اور متفکر رکھا اور وہ اس طرح خدائے تعالیٰ کے بعد اپنی امت کے سب سے بڑے محسن بن گئے۔ اس لئے آپ ﷺ سے محبت کرنا ہر کسی دوسرے سے محبت کرنے سے زیادہ ہونا بالکل مناسب اور شریفانہ کردار کی بات ہے اور شریعت اسلامی کی رو سے لازمی اور ضروری بھی ہے اس کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو اپنے لئے مثالی نمونہ بنا کر اس سے اپنی زندگی کو درست کرنے کی کوشش بھی کرنا ضروری ہے، اس میں کوتاہی اسلامی احکامات کی خلاف ورزی شمار ہوتی ہے، قرآنِ مجید میں فرمایا گیا کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ بہترین نمونہ ہے اور یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے خیر کی امید کرتا ہوا اور آخرت میں کامیابی کی خواہش رکھتا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتا ہو۔

مولانا بنگالی شمع کے مانند تھے

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا مستفیض الرحمٰن قاسمی المعروف مولانا بنگالی کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جانسٹھ روانہ فرمایا تو وہ قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت میں لگ گئے، ایک مدرسہ قائم فرمایا اور عام مسلمانوں کے عطیہ جات سے زیادہ اپنی طرف سے قربانی دی۔ ساری زندگی غریب الوطن میں گزاردی، جب آپ کا وصال ہوا تو کروڑوں کی جائداد اور عمارت قوم کے لئے چھوڑ کر رخصت ہوئے۔ یہ بندہ عاصی جب بھی بنگلور سے جانسٹھ جاتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت کی ضیافت کا اہتمام فرماتے، اگرچہ خود چوبیس گھنٹوں میں ایک یا دو باریک سی چپاتی تناول فرماتے۔ گھر کی چھت ٹپکتی رہی پلاسٹک کی چادر بارش میں اوڑھ کر سو جاتے، لیکن زندگی بھر کسی سے شکوہ اور مجبوری ظاہر نہ کی۔ حج کے لئے رخصت ہوئے تو فرما گئے اب میں واپس نہیں آؤں گا۔ بحمد اللہ تعالیٰ حج کیا اور حج کے بعد مکہ مکرمہ میں وصال فرما گئے۔ مولانا سید حسیب ندوی منصور پوری آپ کے ہمراہ تھے۔ ایسا پاکباز اور نیک صالح اور دردمند دل عالم کہ جن کی موت پر مسلمانوں کے برابر ہندوؤں نے بھی سوگ منایا اور آج تک مولانا بنگالی کو یاد کرتے ہیں کہ مولانا شمع کے مانند تھے کہ خود پگھل پگھل کر دوسروں کو روشنی پہونچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے ان کے مرقد پر رحمتوں کی بارش فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

شمع نبوت کے پروانوں کا اندازِ محبت

● غزوۂ خیبر سے واپسی پر حضور سرورِ کائنات ﷺ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جن کا عقد راستہ میں ہی ہوا تھا، ایک اونٹنی پر سوار ہیں، ٹھوکر لگی اور اونٹنی پر سے آپ ﷺ گر گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی، صحابئ رسول حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جو اونٹ پر تھے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ گر گئے تو بلا توقف اپنے آپ کو اونٹ سے گرادیا یعنی نہ اونٹ بٹھانے کا انتظار کیا اور نہ احتیاط سے کودنے کی کوشش کی بلکہ حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر اضطراری طور پر اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا، حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا: حضور کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صفیہ کو سنبھالو! حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں منہ پر کپڑا ڈال کر آگے بڑھا اور قریب پہنچ کر چادر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ڈال دی اور انہیں ان کی اونٹنی پر سوار کرایا۔

● حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ یا کھیت میں پانی دے رہے تھے کہ صاحبزادے نے حضور ﷺ کے وصال کی اطلاع دی، فوراً آنکھیں بند فرمالیں اور بارگاہِ رب العالمین میں عرض کیا: یا اللہ! میں نے جن آنکھوں سے آپ ﷺ کا جمال دیکھا، آپ ﷺ کے بعد میں انہیں کسی دوسری چیز کے لئے استعمال کرنا نہیں چاہتا، مجھ سے میری بصارت لے لے! چنانچہ دعا قبول ہوئی اور ان کی بینائی جاتی رہی۔ (ایضاح البخاری، جلد ۱، ص ۲۲۲، ۲۲۳)

اب موضوع سے متعلق وہ دو مشہور واقعات پڑھئے جن سے عوام وخواص سبھی واقف ہیں۔

● غزوۂ احد میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کے دندانِ مبارک کی شہادت کی خبر سن کر یمن کے ایک دور افتادہ مقام پر خیر التابعین حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت وجذبات سے مغلوب ہوکر اپنا ایک دانت توڑ لیا، پھر سوچا یہ نہیں کوئی دوسرا دانت ہوگا، اس طرح یکے بعد دیگرے اپنے منھ کے تمام ۳۲ صحت مند دانتوں کو توڑ ڈالا، اس سے اندازہ لگائے کہ اس ادائے محبت کی کونسی توجیہ کی جاسکتی ہے۔

● مدینہ طیبہ کی پرسکون فضاؤں میں حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کے وصال کی وحشت ناک خبر سنی گئی، بڑے بڑے صحابہؓ دم بخود رہ گئے، گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی، لیکن تاریخ کے اس انتہائی صبر آزما موڑ پر صحابۂ کرامؓ کی عمومی جماعت نے کیا کیا، یہی نا کہ راضی بہ رضائے الٰہی قائم رہنے کا بے مثال مظاہرہ پیش کیا لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے مستحکم اور مدبر شخصیت نے عالم بے خودی میں تلوار کھینچ لی اور برملا کہہ دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور ﷺ وفات پاگئے اس کا سر قلم کردوں گا، یہ کون کہہ رہا ہے؟ وہ عمرؓ جو کبھی کفر کے جنون میں تلوار کھینچ کر حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے اپنے گھر سے شانۂ نبوت کی طرف چلے تھے، اس وقت بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان کے رخ کو کیسے موڑ دیں، لیکن حق تعالیٰ کو جس سے یہ خدمت لینی تھی اس نے ان کے ذریعہ ان کا رخ موڑ کر دکھا دیا، آج بھی جاں نثاروں کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ انہیں کس طرح سنبھالا اور سمجھایا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس خدمت کی توفیق اس شخص کو عطا کی جو وصالِ نبی ﷺ کے موقع پر حاضر بھی نہ تھا لیکن جو بعد انبیاء مخلوقِ خدا کے درمیان سب سے زیادہ شرف وبزرگی والا تھا، اس نے اپنی غیر معمولی جرأت اور حکمت عملی سے اس بات کو سنبھالا اور اس طوفان کا رخ موڑ دیا۔

تاریخ اسلام میں بالعموم اور زمرۂ صحابہؓ وتابعین میں بالخصوص ایسے واقعات کی تلاش ہمیں بھی ہے اور آپ سے بھی گذارش ہے کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں، والہانہ محبت کے ان مظاہر کی قدر تو کی جاسکتی ہے (اس لئے کہ کھرونچ اور ان کی دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے لیکن عقلی دلائل کے ذریعہ ان کی تاویل اور توجیہ نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ عقل کی سرحد جہاں پر ختم ہوتی ہے، مملکت عشق کی فرماں روائی کے حدود کی شروعات وہاں سے ہوتی ہے، ان واقعات کو پڑھنے کے بعد زیادہ سے زیادہ ہم یہ کرسکتے ہیں کہ اپنے مغرور اور باتونی نفس کے عمل کو سلف کے قال وحال کی کسوٹی پر رکھیں اور خود اپنے گریبان میں منھ ڈال کے دیکھیں کہ اپنے دل کی جھولی میں ماسوائے حق کے انبیاء کے بیچ حب رسولؐ سے سرشار ایک آدھ مہک دار ذرہ یا سرسبز تنکا بھی ہے کہ نہیں، زندگی بھر خود بھی اس خوش فہمی میں رہنا اور دوسروں کو بھی مغالطہ میں ڈالنا کہ ہم تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے نقش قدم پر بلکہ قدم بہ قدم ہیں، بے معنی بات ہوگی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

(بحوالہ: فیضی مشکوٰۃ شرح مشکوٰۃ شریف شارح مفتی حارث عبدالرحیم فاروقی، ناشر مکتبہ فیض القرآن دیوبند ص۴۷تا۸۴)

اللہ تعالیٰ ہم غلامانِ غلام نبی ﷺ کو بھی ایسی محبت اور الفت عطا فرمادے کہ جس کو لے کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوسکیں، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

قرآنِ مجید میں

کچھ خاص شخصیات کا ذکر

انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے علاوہ جن دوسرے لوگوں کا نام وتذکرہ قرآنِ پاک میں آیا ہے وہ ہیں (۱) عمران: (الآیۃ ۲۵ آل عمران) عمران نام کے دو بزرگ گذرے ہیں، ایک عمران بن یصہر بن فاہث بن لادیٰ بن یعقوب، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔ (۲) دوسرے عمران بن ماثان: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں، یعنی حضرت مریم علیہا السلام کے والد، آیت قرآنیہ میں اسی دوسرے عمران کا ذکر ہے۔ (۳) لقمان: آپ کی نبوت میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ آپ نہایت باکمال بزرگ، صاحب علم وحکمت، اپنے دور کے قاضی اور مفتی تھے مگر نبی نہیں تھے، بعض علماء نے فرمایا ہے آپ حکماء کے نبی تھے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام سے آپ نے علم وحکمت اور وعظ ومعرفت کا وافر حصہ حاصل کیا تھا، خود کامل ومکمل تھے۔ (۴) یعقوب: سورۂ مریم کے شروع میں آل یعقوب کا ذکر ہے، یہ یعقوب حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نہیں ہیں جو نبی برحق تھے بلکہ یہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت زکریا علیہ السلام کے مورث اعلیٰ ہیں۔ (۵) طالوت: آپ کو بنی اسرائیل کے نبی حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا تھا، آپ بہت بڑے عالم تورات اور جسیم تھے، آپ کی بیٹی

حضرت داوٗد علیہ السلام کے عقد نکاح میں آئیں، طالوت کے انتقال کر جانے کے بعد ان کی پوری بادشاہت حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ میں آ گئی۔

(۶) تقی: ایک ایسے آدمی کا نام ہے جو اپنے زمانہ کے مشہور عالم دین تھے اور تقویٰ وطہارت میں زبان زد خاص وعام تھے، آیت کریمہ "اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اَنْ کُنْتَ تَقِیًّا" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو نیک چلنی میں تقی کی طرح ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں، ایک قول یہ ہے کہ تقی حضرت مریم کے چچازاد بھائی تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام انہی کی صورت میں تشریف لائے تھے۔

نوٹ: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف زید بن حارثہ کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور باختلاف روایت بارگاہِ نبوت کے کاتبوں میں سے ایک کاتب "السِّجلّ" کا نام بھی مذکور ہے۔ (کمافی النسائی عن طریق ابی جوزہ عن بن عباس)

عورتوں میں صرف حضرت مریم "علی ابنھا وعلیھا السلام" کا نام قرآن مجید میں بار بار لیا گیا ہے۔

ان واقعات وقصص نے ہمیں ایمان وعمل کی راہ بتائی اور صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ محبوبانِ بارگاہ کی عظمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی تعظیم وتوقیر ہی اساسِ ایمان ہے اور عشق رسالت ہی ایمان کی بنیاد ہے اور ذاتِ رسالت ہی کے احسان سے یہ جوہر گراں مایہ ہمیں نصیب ہوا۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر وبر در گوشہ دامان اوست

☆☆☆

اکابر اور اہل اللہ کی عبادات

حضرت بلال بن حق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حجیر بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ کر جب اپنے بستر کی طرف آتے تو گھٹنوں کے بل چل کر جاتے اور پھر بھی لوگ ان کو بڑا عبادت گزار شمار نہیں کرتے تھے۔ (الحدائق، ص۲۳۲/۳)

حضرت جعفر بن محمد بن ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد موت کی کشمکش میں تھے، میں انہیں تلقین کرنے لگا کہ ابا جان! ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھو، انہوں نے کہا کہ بیٹا! مجھے چھوڑ دو، میں اس وقت اپنے چھٹے یا ساتویں ورد میں مصروف ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء، ص۳۲۲/۲)

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمیر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتی، آپ ہر روز کتنی بار تسبیح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ ایک لاکھ بار، ہاں اگر انگلیاں (شمار کرنے سے) چوک جائیں تو اور بات ہے۔ (الحلیۃ، ص۱۵۷/۲)

حضرت فضیل بن عزوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کرز بن وبرہ الحارثی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گیا تو دیکھا کہ ان کے سامنے ان کی نماز گاہ ہے جس کو انہوں نے بھوسہ وغیرہ سے بھرا ہوا ہے اور طویل قیام کرنے کے لئے اس پر چادر بچھائی ہوئی ہے، حضرت

کرز دن رحمۃ اللہ علیہ رات میں تین مرتبہ قرآنِ مجید (مکمل) پڑھ لیتے تھے، محراب کے پاس ان کی ایک لکڑی ہوتی کہ جب اونگھ آتی تو اس پر ٹیک لگا لیتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، ص۷۷/۵، سیر اعلام انبلا، ص۸۴/۶ تا ۸۵)

حضرت محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن طارق رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جب وہ طواف کے لئے آتے تو طواف میں مشغول لوگوں نے ان کے لئے راستہ کشادہ کر دیا اور وہ پیوند لگے ہوئے جوتے پہنے ہوئے تھے، اس دن ان کے طواف کا اندازہ لگایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ دن رات میں دس فرسخ (کے فاصلہ کے برابر) طواف کرتے ہیں۔ (الحلیۃ، ص۸۲/۵)

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ جب دن چڑھتا تو کہتیں کہ یہ میرا وہ دن ہے جس میں میری وفات ہوگی، چنانچہ شام تک نہ سوتیں، پھر جب رات آتی تو کہتیں کہ یہ میری وہ رات ہے جس میں میری وفات ہوگی، پھر صبح تک نہ سوتیں، سردی میں باریک کپڑے پہنتیں تاکہ سردی کی وجہ سے نیند نہ آئے۔ (اخرجہ ابن ابی الدنافی، التہجد وقیام اللیل، ص۷۸، الحدائق، ص۲۳۳/۳)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن عمیر رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے اطراف میں نکلے، آپ کے ساتھ آپ کے احباب بھی تھے، دسترخوان بچھایا گیا، ایک چرواہا گزرا تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ آجائیے! اس نے کہا کہ میں روزے سے ہوں، حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسی سخت گرمی میں؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں (بیکار) گذرے ہوئے ایام سے سبقت لے جانا چاہتا ہوں۔

(اخرجہ ابن ابی الدنیا، قصر الامل، ص۱۸۷)

☆☆☆

قرآنِ پاک میں انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر

سیدنا حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یونس، حضرت یوسف، حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت خضر، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے اوصاف وکمالات صراحتاً اور کچھ کے اجمالاً قرآن میں دوطرح کے بیان فرمائے گئے ہیں، بعض تو ایسے ہیں کہ پورے قرآن میں صرف ایک دوجگہ بیان کئے گئے ہیں جیسے اصحابِ کہف یا ذوالقرنین یا لقمان علیہ السلام کے واقعات، داستانِ یوسف علیہ السلام، بعض واقعات ایسے ہیں جن کو بار بار دہرایا گیا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے واقعات اجمال وتفصیل کے ساتھ درجِ ذیل بیس سورتوں میں دہرائے گئے ہیں: سورۂ بقر، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس، ہود، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، مومن، شعراء، نمل، قصص، صافات، زخرف، دخان اور نازعات۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح جملہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر بھی ایمان لانا لازم ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔

☆☆☆

مجاہد اعظم

حضرت مجزأۃ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے رازدارانہ انداز میں بات کی اور فرمایا: مجھے اپنی قوم سے ایک ایسا شخص دیں جو بیک وقت دانشمندی، محتاط اور تیراکی کا ماہر ہو، حضرت مجزأۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خدمت سونپیں، میں انشاءاللہ اسے بخوبی سرانجام دینے کی کوشش کروں گا، یہ سن کر حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ یہ خدمت سرانجام دینا چاہتے ہیں تو بسم اللہ، بہت خوشی کی بات ہے، خدا تعالیٰ برکت دے گا، انہیں اس مشن پر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمایا: راستہ اچھی طرح یاد کرلینا، قلعہ کے دروازہ کی جگہ اچھی طرح نشان زد کرلینا، ہرمزان جس جگہ براجمان ہوتا ہے وہ بھی ذہن نشین کرلینا، ثابت قدمی کا ثبوت دینا اور اس کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرنا۔

خطرناک مگر مبارک مشن

حضرت مجزأۃ رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں اپنے اس ایرانی بھائی کے ہمراہ یہ خطرناک مہم سرکرنے کے لئے چل پڑے تو وہ دونوں زیرزمین ایک ایسی سرنگ میں داخل ہوئے جو دریا اور شہر کے مابین دفاعی نکتۂ نگاہ سے کھودی گئی تھی، سرنگ کہیں

سے تو چوڑی تھی جہاں پانی میں چلنا ممکن تھا اور کہیں سے وہ بہت تنگ تھی تو وہاں تیرنا پڑتا، اس سرنگ میں نہایت ہی محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے گئے، بالآخر وہ اس سوراخ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں سے بآسانی قلعہ کے اندر داخل ہوا جاسکتا تھا، ان کے ساتھی نے وہیں سے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو! میرے بھائی کا قاتل ہرمزان بیٹھا ہے اور وہیں سے قلعہ کا بغور جائزہ لیا، جب حضرت مجزأۃ رضی اللہ عنہ نے ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو سامنے بیٹھے دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ اس کے سینہ میں نیزہ دے ماریں، لیکن فوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت کا خیال آیا تو اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چپکے سے واپس لوٹ گئے اور طلوعِ فجر سے پہلے وہاں پہنچ گئے جہاں سے اس مہم کا آغاز کیا تھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو رودادِ سفر سنائی اور اس پُرخطر راستے کی صورتحال سے آگاہ کیا۔

اس صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام سے ایسے تین سو مجاہدین کو منتخب کیا جو سب سے بڑھ کر شیر دل، طاقتور، سخت جان اور تیراکی کے ماہر تھے اور حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور اس مہم پر روانہ کرتے وقت یہ خصوصی ہدایت دی کہ اگر شہر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو جاؤ تو نعرۂ تکبیر بلند کرنا۔

حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو یہ حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو ہلکا سا لباس زیبِ تن کریں، ہمیں زیادہ تر یہ پُرخطر راستہ تیر کر عبور کرنا ہوگا، کہیں پانی سے لباس بوجھل نہ ہو جائے اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی کی کہ تلوار کے علاوہ کوئی بھی چیز ساتھ نہ لیں اور تلوار قمیص کی اندرونی جانب اپنے بدن سے باندھ لیں اور ان مجاہدین کو رات کی تاریکی میں اپنے ہمراہ لیا اور اس مہم کو سَر کرنے کے لئے چل پڑے۔

حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر غار میں داخل ہوئے تو پانی خوفناک انداز میں پوری تیزی سے بہہ رہا تھا، یہ سب پراسرار بندے اپنے خدا کا نام لے کر اس میں کود گئے، اس دشوار گزار راستے کو عبور کرنے کے لئے پوری جرأت مندی کے ساتھ آگے بڑھنا شروع کیا، ہر ایک مجاہد اپنے گردونواح سے بے نیاز ہو کر اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کوشاں تھا، جب چند ساتھی حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سرنگ کے آخری سرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کی بے رحم موجوں نے ان کے دو سو بیس افراد کو اپنا لقمہ بنا لیا اور صرف اسّی (۸۰) افراد ہی عبور کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ اناسی (۷۹) افراد نے قلعہ کے اندر قدم رکھتے ہی اپنی تلواریں فضا میں لہرائیں اور یکدم قلعہ کے محافظوں پر حملہ کر دیا اور آنِ واحد میں انہیں تہہ تیغ کر دیا اور قلعہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے، دروازہ کھلتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا، جب یہ آواز قلعہ کے باہر لشکر اسلام نے سنی تو تمام مجاہدین نے جذبۂ اسلام سے سرشار ہو کر پرزور انداز میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور طلوعِ فجر کے وقت شہر پر ہلہ بول دیا، گھمسان کی جنگ چھڑ گئی، جنگی تاریخ میں کم ہی اس جیسے ہولناک منظر دیکھے گئے ہوں گے جس میں لاشوں کے انبار لگ گئے۔

شہر کے گلی کوچوں اور قلعہ کے اندرونی میدان میں لڑائی پورے زوروں پر تھی کہ حضرت مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ نے ایرانی فوج کے سپہ سالار ہرمزان کو میدان میں برسر پیکار دیکھا تو اس کی طرف بڑھے، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ دوبارہ سامنے آیا تو آپ نے اس پر حملہ کر دیا، لیکن آپ کی تلوار کا وار خطا گیا، ہرمزان نے وار کیا جو عین نشانہ پر لگا، لیکن آنکھوں میں

چمک اور چہرہ پر سرور کے آثار نمایاں تھے، بلا شبہ یہ کیفیت اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے تھی، جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سرانجام دینے کی انہیں سعادت نصیب فرمائی تھی۔

جنگ بدستور جاری رہی یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے نوازا اور دشمن افواج کا سپہ سالار ہرمزان ان کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔

فتح حاصل کرنے کے بعد مجاہدین کا قافلہ ہرمزان کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنائیں، جب ہرمزان کو امیر المومنین کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت اس نے شاہی لباس پہن رکھا تھا، اس کے ساتھ ساتھ فتح کی بشارت دینے والے مجاہدین ایک یہ بھی خبر لے کر گئے کہ ان کا ایک بہادر، سخت جان اور صبر وتحمل کا پیکر ساتھی مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں جام شہادت نوش کر چکا ہے۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

رہ گئی رسمِ اذاں

سبحان اللہ ایسی فوجی اور عسکری صلاحیت اور قوت، جس کے سامنے بڑے بڑے سورما میدان چھوڑ دیں اور مسلمان اپنی ایمانی حرارت اور طاقت سے پہاڑوں اور طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ہائے افسوس! آج ہم ایسے ناکارہ ہوگئے کہ مسلمان کے گھر میں اگر مرغی بھی ذبح ہوتی ہے تو عورتیں یا تو مردوں کا انتظار کرتی ہیں کہ وہ ذبح کریں گے یا پھر (ہمارے جنوبی ہند میں) مسجد کے مؤذن کے پاس مرغی بھیج کر ذبح کرائی جاتی ہے، آج حلال جانور کو ذبح کرنے کی سکت جس قوم کے نوجوانوں میں نہ رہی ہو، وہ میدانِ کارزار میں کیسے جوہر دکھا سکتے ہیں۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ ہلالی نہ رہی

اے کاش! آج مسلمانوں میں وہ حرارتِ ایمانی اور قوتِ صمدانی پیدا ہو جائے کہ جس طاقت اور قوت کے حامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، تابعین تھے، تبع تابعین تھے، صلاح الدین ایوبی اور نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہما تھے اور ہندوستان میں مولانا سید اسماعیل شہید، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا حفظ الرحمان سیوہاری رحمۃ اللہ علیہم تھے۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

میرے صحابہؓ کے بارے میں

اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو!

آنحضور ﷺ نے اپنے اصحابؓ پر تنقید وتبصرہ اور تبرا کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: **اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی فمن أحبھم فبحبی أحبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔** (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو تنقید وتبصرہ کا نشانہ مت بنالینا، جو ان سے محبت کرے گا تو میری محبت کے سبب ان کو محبوب رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا تو مجھ سے بغض کے باعث ان سے بغض رکھے گا، جس نے صحابہؓ کو اذیت پہنچائی اس نے دراصل مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو تکلیف دی حقیقت میں اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی، جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ اس کی گرفت فرمالے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے عبرت ناک انجام سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

تبرّا باز خنزیر بنادیا گیا

شواہد النبوۃ میں علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ ''ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ کوفہ کا رہنے والا ایک شخص ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما پر تبرا کیا کرتا تھا، ایک سفر میں اس کا ہمارا ساتھ ہوگیا، سفر میں بھی اپنی دریدہ دہنی سے باز نہیں آیا، ہم نے اس کو بہت سمجھایا اور منع کیا لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہیں رہا، لہٰذا ہم نے اس کو اپنے سے علیحدہ کردیا، جب ہم سفر سے واپس ہونے لگے تو اتفاقاً اس تبرا باز کا ملازم نظر آگیا ہم نے پوچھا کہ تمہارا آقا کہاں ہے، اس کو کہو کہ ہمارے ساتھ کوفہ واپس چلے! ملازم نے کہا: میرے آقا کی حالت عجیب ہوگئی ہے اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہوگئے ہیں''۔ (الامان والحفیظ)

شیخین رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے والا بندر ہوگیا

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''ایک معتبر ثقہ راوی نے بیان کیا ہے کہ ہم تین آدمی یمن جارہے تھے اور ہمارے ساتھ کوفہ کا بھی ایک شخص تھا، وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا، ہم اس کو برابر منع کرتے تھے، مگر وہ باز نہیں آتا تھا، جب ہم یمن کے قریب پہنچے تو ایک جگہ پڑاؤ کرکے سوگئے، جب کوچ کا وقت ہوا تو ہم نے اٹھ کر وضو کیا اور اس شخص کو بھی جگایا، اس نے کہا: افسوس کہ میں تم سب سے جدا ہوکر اس منزل پر رہ جاؤں گا کیوں کہ ابھی ابھی میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہوکر فرمارہے ہیں اے فاسق! تو اس جگہ مسخ ہوکر رہ جائے گا، ہم نے کہا اٹھ کر وضو کر اس نے پاؤں سمیٹے، ہم نے دیکھا کہ پیر کی انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اس کے دونوں پاؤں بندروں

جیسے ہو گئے، پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منھ اور سر تک مسخ پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھا اور روانہ ہو گئے، ہمارا گذر ایک جنگل سے ہوا وہاں ہم نے دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں، مسخ شدہ شخص نے جب بندروں کو دیکھا تو رسی توڑ کر بھاگ گیا اور انہیں بندروں میں جاملا۔ الامان الحفیظ!

ایک عبرت انگیز واقعہ

راقم الحروف محمد ادریس حبان رحیمی نے استاد محترم محمد عالم صاحب سے یہ واقعہ سنا تھا کہ خان جہاں پور کا سادات خاندان اور جانسٹھ کا سادات خاندان آپس میں رشتہ داری رکھتے تھے، لیکن شیعہ مسلک رکھتے تھے، تقریباً ڈھائی سو سال قبل ایسا ہوا کہ خان جہاں پور کے نواب صاحب (جو دو بھائی تھے) ان میں سے ایک بھائی حج پر گئے، شیعہ ہونے کی وجہ سے تبرا بازی ہوا کرتی تھی، جو بھائی حج کو گئے تھے انہوں نے مکہ معظّمہ میں دورانِ حج خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ان کے گاؤں خان جہاں پور تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ دیگر صحابہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں آپ ﷺ سیدھے نواب صاحب کے گھر پہنچے اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اشارہ کیا ان نواب صاحب کی طرف جو خان جہاں پور میں تھے یعنی دوسرے بھائی کی طرف، فرمایا: ''یہ میرے صحابہؓ پر تبرا بھیجتے ہیں، عمرؓ! ان کی گردن اڑا دو اور قریب کی کوڑی (کچرے) میں دفن کر دو'' آنکھ کھل گئی خاموش رہے، جب ہندوستان واپس ہوئے تو بھائی کی خیریت دریافت کی، معلوم ہوا کہ کسی نے رات میں گردن کاٹ کر قتل کر دیا اور سر کا بھی پتہ نہیں چلا کہ کہاں گیا۔ جب خاندان کے سب لوگ جمع ہو گئے تو حج کر کے آنے والے بھائی نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا حضور ﷺ نے بھائی کے

سر کو کچرے میں دفن کرنے کا حکم دیا تھا، اس لئے چلو وہاں چل کر دیکھتے ہیں، کچرا ہٹایا گیا تو کٹا ہوا سر برآمد ہو گیا، اس وقت پورا خاندان سنی ہو گیا، وہ پہلے بھی سید تھے، اور آج بھی سید ہیں یعنی آلِ رسولؐ ہیں، ان میں بڑے بڑے علماء اور اتقیاء گذرے ہیں۔ مولانا محمد عالم صاحب کی تربیت اور تعلیم بھی بچپن میں اسی خاندان میں ہوئی ہے، مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب قاسمی منصور پوری نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد عالم صاحب کے ساتھی ہیں۔ لیکن جانسٹھ کا سادات خاندان شیعہ ہی رہا۔

(واللہ اعلم بالصواب) (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حجر اسود اور اس کا بوسہ

آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو کھڑا کرے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا، جس شخص نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا وہ اس کی گواہی دے گا، اس کا بوسہ دینے والا دراصل اللہ سے بیعت کرنے والا ہے۔

وہ ایک پتھر ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود سے خطاب کر کے فرمایا تھا ''تو ایک پتھر ہے اگر رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا''۔ (ابن کثیر الحسنات)

احادیث اور روایات سے ثابت ہے کہ حجرِ اسود دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ''دست مبارک'' ہے، جس نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا۔

بعض عورتوں کو حرم شریف میں دیکھا کہ وہ مردوں کے درمیان گھس کر زبردستی جا کر حجرِ اسود کو بوسہ دیتی ہیں اور فخر محسوس کرتی ہیں پھر اس کو اپنی دوسری ساتھی عورتوں سے بھی بیان کرتی ہیں، حالانکہ اس طرح مردوں میں گھس کر اور لگ کر حجرِ اسود تک پہنچنا گناہ ہے کہ نامحرموں سے اختلاط ہو جاتا ہے، جس کی شریعت نے قطعاً اجازت نہیں دی، ناجائز طریقہ اختیار کر کے کسی عمل کو کیا جائے تو کیسے قبول ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

زیادہ رَش ہے تو دور سے استلام کر لینا ہی کافی ہے، اس کا ثواب بھی حجر اسود کو چومنے سے کم نہیں ہے، اس لئے عورتوں کو خاص احتیاط رکھنی چاہئے، جو مرد محرم عورتوں کے ساتھ ہوں ان کا فرض ہے کہ عورتوں کو مسائل سے آگاہ کریں، عبادات سے زیادہ اکرام اور احترام لازم ہے، حرم شریف میں بھاگنا دوڑنا اور کھلکھلا کر ہنسنا بے ادبی ہے اور طریقت ایسی راہ ہے کہ اس میں جس کو جو بھی ملا وہ ادب سے ملا ہے اور بے ادب محروم رہ جاتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ و مجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک عرب بزرگ نے کسی اہل نظر سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں، انہوں نے بتایا کہ یہ ہندوستانی اکابر میں سے ایک ہیں اور اپنے وقت کے شیخ کامل ہیں، تو عرب بزرگ نے فرمایا: میں نے اس لئے معلوم کیا کہ میں دیکھتا ہوں جب بھی یہ (مولانا خلیل احمدؒ) حرم شریف میں داخل ہوتے ہیں تو حرم شریف کے انوارات دوبالا ہو جاتے ہیں اور انوارات کی بارش میں حد درجہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ جب تک مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ رہتے تو جوتے ہرگز استعمال نہ فرماتے، حتیٰ کہ پاؤں کے تلوے لہولہان ہو جاتے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نہیں معلوم کس کس مقام پر آقائے نامدار ﷺ کے قدمِ مبارک رکھے گئے ہیں، اس مقام پر مبادا میرا جوتا رکھا جائے، یہ بے ادبی ہوگی۔ کئی کئی دن روزہ سے رہا کرتے اور فاقہ بھی کر لیتے تاکہ بول و براز کی نوبت کم آئے، اور اگر کئی دن کے بعد پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوتی تو ان دونوں مقدس شہروں سے کئی کئی میل دور جا کر

اجابت سے فراعت حاصل کرتے اور فرماتے: مجھے یہاں بول و براز کرنا بے ادبی معلوم ہوتا ہے، اور کبھی ارشاد فرماتے: اے کاش! میں اس بول و براز سے مبرا ہو جاتا تا کہ ان مقدس شہروں میں گندگی پھیلانے کا سبب نہ بنتا۔

یہ ہیں ادب کی مثالیں! ؎

محبت خود سکھا دیتی ہے آدابِ شہنشاہی

میں اپنے دوستوں، رفیقوں اور شاگردوں سے بار بار کہتا ہوں کہ حرم شریف میں اس وقت تک قیام کرو جب تک قلبی حضوری یعنی دل حاضر رہے، اور جب ہلکی سی بھی بیزاری ہو، سستی آئے یا دنیوی بات کرنے کو دل چاہے تو فوراً حرمین شریفین سے باہر آجائے، ایسا نہ ہو کہ ہماری زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو عذابِ خداوندی کا سبب بن جائے، یہ دونوں مقامات ایسے ہیں کہ نیکی اور بدی کا اجر فوری طور پر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسنِ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین! (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ابوبکر بن عیاش — نے

اٹھارہ ہزار قرآنِ پاک ختم کیئے

ایک دفعہ حضرت روحبن زنباغ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ قیام کیا اور کھانا ان کے سامنے رکھا گیا تو ایک چرواہا آیا، آپ نے اس سے کہا کہ کھانے کے لئے آجایئے! اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، آپ نے کہا کہ ایسی گرمی میں؟ اس نے کہا کہ کیا میں (زندگی کے) ایام کو یوں ہی بے کار گزار دوں؟ پھر آپ نے یہ شعر کہا۔ ؎

لقد ضننت بایامک یا راعی

اذ جادبها روح بها زنباء

ترجمہ: اے چرواہے! تو نے اپنی زندگی کے ایام کے ساتھ بخل کیا ہے، جب کہ روح بن زنباع نے ان ایام کو یوں ہی گنوایا۔ (قصر الامل، ص ۱۸۸، تاریخ دمشق، ص ۱۵۳/۶)

وقت کی قدر اور اسلاف کا طرز عمل

حضرت زائدہ بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منصور بن المعتصر رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس تک روزہ رکھا، رات کو قیام اور دن کو صیام میں گزارتے، رات کو بہت روتے تو والدہ کہتیں کہ کیا تو اپنے آپ کو مار دے گا، آپ کہتے کہ میں اپنی جان کے ساتھ کیا

کرتا ہوں، یہ مجھے خوب معلوم ہے، جب صبح ہوتی تو آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور سر میں تیل ڈالتے اور ہونٹوں کو آراستہ کرتے اور پھر لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ (التہجد وقیام اللیل ص۱۲۳، محاسبہ النفس ص۹۰، الحدائق ص۲/۲۳۴، الحلیۃ ص۵/۴۱)

محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بشر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ منصور بن المعتمر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک پڑوسن تھی جس کی دو بیٹیاں تھیں، جب لوگ سو جاتے تو وہ دونوں گھر کی چھت پر چڑھتیں، ایک رات ان میں سے ایک بیٹی نے اپنی والدہ سے کہا کہ اماں جان! فلاں گھر کی چھت پر جو عورت کھڑی رہتی ہے وہ کون ہے اور کیا کرتی ہے؟ والدہ نے کہا بیٹی! وہ کوئی عورت نہیں ہے جو کھڑی رہتی ہے بلکہ وہ (بزرگ) منصورؒ ہیں جو ساری رات ایک رکعت میں گزار دیتے ہیں۔

احمد بن محمد مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جب حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بہن رونے لگی، آپ نے کہا کہ رونے کی ضرورت نہیں، پھر گھر کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تیرے بھائی نے اس گوشہ میں اٹھارہ ہزار قرآنِ پاک ختم کئے ہیں۔
(الحلیۃ ص۸/۳۰۸، الحدائق ص۳/۲۳۴)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے میری نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ (الحلیۃ ص۳/۲۳۴) حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو (وہاں) سجدہ کی حالت میں ہی سوتے تھے۔
(اخرجہ احمد فی الزہد ص۲/۲۸۵، وابن ابی الدنیا فی التہجد وقیام اللیل ص۶۹، وابونعیم فی الحلیۃ ص۲/۹۰)

ایک آدمی نے حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ٹھہرئیے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ سورج کو روک لو۔ (پھر میں بات کرنے کے لئے تیار ہوں) (صید الخاطر ص۴۰۶)

جب لوگوں نے حضرت معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھنے میں کافی دیر کردی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہاں سے اٹھنا نہیں چاہتے؟ بلاشبہ سورج کو چلانے پر مامور فرشتہ اس کو چلانے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ (صید الخاطر ص۴۰۶)

حافظ خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف کی اہلیہ کے ماموں جناب حافظ خلیل احمد سنبلیڑہ رحمۃ اللہ علیہ بے انتہا نیک دل انسان تھے، چھوٹے بچوں سے بے پناہ محبت فرماتے، اور سردی کے موسم میں دیکھتے رہتے کہ کون بچے ایسے ہیں جن کے پاس گرم کپڑے نہیں ہیں، ایک بار انہوں نے دیکھا کہ کچھ ہریجن یعنی غیر مسلم بچے باریک باریک کپڑوں میں ٹھٹھرتے ہوئے اسکول جارہے ہیں، فوراً سواری سے اترے اور ان کو کپڑے کی دکان پر لے گئے اور گرم کپڑے پہنا دیئے اور یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس کے بچے ہیں۔ علماء کے نہایت قدرداں تھے، اور وعظ ونصیحت خوب دل لگا کر سنتے تھے، کہتے تھے علماء اتنا اچھا بیان کرتے ہیں تو ان کی خوراک اور کھانا بھی اچھا ہونا چاہئے، اور فکر آخرت میں ڈوبے رہتے، جب ان کے سامنے جہنم کے عذاب کا ذکر آتا یا عذابِ قبر کے متعلق تذکرہ ہوتا تو آنکھیں اشکبار ہوجاتیں، اور بار بار کہتے "ہائے ہمارا کیا ہوگا؟ ہمارا کیا ہوگا؟" افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ ۳۵ یا ۳۶ سال کی عمر میں ہی سفر عقبیٰ کو روانہ ہوگئے۔

تیری نیکیاں باقی، تیری خوبیاں زندہ

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے، آمین!
(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چھ چیزیں

(۱)غصہ (۲)صبر (۳)خون (۴)آنسو (۵)عبادت (۶)عیادت

- دوگھونٹ: ایک غصہ کا اور دوسرا صبر کا۔
- دوقطرے: ایک مجاہد کے خون کا دوسرا گناہگار کی ندامت کے آنسو کا۔
- دوقدم: ایک مسجد کی طرف عبادت کے لئے دوسرا بیمار کی طرف عیادت کے لئے۔

عذابِ قبر سے حفاظت کی آٹھ باتیں

چار مثبت اور چار منفی

- مثبت باتیں:

(۱)نماز کی پابندی (۲)صدقے کی کثرت
(۳)تلاوتِ قرآن کی مواظبت (۴)تسبیح وتحمید کی کثرت

- منفی باتیں:

(۱)جھوٹ سے پرہیز (۲)خیانت سے پرہیز
(۳)چغلی اور غیبت سے پرہیز (۴)پیشاب کی ناپاکی سے پرہیز

اہلِ طریقت کے لئے انمول موتی

کیسی چھوٹی چھوٹی مگر اہم باتیں ہیں، انسان کے عمل کے لئے کتنی آسانیاں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیں، اس کا فائدہ اٹھانا چاہئے اور ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے، ان پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کتنا ثواب رکھا ہے، اور جن سے پرہیز کرنے کے لئے کہا گیا ہے، ان سے بچنا کتنا ضروری ہے اور اس کے فوائد کس قدر ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مومن کے لئے نعمتیں اور رحمتیں ہیں، ان کی قدر کرنا چاہئے اور اہلِ طریقت کے لئے تو یہ انمول اور بیش بہا سچے موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

چرتھاول میں

ملاّ جی عبدالوحید دودھ والے

ملاّ جی، دودھ والے ملا جی سے معروف تھے، گھر گھر دودھ فروخت کیا کرتے تھے، ان کا مزاج تھا کہ نمازی بچوں سے شفقت رکھتے اور کھیل کود میں رہنے والے بچوں کو خوب ڈانٹتے تھے۔ ایک بار ان کو ایک حادثہ پیش آ گیا، وہ سرِراہ کھڑے تھے اور ان کے ساتھ ایک جاننے والے بھی ان کے پاس کھڑے تھے، اچانک ہی ازراہِ مذاق ان کو آنے والے ٹریکٹر کے سامنے دھکیل دیا جس سے ان کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی، اب ان کو ہسپتال لے جایا گیا، میں بہت چھوٹا تھا، ان کو دیکھنے کے لئے گیا تو کچھ لوگ جمع ہو کر کہہ رہے تھے کہ دھکا دینے والے کے خلاف رپورٹ پولیس میں لکھائی جائے اور علاج کا خرچ اس سے لیا جائے۔

لیکن ملا جی کہہ رہے تھے: نہیں نہیں! یہ جو ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، نہیں معلوم اس سے بھی بڑی آفت آ سکتی تھی، انہوں نے ہرگز دھکا دینے والے کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا، اس کے بعد تاحیات لنگڑا کر چلے لیکن دھکا دینے والے کو برا نہیں کہا۔

یہ ہے ایک نیک اور سچے مسلمان کی پہچان کہ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر شکوہ کیسا؟ میں اپنے دوستوں اور شاگردوں کو یہی کہا کرتا ہوں

کہ تکلیف میں حرفِ شکایت زبان پر نہیں آنا چاہئے، بلکہ تقدیر پر راضی بہ رضا رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کو بندہ کی یہ ادا بہت پسند ہے اور تقدیر پر نظر رکھنے والا عارف ہوتا ہے، وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

الحاج حکیم عطاء الرحمٰن صاحب مظفر گڈھ

اس ناکارہ مؤلف کے دوستوں میں ایک نام ہے جناب حکیم عطاء الرحمان صاحب مدظلہ کا جو مظفر گڈھ پنجاب پاکستان میں رحمٰن دواخانہ چلاتے ہیں، اپنے وقت کے نباض اور طبیب حاذق ہیں، اپنے فن کے ماہر اور ادویات سازی میں درجۂ کمال حاصل ہے، یہ خادم جب ادھر کا سفر کرتا تو ایک ہفتہ حکیم صاحب کے دولت خانہ پر قیام رہتا۔ ایسی محبت اور مودت کہ زبان شکر ادا کرنے سے قاصر ہے، مہمان کو پورا پورا وقت عنایت فرماتے، اور دل جوئی کے ساتھ خاطر تواضع بھی آپ کا نصب العین ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ کے پاس وقت کی تنگی ہمیشہ رہتی اس لئے کہ کبھی دکان دیکھنا اور کبھی دواخانہ، اور کبھی لیباریٹری میں دواسازی کی دیکھ بھال، غرض صبح سے شام تک مصروف رہتے۔ نفاست آپ کے مزاج اور فطرت کا خاص حصہ ہے، کبھی کبھار ان کے دستِ مبارک سے تیار کئے ہوئے حلوہ جات سے بھی لطف اندوزی کا موقع ملتا، کئی بار حکیم صاحب کے دولت خانہ پر حاضری ہوئی ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ محبت اور الفت ملی، بے نفسی ایسی کہ رخصت کرتے وقت اس خادم کا بیگ اپنے کندھے پر ڈال لیتے اور بھرے بازار میں اسٹینڈ تک بیگ سنبھال کر لاتے، مجھے شرمندگی ہوتی اور درخواست کرتا کہ بیگ مجھے دے دیا جائے، لیکن حکیم صاحب کی فنائیت پر قربان، بار بار یہی فرماتے: ”میں خصوصیت سے آپ کے ساتھ اسٹینڈ تک آیا ہوں“ پھر خوب محبت کے ساتھ رخصت فرماتے۔

افسوس کئی سالوں سے ہندو پاک کے سیاسی اور سفارتی تعلقات بگڑ جانے کی وجہ سے دونوں طرف کے ہزاروں خاندان اور لاکھوں افراد ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے بے تاب رہتے ہیں، لیکن علمائے کرام اور دانشوران کا طبقہ بہت محتاط رہتا ہے ایسے حالات میں سفر کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین سفارتی اور سیاستی تعلقات استوار ہو جائیں تا کہ دوبارہ آنے جانے کا موقع نصیب ہو، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ کی مبارک نصیحتیں

شہرت پسندی کا نقصان

حضرت ابو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی آخرت کی حلاوت ولذت پا نہیں سکتا جو چاہتا ہو کہ اس کا نام روشن ہو اور لوگ اس کو پہچانیں۔ (مقالاتِ صوفیہ ۱۷)

اعمال کی جان

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال کی قبولیت کا مدار نیت کی صحت وسلامتی پر ہے۔ (یعنی اس عمل کا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا ضروری ہے)

زہد کی حقیقت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کا ہاتھ خالی ہو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔ (مقالاتِ صوفیہ ۲۶)

رضا کی حقیقت

شیخ ابو علی وقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رضا کی حقیقت صرف یہ ہے کہ آدمی تقدیر وقضائے الٰہی پر اعتراض نہ کرے، نہ ظاہراً نہ باطناً، یہ ضروری نہیں کہ اس کو مصیبت پر تکلیف بھی نہ ہو۔

خلق عظیم کی علامت

حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلق عظیم کی علامت یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے جھگڑنے اور نہ ہی لوگ اس سے جھگڑے کی ہمت کریں۔

دو بہت بری اور دو بہت اچھی عادتیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بہتر کوئی عادت نہیں، (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ (۲) مسلمانوں کو نفع پہنچانا۔ اس کے برخلاف دو عادتیں اس قدر بری ہیں کہ ان سے بری کوئی عادت نہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) کسی مسلمان کو ضرر پہنچانا۔

صحبتِ علماء کے فوائد

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں! تم پر علماء کی صحبت اور حکماء کی باتیں سننا لازم ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ قلوب کو اس طرح زندگی بخشتا ہے جس طرح خشک زمین کو بارش کے ذریعہ روئیدگی ملتی ہے۔

نوٹ: علماء کی صحبت سے علم ظاہر حاصل ہوتا ہے اور حکماء یعنی عارفین اہل دل کی محبت سے باطنی امور کی صلاح وفلاح کی رہبری حاصل ہوتی ہے اور اس طرح آدمی مقامِ غفلت سے نکل کر ذکر وحضوری کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

صغیرہ اور کبیرہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گناہِ صغیرہ بار بار کرنے سے صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہوجاتا ہے اور گناہِ کبیرہ استغفار کے بعد باقی نہیں رہتا بلکہ محو ہوجاتا ہے۔

نوٹ: اس میں تنبیہ ہے کہ صغیرہ کو ہلکا نہ سمجھا جائے اور کبیرہ کا کبھی ارتکاب ہوجائے تو مایوسی کے شکار نہ ہوں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کے ذریعہ اس کو نامۂ اعمال سے مٹالینا چاہئے۔

تمام فسادات کی جڑ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمام گناہوں کی جڑ دنیا ہے اور تمام فتنوں کی جڑ عشر اور زکوٰۃ نہ ادا کرنا ہے۔

دو عمل ایک جیسے

جو شخص قبر میں بغیر اعمالِ صالحہ کے پہنچے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بغیر کشتی کے سمندر پر سوار ہوجائے، کشتی کے بغیر دریا میں اترنا اور اعمالِ صالحہ کے بغیر قبر میں اترنا انجام کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔

دو اعضاء کی خرابی کا اثر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت "ظهر الفساد فی البر والبحر" کی شرح میں فرماتے تھے: "بر" سے مراد زبان اور "بحر" سے مراد دل ہے، پس جب کسی کی زبان خراب ہوتی ہے تو لوگوں کو اپنے کرتوتوں سے عاجز کرکے رلاتی ہے اور دل خراب ہوتا ہے تو فرشتے اس کی تباہی پر روتے ہیں، یعنی افسوس کرتے ہیں۔

دو عزتیں دو چیزوں میں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا کی عزت مال میں ہے اور آخرت کی عزت اعمالِ صالحہ میں۔

دو فکریں اور ان کا ثمر

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا کی فکر دل کا اندھیرا ہے اور آخرت کی فکر دل کی روشنی۔

دو چیزوں کے طالب دو چیزوں کے مطلوب ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم دین کی طلب میں ہوتا ہے، جنت اس کی طلب میں ہوتی ہے اور جو شخص گناہوں میں لگا رہتا ہے جہنم اس کی طلب و تلاش میں رہتی ہے۔

بندہ ہمیشہ اپنے دوستوں اور شاگردوں اور متعلقین سے یہی عرض کرتا ہے کہ عمل کرنے والے کے لئے قرآنِ کریم کی ایک چھوٹی سی آیت یا حدیث پاک ﷺ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی کافی ہے یا اپنے بزرگوں اور اساتذہ کرام کی چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہی کافی ہیں۔ لیکن عمل نہ کرنے والوں کے لئے کتابوں کے انبار لگا دیئے جائیں یا وعظ و نصیحت کے لئے بڑے اجلاس کر لئے جائیں تو بھی ان کے حال وقال میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

جو بات سنیں اس پر عمل کی نیت اسی وقت ہو جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے اور نیکوکاری کا مزاج بھی بن جائے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

جسم اور روح کی مثال

جسم انسانی کی مثال بتی جیسی ہے اور نفس انسانی کی مثال شعلہ جیسی ہے اور روحِ انسانی کی مثال روشنی کی ہے، جسم سواری ہے اور نفس اس پر سوار ہے، نفس سواری ہے اور روح اس پر سوار، مثال کی بھی یہ کیفیت ہے بتی سواری ہے اور شعلہ اس پر سوار، شعلہ سواری ہے اور روشنی اس پر سوار ہے، جسم اور بتی صرف سواری ہیں نفس اور شعلہ سواری بھی ہیں اور سوار بھی، روح اور روشنی صرف سوار ہیں، جسم اور بتی کثیف ہے نفس اور شعلہ لطیف ہے، روح اور روشنی الطف ہے، الطف لطیف پر اور لطیف کثیف پر سوار ہے، سب کا وجود مستقل ہے مگر لطافت کا اظہار کثافت کے بغیر ممکن نہیں، جسم اور بتی نہ ہو تو نفس اور شعلہ کا اظہار ممکن نہیں، نفس اور شعلہ نہ ہو تو روح اور روشنی کا اظہار بھی نہیں ہو سکتا۔ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ نے اس مضمون کو اس طرح ایک شعر میں ادا کیا ہے، فرماتے ہیں۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ یادِ بہاری کا

اہل طریق کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ نفس پر ہر اعتبار سے قابو پانا لازمی ہے اور نفس کی مکاریاں بعض اوقات عقل سے ماورا ہو جاتی ہیں، اس لئے نفس کا تزکیہ لازمی ہے اور نفس کی جس قدر اصلاح ہوگی اسی قدر روح میں پاکیزگی پیدا ہوگی، روح کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ نفس کے حال پر ہر وقت نظر رکھی جائے، تا کہ راہِ سلوک پر چلنا آسان اور سہل ہو جائے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

ایک بادشاہ اور اس کی توبہ

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اپنی سلطنت میں گشت کرتے ہوئے بستی میں پہنچا تو بادشاہ کو پیاس محسوس ہوئی تو اس نے ایک دروازہ پر پہنچ کر پانی مانگا، اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت عورت کوزے میں پانی لے کر آ رہی ہے، بادشاہ اس عورت کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور اسے پھسلانا شروع کردیا، اتفاق سے عورت اس بادشاہ سے واقف تھی، جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ سے نہیں بچاسکتی تو وہ عورت گھر میں گئی اور ایک کتاب نکال کرلے آئی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ اس کتاب کو غور سے پڑھئے تاکہ آپ اپنے ارادے میں سدھار پیدا کرسکیں۔

بادشاہ کتاب کا مطالعہ کرنے لگا، اچانک اس کی نگاہ آیت زنا پر پڑی جس میں زانی اور زانیہ کے بارے میں زجر وتوبیخ کا ذکر تھا اور زنا کرنے والوں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی تھی، یہ دیکھتے ہی بادشاہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، چنانچہ اس نے توبہ کی اور گناہ سے باز رہنے کا ارادہ کرلیا، عورت کو بلا کر کتاب اس کے حوالے کردی اور وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اس واقعہ کے دوران عورت کا شوہر گھر میں نہیں تھا، تھوڑی دیر کے بعد جب شوہر آیا تو عورت نے اس کو ماجرا سنایا، چنانچہ وہ انگشت بدنداں ہوا اور اسے یہ اندیشہ ہوا کہ بادشاہ کی خواہش واقعی یہ نہ رہی ہو، لیکن وہ عورت پر جرأت نہ کرسکا، چنانچہ

شوہر کچھ دن تک غور وفکر کرتا رہا، عورت نے یہ کام کیا کہ شوہر کی موجودگی میں اقارب کے سامنے یہ واقعہ بتایا، تمام رشتہ داروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ کو بادشاہ کی خدمت میں کیوں نہ لے چلیں، چنانچہ وہ حاضر ہوئے۔

سب سے پہلے انہوں نے آدابِ شاہی بجا لاتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے، پھر رشتہ داروں نے کہا: اے بادشاہِ معظم! اس (شوہر) نے کرایہ پر کھیتی کے لئے زمین لی ہے، معاہدے کے مطابق کھیتی کی، پھر ہماری زمین کو معطل کر رکھا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ وہ خود کھیتی کرتا ہے نہ ہماری زمین واپس کرتا ہے، حالانکہ زمین خالی پڑی رہنے سے بے کار ہوجاتی ہے۔

بادشاہ نے یہ سن کر (شوہر سے) کہا: تم کو زمین میں کھیتی کرنے سے کون روکتا ہے؟ شوہر نے جواب دیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری زمین میں ایک شیر رہنے لگا، مجھے اس سے خطرہ ہے اور اس سے قریب ہونے کی ہمت نہیں پڑتی، چونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں شیر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، بس یہ سنتے ہی بادشاہ واقعہ سمجھ گیا، اس سوال وجواب کے بعد بادشاہ نے شوہر سے کہا: دیکھو! تمہاری زمین تو اچھی ہے کھیتی کے لائق ہے جاؤ اور کھیتی کرو، اب شیر تمہاری زمین میں کبھی نہیں آئے گا۔

اس واقعہ سے دو سبق ملتے ہیں کہ اگر گھر کی عورت نیک اور عقل مند ہے تو وہ ہر قسم کے حالات سے بخوبی نمٹ سکتی ہے۔ چنانچہ وہ عورت پڑھی لکھی اور نیک تھی، اس نے مصلحت سے کام لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت بھی بدنامی سے بچ گئی اور شوہر کا اعتماد بھی بحال رہا اور بادشاہ کی غلطی کی بھی پردہ پوشی ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ سب کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین! اور مسلمان عورتوں کو دینی شعور عطا فرمائے اور آخرت کا استحضار۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

آخرت کی تباہی کا خطرہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک عالم کا عالم فقہ کی جزئیات اور اختلافی مسائل میں مشغول تھا، اس بارے میں علماء اور طلبہ کا انہماک اور غلو اتنا بڑھ گیا تھا کہ تمام دوسرے علوم ومشاغل اور خدمت دین کے شعبے نظر انداز ہوتے جارہے تھے، اس صورتِ حال پر تنقید کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"اگر کسی فقیہ سے ان مضامین (صبر وشکر، خوف ورجاء وغیرہ یا بغض وحسد، کینہ کپٹ، ناشکری، دغا وفریب وغیرہ) میں سے کسی کی بابت حتی کہ اخلاص وتوکل کو اپنانے اور ریا ونمود سے بچنے کے متعلق سوال کیا جائے، جس کا جاننا اس کے لئے فرضِ عین ہے اور اس کی طرف سے غفلت کرنے میں آخرت کی تباہی کا خطرہ ہے تو وہ جواب نہ دے سکے گا، اور اگر آپ لعان وظہار، سبق ورمی کے متعلق دریافت کریں تو وہ ایسی ایسی باریک جزئیات کے دفتر سنادے گا جس کی ضرورت مدتوں پیش نہیں آتی، اور اگر کبھی ضرورت پیش آجائے بھی تو شہر میں ان کے متعلق فتویٰ دینے والا اور بتانے والا ہر وقت موجود ہے، لیکن یہ عالم دن رات انہی جزئیات کے سلسلے میں محنت کرتا رہے گا اور ان کے حفظ ودرس میں مشغول رہے گا اور اس چیز سے غفلت برتے گا جو دینی حیثیت سے اس کے لئے ضروری ہے، اگر اس سے کبھی اس بارے میں سوال ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اس علم میں اس لئے مشغول ہوں کہ یہ علم دین ہے

اور فرضِ کفایہ اور وہ اس کے تعلیم وتعلم کے بارے میں اپنے کو بھی مغالطہ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی، حالانکہ سمجھدار آدمی خوب جانتا ہے کہ اگر اس کا مقصد فرضِ کفایہ کے حق کو ادا کرنا ہوا اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہوتا تو وہ اس فرضِ کفایہ پر فرضِ عین کو مقدم رکھتا، بلکہ دوسرے فرضِ کفایہ بھی ہیں جن کو مقدم ہونا چاہئے، مثلاً کتنے شہر ہیں جن میں صرف غیر مسلم طبیب ہیں جن کی شہادت احکامِ فقہ میں قبول نہیں کی جاسکتی، لیکن ہم نہیں دیکھتے کہ کوئی عالم (اس کمی اور ضرورت کو محسوس کر کے) علم طب کی طرف توجہ کرتا ہو، اس کے بالمقابل علم فقہ بالخصوص خلافیات وجدلیات پر طلبہ ٹوٹ پڑتے ہیں، حالانکہ شہر ایسے علماء سے بھرا ہوا ہے جن کا مشغلہ فتویٰ نویسی اور مسئلہ بتانا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ علمائے دین ایسے فرضِ کفایہ میں مشغول ہونے کو کیسے درست سمجھتے ہیں، جس کو ایک جماعت کی جماعت سنبھالے ہوئے ہے اور ایسے فرض کو انہوں نے کیسے چھوڑ رکھا ہے جس کی طرف کوئی توجہ کرنے والا نہیں، کیا اس کا سبب اس کے علاوہ اور کچھ ہے کہ طب کے ذریعہ سے اوقاف کی تولیت، وصیتوں کی تنفیذ اور یتیموں کے مال کی نگرانی وانتظام اور منصب قضا وافتاء پر تقرر اور ہمعصروں اور ہمچشموں میں فوقیت وامتیاز اور دشمنوں اور حریفوں پر حکومت وغلبہ ہونے کا کوئی امکان نہیں"۔

(احیاء العلوم للغزالی، ۱/۱۹، تاریخ دعوت وعزیمت، ۱/۱۵۱ تا ۱۵۲، شیخ ابوالحسن علی الندویؒ)

میڈیکل ایجوکیشن بھی ضروری

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ضرورت اور نقص کی جانب آٹھ سو سال تحریر فرمایا تھا آج بھی حالات اور ضرورت اس طرح کی ہیں کہ مسلمان اپنی عورتوں کو لے کر ہسپتال جاتے ہیں تاکہ بچے کی ولادت کے تعلق سے کسی مسلم لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کریں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خال خال ہی کوئی مسلم نرس یا مسلم عورت ڈاکٹر ملتی ہے

ورنہ عموماً ہندو، عیسائی وغیرہ سے چیک اپ کرانا پڑتا ہے، اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ میڈیکل لائن اور ضروریاتِ امراض سے تو وہ واقف تو ہوتی ہیں لیکن شریعت مطہرہ اور اسلامی قوانین اور ان کے تقاضوں سے نابلد ہوتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماحول کا اثر پڑتا ہے، میں نے سنا ہے کہ بعض ہسپتالوں میں نرسیں ولادت کے وقت زچہّ کو شراب پلا دیتی ہیں تا کہ ولادت کی تکلیف کا احساس نہ ہو، اس کے علاوہ بھی بہت سے پاکی اور ناپاکی کے مسائل ہیں جن سے غیر مسلم ڈاکٹر واقف نہیں ہوتے۔ بس اللہ تعالیٰ بھی ہماری حالت پر رحم فرمائے، آمین!

اس ناکارہ نے اسی خیال سے اپنی دو بیٹیوں کو مدارس کی تعلیم (درسِ نظامی) کے بعد بی اے ایم ایس کرایا تا کہ یہ بچیاں طب وصحت کے میدان میں کچھ نہ کچھ خدمات انجام دے سکیں، ڈاکٹر عزیزہ قرۃ العین مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی سے منسوب ہیں اور ڈاکٹر امۃ البریرہ قاری ڈاکٹر محمد سفیان رحیمی سے منسوب ہیں، اللہ تعالیٰ صحیح خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ جب کہ بڑی بیٹی امۃ المعیز الحسنات الباقیات کی صدر معلّمہ ہیں۔ اب بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال کی وجہ سے گھر میں رہتی ہیں ان کے شوہر قاری محمد افضل رحیمی تعلیم وتعلم میں مصروف ہیں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

تمام اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں

حضرت میسّب بن رافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (ابن مسعود) نے فرمایا: میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو فارغ اور بے کار ہو نہ دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو اور نہ ہی آخرت کے کسی کام میں۔ (اخرجہ وکیع بن الجراح فی الزہد، ص ۳۶۹، واحمد فی الزہد، ص ۱۵۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ”تمہارے شب وروز گزر رہے ہیں، عمریں کم ہیں، تمام اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں اور موت اچانک آجائے گی، پس جو شخص نیکی کا بیج بوئے گا وہ عنقریب خوشی سے اس کی کھیتی کاٹے گا اور جو شخص برائی کا بیج بوئے گا وہ عنقریب شرمندگی کی کھیتی کاٹے گا، جو بوؤ گے وہی کاٹو گے“۔ (اخرجہ احمد فی الزہد، ص ۱۶۱، ابونعیم فی الحلیۃ، ص ۱/۱۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاہلی اور سستی سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔
(الحدائق، ص ۳/۲۲۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”دنیا کے ایام میں سے کوئی دن نہیں آتا مگر وہ (بزبانِ حال) کہتا ہے کہ اے لوگو! میں نیا دن ہوں اور جو عمل میرے اندر کیا جائے گا میں اس پر گواہ ہوں گا اور جب میرا سورج غروب ہوگا تو پھر قیامت کے دن تک تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا“۔ (الحدائق، ص ۳/۲۲۳)

حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا درہم گر جائے تو کہتا ہے کہ انا للہ...... میرا درہم کھو گیا، جبکہ اس کا وہ دن جاتا رہا ہوتا ہے یہ نہیں کہتا کہ میرا دن ضائع گیا کہ میں نے اس میں کوئی (نیک) عمل نہیں کیا۔ (الحلیۃ، ص ۸/۳۰۳)

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے کل (آئندہ) کے دن کو اپنی زندگی میں شمار کیا اس نے موت کو اس کا اصل مقام نہیں دیا (کیوں کہ) کتنے ہی آنے والے ایام ایسے ہیں جسے وہ پورا نہیں کرے گا، اور آنے والی کل کی کتنی آرزئیں ایسی ہیں کہ اسے وہ حاصل نہ کر پائے گا، اگر تم مدت عمر اور اس کی (تیز) رفتاری کو جان لو تو تمہیں اپنی امیدوں اور آرزوؤں سے نفرت ہو جائے۔ (صفۃ الصفوۃ، ص ۳/۱۰۳)

حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وضو کے لئے ایک گڑھا تھا جس میں پانی موجود رہتا، (آپؓ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ حتی المقدور نماز پڑھ کر بستر پر آرام کے لئے آجاتے، تھوڑی سی نیند اور آرام کرنے کے بعد اٹھتے اور وضو کر کے نماز پڑھتے، پھر اسی طرح بستر پر آجاتے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ اٹھتے، وضو کرتے اور نماز پڑھتے، آپ یہ عمل رات میں چار پانچ مرتبہ کرتے تھے۔

(الحدائق، ص ۳/۲۲۹)

حضرت عطیہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل دمشق میں سے کچھ لوگ حضرت ابو مسلم الخولانی سے ملنے کے لئے ان کے گھر آئے، (آپ اس وقت سرزمین روم میں جہادی مہم میں مصروف تھے) لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے خیمے میں ایک گڑھا کھود رکھا ہے اور اس گڑھے میں چمڑا ڈال کر اس میں پانی بھرا ہوا ہے اور وہ حالت روزہ میں تھے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے روزہ کیوں رکھا ہے، آپ تو مسافر ہیں، اللہ تعالیٰ نے سفر اور جہاد میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو افطار کر کے قتال کے لئے اپنے اندر قوت پیدا کرتا ہوں، صرف وہ گھوڑے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو سکتے ہیں جو پتلے دبلے ہوں، موٹے بدن والے گھوڑے دوڑ نہیں سکتے، ہمارے سامنے تو چند دن ہیں جن کے لئے ہم کو عمل کرنا ہے۔ (الزہد احمد، ص ۲/۲۹۴ تا ۲۹۵)

حضرت شرجیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی حضرت ابو مسلم الخولانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، گھر والوں نے بتایا کہ وہ اس وقت مسجد میں ہیں، چنانچہ وہ دونوں مسجد میں گئے تو دیکھا کہ وہ رکوع کر رہے ہیں، انہوں نے انتظار کیا کہ کب رکوع سے فارغ ہوتے ہیں، دونوں نے ان کے رکوع شمار کئے تو ایک نے تین سو رکوع شمار کئے اور دوسرے نے چار سو رکوع شمار کئے۔ (الزہد احمد، ص ۲/۲۹۴، الحلیۃ، ص ۲/۱۲۸)

نماز میں امامِ حرم کی آہ وزاری

ہائے افسوس آج امت کا طبقہ ان اعمال اور ایسی طویل نمازوں سے محروم ہو گیا، لیکن بحمد اللہ تعالیٰ خواص میں ایسے ثقہ حضرات موجود ہیں کہ جن کی نمازیں خیر القرون کے مسلمانوں سے یا اولیاء وصالحین کی نمازوں کی طرح ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت میں پھر ایسی نمازیں عام فرمادے کہ جن میں خشوع وخضوع ہو، گریہ وزاری ہو، شیخ طریقت حضرت مولانا اسرار الحق صاحب اعظم گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جب آیاتِ عذاب آجاتیں تو بدن پر کپکپی اور آواز میں نالہ وزاری پیدا ہو جایا کرتا تھا، جیسا کہ آج کل امامِ حرم کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے دوران ایسا گریہ طاری ہوتا ہے کہ عام مسلمان کیا خواص بھی ایسی حالت سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نمازوں میں ہمارے اعمال میں ایسی قوت پیدا فرمادے، آمین! ورنہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
پر من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اسلام ملک و مال سے نہیں
قربانیوں سے چمکتا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آجانے سے اسلام چمکے گا، ملک و مال والے تو اسلام کو زندہ درگور کر رہے ہیں، آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ قیصر و کسریٰ اور شداد و قارون کے نمائندے ہیں، ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے، ان کو دیکھ کر تو دل کہتا ہے کہ "**انی یحیی هذه الله بعد موتها**" اللہ اس مردے میں اب کیسے جان ڈالے گا۔

اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا، اسلام کے لئے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں مٹ جاتا ہے۔ (ملفوظات واقتباسات حضرت جی ۲۸)

فائدہ: آج دنیا میں کتنے ہی ملک ایسے ہیں جہاں حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مگر اسلام کے لئے قربانی کا جذبہ نہیں جس کے نتیجہ میں وہاں اسلامی روایت کی پامالی ہو رہی ہے، اس کا ہر صاحب بصیرت شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ مزید ایسی ہی کتنی جگہیں ہیں جہاں حکومت و سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ میں

نہیں بلکہ حکومتیں اسلام کی مخالف ہیں مگر مسلمان اسلام کے لئے قربانیاں پیش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہاں اسلام چمک رہا ہے اور خوب ترقی کر رہا ہے۔

جناب مولانا عارف صدیقی دیوبندی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ دین کے ہر شعبہ کے لئے اخلاص اور قربانی کا جذبہ ہونا لازمی ہے۔ خواہ وہ دعوت و تبلیغ کا شعبہ ہو یا درس و تدریس کا، یا تجارت اور کتب فروشی کا شعبہ ہو، ہر جگہ قربانی اور اخلاص شرط ہے، تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میرے دوستوں میں ایک ایسا نمایاں نام نامی بھی ہے کہ جن کو دیکھ کر قدیم زمانہ کے تجار یاد آجاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایماندار تاجر قیامت کے دن صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

میری مراد ہے عالی جناب مولانا محمد عارف صدیقی دیوبندی سے جو ادارہ اشاعتِ اسلام دیوبند کے روحِ رواں ہیں۔ اس خادم نے ہمیشہ ان کو راست باز اور پختہ کلام پایا، تجارت کرتے ہیں، نفع کماتے ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے، صاف صاف باتیں بے لوث خدمت صدیقی صاحب کا نصب العین ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیوبند کے دوسرے کتب خانے والے ایسے نہیں ہیں، ہوسکتا ہے صدیقی صاحب سے بھی زیادہ نیک اور دیندار ہوں، لیکن بندے کا واسطہ نہیں رہا، اس لئے معلومات نہیں ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ صدیقی صاحب کے کام میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے کام کو آگے بڑھائے اور کتابوں کی دنیا میں آپ کے نام کو اللہ تعالیٰ تا قیامت باقی رکھے، قرآن وحدیث، سیرت، تصوف، معرفت اور دیگر عناوین پر آپ نے جو کتابیں شائع کی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، صدیقی صاحب کا نام با اعتماد اور راست باز لوگوں میں شامل ہے۔ **اللھم زد فزد!** آمین۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

متعہ حرام ہے

جمعہ کی نماز کے بعد (مجلس رحیمی میں) ایک شخص نے سوال کیا کہ میں شیعہ حضرات کے پڑوس میں رہتا ہوں، ان کے نوجوانوں میں متعہ کے متعلق ہمیشہ گفتگو رہتی ہے، کیا یہ اہل سنت والجماعت میں بھی رائج ہے؟

راقم الحروف (محمد ادریس حبان رحیمی) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی حرام قرار دے دیا تھا، ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت تھی، پھر باقاعدہ قرآن کے ذریعہ متعہ کو کالعدم قرار دے دیا گیا، اب یہ نکاح میں شمار نہیں بلکہ زنا میں شمار ہے، ایران میں آج بھی متعہ کھلم کھلا ہوتا ہے بلکہ وہاں کے علماء شیعہ اس کی ترغیب دلاتے ہیں، ان کے یہاں اس کے جائز ہونے کی خبریں ہیں جو قطعاً قرآن وسنت کے خلاف ہیں، ایسے حضرات کی نصیحت سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیئے جو شریعت کے خلاف اکسائے۔

متعہ کے متعلق ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیرین بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ فتح مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، آنحضور ﷺ نے ہمیں متعہ کی اجازت دے دی، چنانچہ میں اور میرے ساتھ ایک دوسرا شخص قبیلہ بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے، عورت

"بکرۃ عیطاء" یعنی لمبی گردن والی ایک نوجوان لڑکی تھی، ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے سوال کیا تم ہمیں کیا دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ چادر، دوسرے شخص نے بھی چادر ہی دینے کو کہا اور میرے دوسرے ساتھی کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی اور میں اس شخص سے عمر میں کم اور نوجوان تھا، غرض وہ عورت جب اس کی چادر کی طرف دیکھتی تو اسے وہ بہتر معلوم ہوتا اور جب وہ میری طرف دیکھتی تو میں اس کی نگاہوں میں بہتر معلوم ہوتا، الغرض اس نے مجھ سے کہا کہ تم اور تمہاری چادر ہی میرے لئے کافی ہے، اس کے بعد تین دن میں اس کے ساتھ رہا کہ آنحضور ﷺ نے اعلان کر دیا کہ جن کے پاس متعہ کی عورتیں ہیں انہیں چاہیئے کہ ان کو الگ کر دیں، اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابھی ہمارے متعہ کی مدت پوری نہیں ہوئی کہ آنحضور ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا۔ (حیواۃ الحیوان)

☆☆☆

محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ

جڑ تمام گناہوں کی محبتِ دنیا ہے اور جڑ تمام فتنوں کی عشر اور زکوٰۃ کا نہ دینا ہے، اے بوذر غفاریؓ! نئی بنا کشتی کہ دریا گہرا ہے اور لے توشہ پورا کیوں کہ سفر بڑا ہے اور ہلکا کر بوجھ کہ گھاٹی سخت ہے اور خالص کر عمل کو کیوں کہ پرکھنے والا نگاہ والا ہے، آئے گا زمانہ میری امت پر کہ دوست رکھیں گے پانچ کو اور بھرلیں گے پانچ کو، دوست رکھیں گے دنیا کو اور بھولیں گے آخرت کو، دوست رکھیں گے گھر کو اور بھولیں گے قبروں کو، دوست رکھیں گے مال کو اور بھولیں گے حساب کو، وہ دوست رکھیں گے گھر کے لوگوں کو اور بھولیں گے حوروں کو، دوست رکھیں گے نفس کو بھولیں گے اللہ کو، یہ لوگ مجھ سے بیزار ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں، نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس باتیں ہیں، خوبصورتی منہ کی اور روشنی دل کی اور آرام بدن کا اور دل لگنا قبر میں اور اُترنا رحمت کا اور کنجی آسمان کی اور بوجھ ترازو کا اور خوشنودی پروردگار کی اور قیمت بہشت کی اور پردہ آگ سے، سو جس نے قائم رکھا اس کو، بے شک قائم رکھا دین کو اور جس نے چھوڑا اس نے بے شک گرایا دین کو، غنیمت جان پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے، بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو، بیماری سے پہلے اپنی تندرستی کو، فقیری سے پہلے تونگری کو اور موت سے پہلے زندگی کو اور مشغولی سے پہلے فراغت کو۔

(حضرت مولانا شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوریؒ، ماخوذ معیار السلوک، ص ۱۸۸)

قیامت کے دن باز پرس کا احساس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سرکاری اونٹ گم ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت دھوپ میں باہر نکلے اور انہیں ڈھونڈ لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ملازم کو بھیج دیا ہوتا، فرمایا: باز پرس عمر سے ہوگی، ملازم سے نہیں۔ (از کتاب سفرِ آخرت، ص ۱۶۴)

گذشتہ صفحات میں حافظ خلیل احمد صاحب سنبھلہڑہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے، موصوف کی پہلی بیوی محترمہ آمنہ بیگم تھیں، اپنے وقت کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھیں جیسی وہ خوبصورت تھیں اس سے زیادہ خوب سیرت تھیں، قرآن مجید سے عشق اور نمازوں میں خشوع وخضوع اور تہجد گذار۔ فکرِ آخرت ایسی کہ ہر وقت موت کو یاد رکھتیں اور موت کا ذکر بار بار کرتیں، شوہر کی بے انتہا فرمانبردار اور خدمت گذار، ساری خوبیوں سے اللہ نے نوازا تھا، مال ومتاع اور دنیا کی قدر و قیمت ان کے دل میں نہیں تھی، بندہ راقم الحروف کی خوشدامن صاحبہ اپنے بھائی خلیل احمد صاحب سے ملنے گئیں، دو چار دن رہ کر واپسی کا ارادہ کیا تو آمنہ کہنے لگیں آپا ابھی مت جاؤ جمعرات کے دن آپ کو پھر دوبارہ آنا پڑے گا، پوچھا کیوں؟ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں میرا وقت جانے کا ہوگیا ہے۔ میری خوشدامن صاحبہ نے کہا ایسی باتیں کیوں کرتی ہو، ابھی تو ماشاءاللہ تم جوان ہو؟ ایک ہی بیٹا ہے وہ بھی شیر خوار، ایسا مت کہو! تمہیں وہم ہوگیا ہے۔ انتقال سے ایک دن قبل تمام زیورات اور گھر کا سب سامان شوہر کو بتایا کہ کونسی چیز کہاں رکھی ہے۔ شوہر نے کہا کہ کیوں بتا رہی ہو؟ تو کہا اس لئے کہ کل مہمان آئیں گے اپنی چیز کی حفاظت خود کر لینا، عورتیں بھی جمع ہوں گی، اور پھر اپنے والدین کو بلایا، وہ تانگے میں بیٹھ کر ان کے گھر پہنچے تو بیٹی بالکل ٹھیک تھی۔

پوچھا آمنہ تمہیں کیا ہوا؟ تو کہنے لگیں، میں نے آپ کو اس لئے زحمت دی کہ میرے انتقال کے بعد میرے شوہر سے میری چھوٹی بہن کا نکاح کر دینا، یہ نیک آدمی ہیں، اگلے دن صبح کو حسبِ معمول نماز فجر پڑھی اور پھر گھر کا کام کیا اور دو پہر کے وقت غسل کیا کپڑے بدلے اور کہا ''اللہ حافظ! لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ'' کہہ کر جان جانِ آفرینی کے سپرد کر دی۔ کیسی نیک خاتون تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ دن پہلے موت کی اطلاع دے دی لیکن گھبراہٹ نہ ہوئی بلکہ موت کو محبوب سمجھ کر گلے لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

بنی اسرائیل کے تین قاضی

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی تھے، ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا، پھر اس جگہ کو پر کر لیا گیا، انہوں نے خوب فیصلے کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا، فرشتے نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی گائے کو پانی پلا رہا ہے، گائے کے پیچھے اس کا بچھڑا کھڑا ہوا ہے، فرشتہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر بچھڑے کو اپنے پیچھے لگا لیا، چنانچہ وہ بچھڑا گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، گائے والا اور یہ دونوں پہلے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر آئے، فرشتہ کے پاس قیمتی موتی تھے اس نے قاضی کو دے دیئے اور یہ کہا کہ آپ فیصلہ میرے حق می صادر کر دیجئے کہ یہ بچھڑا میرا ہے، قاضی نے کہا میں کیسے فیصلہ کر دوں کہ بچھڑا تمہارا ہے؟ فرشتہ نے کہا: وہ اس طرح کہ گھوڑا، گائے اور بچھڑا تینوں کو چھوڑ دیجئے! اگر بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ بچھڑا میرا ہے، چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا، وہ بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگا، قاضی نے فرشتہ کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ بچھڑا تم لے جاؤ۔

پھر یہ دونوں فریق دوسرے قاضی کے پاس گئے تو اس دوسرے قاضی نے بھی یہی فیصلہ کیا اور موتی لے لئے، جب تیسرے قاضی کے پاس گئے تو فرشتہ نے اس کو موتی عنایت کئے اور کہا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے! یہ سن کر قاضی نے کہا مجھے تو حیض آ رہا ہے، تو فرشتہ نے کہا: سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہیں مرد کو

بھی حیض آتا ہے، قاضی نے جواب دیا کہیں ایسا ہوا ہے کہ گھوڑا بچھڑا جنتا ہو، چنانچہ قاضی نے گائے والے کے حق میں بچھڑے کا حکم صادر کر دیا۔

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہی جیسے قاضیوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''دو قاضی جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں''۔

آج حق بات کہنے کی جرأت نہیں

آج ہمارے اپنے معاشرے میں سماجی برائیوں کا جو بول بالا ہے اور ہر طرف اچھائیوں کا انحطاط ہے۔ گاؤں، قصبوں اور شہروں میں بڑے بڑے چودھری، پٹیل، یجمان، پردھان، چیرمین اور کونسلر، ایم ایل اے، ایم ایل سی اور ایم پی وغیرہ اپنے دورِ اقتدار میں اپنی من مانی کرتے ہیں اور ایسے بہت کم صاحبان اقتدار ہیں کہ جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلے کرتے ہوں۔ عموماً جہاں جیسا اپنے حق میں مفید سمجھا وہی فیصلہ صادر کر دیا۔

اس لئے آج کے دور میں ضروری ہے کہ نچلی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ کے جج صاحبان تک ایمان دار اور خوفِ خدا رکھنے والے قاصیوں اور ججوں کا تقرر کیا جائے تا کہ ملک کے شہریوں کو صحیح انصاف ملے۔

آج حکام اور لیڈران کی بدعنوانی کھل کر قوم کے سامنے آچکی ہے وہیں بدعنوان اور رشوت خور جج صاحبان کی ملک میں کمی نہیں ہے، نت نئی مکاریوں سے مدعی اور مدعا علیہ سے پیسہ نکالا جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیا جاتا ہے، حق کسی کا، لے اڑا کوئی اور، غربت اور افلاس سے مارے لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ صاحب اقتدار لوگوں کو عوام جھک جھک کر سلام کرتے ہیں، اس

ڈر سے کہ کہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ آج حق بات کہنے کی جرأت کم ہوگئی اور غیبت کا بازار گرم ہو گیا۔ کاش! ہم دل و جان سے صدق وصفا کے پیکر ہوتے تو سماج اور معاشرہ میں برائیوں کو اور فتنہ وفساد کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملتا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہماری اصلاح کے لئے غیب سے سامان پیدا فرما دے، آمین!

☆☆☆

خلیفہ منصور کا دلچسپ واقعہ

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب منصور نے ابوہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا: ابوہبیرہ تو خود ہی اپنی عورتوں کے لئے خندق کھودرہا ہے، جب یہ بات ابوہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے منصور سے کہلایا کہ جس میرے بارے میں یہ بات کہی ہے تو چلئے اسی بات پر آپ کا اور میرا مقابلہ ہوجائے، منصور نے ابوہبیرہ کے پاس جواب بھیجا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ شیر کی مدبھیڑ ایک خنزیر سے ہوگئی، خنزیر نے کہا: آؤ مجھ سے مقابلہ کرلو، شیر نے جواب دیا: میں تمہارے سامنے مقابلہ کے لئے کیسے آسکتا ہوں جبکہ تو میرے برابر نہیں ہے، اگر تجھ سے میرا کوئی نقصان ہوگیا تو میرے لئے ایک عار کی بات ہوگی لیکن اگر میں نے تجھے پچھاڑ دیا تو کہے گا میں خنزیر ہوں (میرا اور تیرا کیا مقابلہ) تو اس میں نہ تو مجھے دادِ تحسین ملے گی اور نہ ہی قتل کرنے میں کوئی فخر ہوگا، خنزیر نے کہا: اگر تو میرے مقابلے کے لئے نہیں نکلتا تو میں تمام درندوں سے بتادوں گا کہ شیر میرے مقابلہ کے لئے نہیں آیا، بزدل ہے، شیر بولا: تیرے جھوٹ بولنے کی عار کو برداشت کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میرے ہاتھ تیرے خون سے رنگین ہوں۔

(البدایہ والنہایہ)

کمینہ کون ہے

دانشمندوں کا قول ہے کہ کم ظرف اور کمینے لوگوں سے معاملات نہ کرو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کمینہ وہ ہے جو شرافت اور نیکی سے بالکل خالی ہو، اور ارشاد فرمایا:

ایسے شخص کو علم وحکمت کی بات بھی مت سکھاؤ، ورنہ وہ اس سے بھی اپنے کمینہ پن کو ظاہر کرے گا اور علم وحکمت کی غلط تعبیر کرے گا۔

شرافت اور نیکی ایمان والوں کی متاع ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے! بے وفا اور بے مروت بھی شرافت سے عاری ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو! بخیل شیطان کا دوست ہے اور سخی اللہ کا دوست، بخیل سے شیطان محبت کرتا ہے اور سخی سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، اس لئے میرے دوستو! سخی رہو، ایک روایت میں آتا ہے کہ شیطان نے کہا کہ کنجوس عابد میرا دوست ہے اور گناہگار سخی میرا دشمن ہے، اس لئے کہ عابد کی کنجوسی اس کو دوزخ میں لے جانے کا سبب ہوگی اور سخی کو اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کرکے بخش سکتے ہیں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ایک ایسے صحابی رضی اللہ عنہ

جو نماز پڑھے بغیر جنت میں چلے گئے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ایک شخص کے بارے میں بتاؤں جس نے پوری عمر کبھی نماز نہیں پڑھی مگر جنت میں داخل ہوگیا، لوگوں کو اگر معلوم نہ ہوتا تو آپؓ سے دریافت کرتے کہ آپ ہی بتا دیجئے! تو بتاتے کہ وہ اصیرم بن عبدالاشہل رضی اللہ عنہ ہیں۔

عامر بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبیدؓ سے دریافت کیا کہ ان کا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام کا انکار کیا کرتے تھے، مگر جب غزوۂ احد کا موقع آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیت جہاد احد کی طرف نکلے تو اصیرم رضی اللہ عنہ پر اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی اور وہ اسی وقت اسلام قبول فرما کر تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کے لئے نکل پڑے اور جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کی تقسیم بڑی عمدہ اور نہایت صحیح اور حق ہے، وہ تقسیم کرتے وقت کسی کی رائے کے محتاج نہیں ہیں، دیکھئے حضرت اصیرم بن عبدالاشہل رضی اللہ عنہ ابھی ایمان لائے اور فوراً جہاد کے لئے نکل گئے اور شہید ہوگئے، اس دوران کسی نماز کا وقت نہیں آیا کہ نماز پڑھ سکیں، وقت نماز باجماعت سے پہلے یہ خود ہی اپنی نماز میت کے لئے بارگاہِ

ایزدی میں حاضر ہوگئے، انہوں نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، کیا خوش نصیب کہ بغیر کچھ کئے اور کرائے جنت کے مستحق ہوگئے، یہ ان کی اپنی قسمت ہے کہ جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہید اسلام بن گئے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک اور آسان راستہ طلب کرنا چاہئے کہ اے اللہ! ہم کو آسان اور سہل راستوں اور نیکیوں کے ذریعہ جنت عطا فرما، امتحان کے ہم لائق نہیں صرف آپ کی نظر کرم اور رحمت خاص کے محتاج ہیں، عبادات اور ریاضات بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے، ایسے حالات میں جو لوگ اپنی نیکیوں اور تقوی پر بھروسہ اور تکیہ کرتے ہیں وہ خسارے میں رہ جاتے ہیں، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا کرم طلب کرتے رہو کہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

متواضع اور مہمان نوازی کے پیکر

مولانا محمد طیب صاحب قاسمی تیوڑے والے مقیم دیوبند ایک کامیاب تاجر کتب ہیں، راقم الحروف کی تین کتابیں موصوف نے مکتبہ طیبہ سے شائع کی ہیں، خوابوں کی تعبیر جلد اول، دوم، اور طالبات تقریر کیسے کریں۔

موصوف ہمیشہ حسنِ اخلاق اور حسنِ عمل سے اپنے آپ کو مزین رکھتے ہیں۔ معاملات اور لین دین میں شفافیت کے قائل ہیں، گذشتہ چند سال قبل موصوف کے دولت خانے پر قیام کا موقع ملا، متواضع اور مہمان نواز پایا، اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطائے فرمائے، آپ کی اولاد میں علماء اور صلحاء پیدا فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ہر شخص سے ہدیہ قبول نہ کیا جائے

یہ خلافِ سنت ہے

آج کل مشائخ کا معمول ہے کہ وہ بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر آنے والے پر نظر رکھتے ہیں کہ کیا لایا ہے یا کیا لانے والا ہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دیہاتی مرید اگر سر میں کھجاتا ہے تو شیخ سوچتا ہے شاید پگڑی میں سے کچھ نکال کر دے رہا ہے، یا ادھر ادھر جیب میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو سمجھتا ہے شاید اب کچھ ہدیہ دے گا، اس قسم کی نیت کے ساتھ ہدیہ لینا قطعاً جائز نہیں ہے، میرے شیخ حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ”ہدیہ اس کا قبول کیا جائے جس کی آمدنی حلال ہو اور وہ بشاشت قلب کے ساتھ ہدیہ پیش کرے، اگر اس کا ہدیہ قبول نہ کیا جائے تو وہ رنجیدہ اور پر ملال ہو جائے، جا رہے ہیں تو بطورِ رسم کچھ تحفہ بھی ساتھ لے آئے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، شیخ کے پاس پاک اور صاف دل کے ساتھ آئے، ہدیہ لے کر آنا ضروری نہیں ہے“۔

ہدیہ کے متعلق حضور ﷺ کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تو آنحضور ﷺ نے چھ اونٹ جوان اس کے بدلے میں عطا کئے، تو وہ

دیہاتی اس پر ناراض ہو گیا، جب آنحضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تھی جس کے عوض میں نے اسے چھ جوان اونٹ دیئے تو وہ ناراض و غصہ ہو گیا، اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قرشی، انصاری، ثقفی کے علاوہ کسی اور کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ”صدقنی سن بکرۃ“ اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر صحیح صحیح بتائی۔ یہ جملہ اہل عرب سچ خبر دینے والے کے لئے بطورِ ضرب المثل بولتے ہیں، اسے انسان اپنے خلاف بھی بولتا ہے، گو مضرت رساں کیوں نہ ہو۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے جوان اونٹ خریدنے کے بارے میں بھاؤ تاؤ کر رہا تھا تو خریدنے والے نے فروخت کرنے والے سے اونٹ کی عمر دریافت کی تو اس نے بالکل سچ سچ بتا دی تو خریدنے والے نے کہا ”صدقنی سن بکرۃ“ اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر بالکل صحیح بتا دی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں موسم گرما میں آقا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ اچانک آپؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے دو جوان اونٹ ہانکنے لئے جا رہا ہے اور گرمی میں زمین پر بستر کی طرح رینگتے ہوئے چلا جا رہا تھا، یہ دیکھ کر آپؓ نے فرمایا: اس شخص کو کیا ہو گیا ہے؟ اگر یہ مدینہ میں آرام کر کے پھر چلتا تو کیا ہو جاتا، اتنے میں وہ آدمی قریب آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ چنانچہ میں نے دیکھا تو سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، میں نے آقا عثمانؓ سے کہا کہ جنابِ والا! یہ تو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ سن کر عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور سر کو دروازہ سے باہر نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گرم لُو سے جھلس رہے ہیں، پھر آپؓ نے دوبارہ سر نکالا تو

آمنا سامنا ہوا، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو اس وقت کیا جلدی پڑی تھی؟ یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دو جوان اونٹ صدقہ کے تھے جو پیچھے رہ گئے تھے اور صدقہ کے اونٹوں کی قطار جا چکی ہے، میں نے اسی وقت مناسب سمجھا کہ انہیں قطار تک پہنچا دوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں اونٹ ضائع ہو جائیں، پھر مجھ سے قیامت کے دن خدائے پاک سوال کر بیٹھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا آپ پانی پینے اور کچھ دیر ستانے کے لئے یہاں آ جایئے! عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے سایہ کا انتظام کریں، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس آپ کے لئے بھی کافی انتظام ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں بس آپ ہی کو ٹھنڈی جگہ مبارک ہو، یہ کہتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ چل دیئے۔ یہ معاملہ دیکھ کر آقا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کوئی دیانت دارانہ صابر شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ انہیں دیکھ لے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر عطا فرمائے اور امانت کے معاملہ میں دیانتداری اور معاملات کی درستگی عطا فرمائے، آمین۔

اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں

میرے خسر بزرگوار حضرت منشی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بڑے میاں حاجی جی ہمیشہ آ کر کئی مہینے رہا کرتے، ان کے قیام اور طعام کا انتظام منشی جی فرماتے اور حسب منشا کھلاتے پلاتے کبھی پیشانی پر بل نہ آتا، خوراک ماشاء اللہ ایسی کہ چار آدمیوں کا کھانا حاجی جی کے لئے کافی نہ ہوتا، ایک بار کسی ضرورت پر ان سے چار سو روپے قرض لئے، دینے کی نوبت نہیں آئی یا یہ تصور رہا کہ دے دیں گے، حاجی جی تو ہمارے ہی پاس ہیں کم از کم پندرہ سال سے وہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے،

جب پیسے جمع ہو جاتے تو اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاتے، پھر دوبارہ مال لے کر واپس آ جاتے، اچانک ان کا انتقال ہو گیا، جب انتقال کی خبر ملی تو منشی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حاجی جی کی رقم لوٹانا ہے، آس پاس بیٹھے لوگوں نے کہا اتنے طویل عرصہ تک وہ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے احسانات ان پر زیادہ ہیں، اتنی حقیر رقم دینے کی ضرورت نہیں، تو فرمایا نہ بھائی پیسہ تو امانت تھا اور اب ترکہ بن گیا لہٰذا اس کا میرے پاس رہنا حرام ہے، پہلی فرصت میں گئے اور ان کے فرزندان کو رقم ادا کر کے واپس ہوئے تو چین وسکون حاصل ہوا۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

سلیمان بن عبدالملک نیک خو اور خدا ترس خلیفہ تھا

موت کی پیش گوئی

سلیمان فصیح، بلیغ اور ادیب بادشاہ تھا، عدل وانصاف کا خوگر، جہاد کا متوالا، علومِ عربیہ سے ذوق وشوق رکھتا تھا، دینداری، بھلائی، قرآنِ کریم کی اتباع اور شعائرِ اسلام کی حفاظت کرتا تھا، اور خونریزی سے گریز کرتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ کثرتِ جماع کا عادی تھا، ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سلیمان کی روزانہ سو رطل خوراک تھی، سب ہضم کر جاتا تھا۔

سلیمان کے کارنامے

سلیمان نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے اچھا کارنامہ یہ کیا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا حکم دیا، ورنہ اس سے قبل بنوامیہ آخر وقت تک پڑھتے رہتے تھے۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کی خوبی یہ ہے کہ خلافت پر آتے ہی اس نے دو نمایاں کام کئے، اول یہ کہ خلافت پر متمکن ہوتے ہی نماز اول وقت پڑھنے کی زندہ مثال قائم کی، دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے خاتمہ پر اپنا بہترین خلیفہ اور جانشین بنایا اور وہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مفضل وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان جمعہ کے دن غسل کر کے حمام سے باہر آیا، سبز جوڑا پہنا، سبز ہی عمامہ باندھا، سبز فرش پر بیٹھا اور ارد گرد سبز رنگ

کی چیزیں رکھ دی گئیں، پھر اس نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ اس وقت خوب جچ رہا تھا، نشاط میں آ کر کہنے لگا کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے، ان کے جانشین خلیفہ اول ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نرم دل تھے، خلیفۂ ثانی عمر رضی اللہ عنہ حق وباطل میں فرق کرنے والے تھے، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ شرم وحیا کے پیکر تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ دلیر وبہادر اور معاویہ رضی اللہ عنہ بردبار، یزید صبر وتحمل کے عادی، عبدالملک مدبر سیاست داں تھے اور ولید بن عبدالملک جابر وظالم تھا اور میں ایک نوجوان بادشاہ ہوں، یہ کہہ کر جمعہ کے لئے چل پڑا، کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے صحن میں ایک باندی یہ اشعار گنگنا رہی ہے۔

انت نعم المتاع لو كنت تبقى

غير ان لا بقاء للانسان

ترجمہ: آپ بہترین سامان ہیں، کاش کہ ہمیشہ رہتے، لیکن انسان کے لئے بقاء اور دوام نہیں ہے۔

ليس فيما بدالنا منك عيب

عابه الناس غير انك فانی

ترجمہ: جو بھی آپ نے ہمارے لئے کیا اس میں کوئی عیب نہیں، لوگوں نے آپ میں سوائے فناء ہونے کے اور کوئی عیب نہیں نکالا۔

جب سلیمان نمازِ جمعہ سے فارغ ہوگئے تو گھر آئے، آپ نے باندی سے پوچھا کہ جس وقت میں نماز کے لئے جارہا تھا تو کیا پڑھ رہی تھی، کیا گا رہی تھی؟ تو اس نے کہا: میں تو کچھ بھی نہیں گا رہی تھی، تو سلیمان نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" تو نے تو مجھے موت کی اطلاع دی ہے، پھر اس کے بعد ایک جمعہ بھی نہیں گذرا تھا کہ سلیمان کی وفات ہوگئی۔

عالم برزخ کے متعلق

ایک عبرت آمیز واقعہ

غوث علی پانی پتی فرماتے ہیں: ہم مولانا شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھ رہے تھے، ایک شخص امیرانہ لباس میں آیا اور مولانا سے کہنے لگا: میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں، تنگی ہوئی تو تلاشِ معاش میں گھوڑے پر سوار ہوکر لکھنؤ سے اودے پور کی طرف نکلا، دورانِ راہ بمقام ریواڑی ایک سرائے میں ٹھہرا، گھوڑے کو باندھ کر متفکر بیٹھا تھا کہ ایک کسبی جو سرائے میں رہتی تھی بولی گھوڑے کے چارے اور اپنے کھانے پینے کا سامان کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: گرہ میں کوڑی نہیں سامان کیا کروں؟ چپکے سے گئی اور دس روپئے لاکر دئے اور بولی میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن دفن کے لئے یہ رقم جمع کی تھی، تمہیں بطورِ قرضِ حسنہ دی ہے، جب خدا دے واپس کرنا، میں نے وہ روپئے لئے اور اودے پور پہنچا، پانچ سال کی مدت میں امیر ہوگیا، اپنے گھر سے خط ملا کہ لڑکا جوان ہوگیا ہے، آکر اس کی شادی کا انتظام کرو! میں راجہ سے اجازت لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا، جب ریواڑی پہنچا تو معلوم ہوا مذکورہ کسبی نزع کی حالت میں ہے، میرے سامنے ہی اس کا انتقال ہوگیا، میں نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا، خود ہی قبر میں اتر کر اس کو دفن کیا۔

کون جانے کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

رات میں یاد آیا کہ میرے پانچ ہزار دینار کی ہنڈی قبر میں گرگئی ہے، سیدھا قبرستان جاکر اس کی قبر کھودی، دیکھا کہ وہاں نہ میت ہے نہ ہنڈی، ایک طرف کو دروازہ نظر آیا، میں اس کے اندر چلا گیا، ایک عالی شان مکان میں وہ عورت بیٹھی نظر آئی، اس نے کہا: میں وہی عورت ہوں جس نے تمہیں دس روپئے دئے تھے، یہ لو تمہاری ہنڈی یہاں موجود ہے، یہ لو اور جلدی سے چلے جاؤ! میں وہاں تین گھنٹے رہا ہوں گا پھر باہر چلا آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ نہ سرائے ہے نہ وہ بستی، جس کسی سے پوچھتا ہوں مجھے دیوانہ کہتے ہیں، ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: میرے دادا کے والد کہا کرتے تھے کہ یہاں کبھی ایک سرائے تھی جس میں ایک کسبی رہا کرتی تھی، جب اس کا انتقال ہوا تو ایک امیر آدمی آیا اور اس کے دفن کا انتظام کیا پھر رات کو وہ غائب ہوگیا، میں نے کہا: وہ امیر آدمی میں ہی ہوں، یہ سن کر بہت سارے لوگ میرے گرد جمع ہوگئے، حیرت کرنے لگے کہ تین سو سال پہلے کی بات ہے میں وہاں سے لکھنؤ گیا مگر وہاں نہ میرا گھر ہے نہ بیوی بچے، یہ ہنڈی میرے پاس موجود ہے اس کا کیا کروں؟

برزخ کی ایک گھڑی ایک صدی کے برابر

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث نے فرمایا: عالم برزخ کی ایک گھڑی دنیا کی ایک صدی کے برابر ہوگی، تم اس رقم کو خرچ کر کے بیت اللہ جاؤ اور وہیں یادِ الٰہی میں اپنی عمر گزار دو۔ (بحوالہ از کتاب سفرِ آخرت از طالب ہاشمی، ص۱۰۳)

چاند پر دو ہفتے کا دن اور دو ہفتے کی رات ہے

یہ دنیا نہایت مختصر، یہاں کے صبح وشام بھی مختصر، یہاں کے لمحات اور گھنٹے وغیرہ بھی مختصر ہیں، اس دنیا کے علاوہ عالم بالا میں کچھ دوسری کائنات اور جہان ہیں جہاں کا وقت تھوڑا سا لمبا ہے، مثلاً یہاں سے ڈھائی لاکھ کلومیٹر اوپر جاؤ یعنی چاند پر تو وہاں کا ایک دن دنیا کے پندرہ دنوں کے برابر اور ایک رات دنیا کی پندرہ راتوں کے برابر ہے، دنیا میں ایک ماہ گذرتا ہے تو چاند پر ایک دن رات مکمل ہوتا ہے، اسی طرح اور اوپر چلے جاؤ تو یہ وقت بڑھتا چلا جائے گا، یعنی ایک ماہ کا ایک دن اور ایک ماہ کی ایک رات، پھر اس سے اوپر جاؤ تو دو ماہ کا ایک دن اور دو ماہ کی ایک رات، یہاں تک کہ اس مقام تک دنیا کے آدمی کا پہنچنا محال ہے جہاں پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوتا ہے، وہ مقام دنیا سے اتنی دور ہے کہ آج کے انسان کا اس مقام اور فضاء تک پہنچنا ناممکن ہے، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس دنیا اور دن رات کو الٹ دیں گے یعنی یہ فضاء اوپر چلی جائے گی اور اوپر والی فضاء جہاں پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوتا ہے، وہ اس کرۂ ارض پر آجائے گی، تو ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، اس دن کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے عرشِ الٰہی کے سائے کے، اور کہیں پانی نہ ملے گا سوائے حوضِ کوثر کے، دنیا کے ان گنت لوگ مارے مارے پھریں گے، صرف انہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے اور حوضِ کوثر سے پانی پینے کو عطا فرمائیں گے جو لوگ نیکوکار رہوں گے اور اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہوں گے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ امت محمدیہ ﷺ کے تمام مومن مومنات اور مسلم مسلمات کو عرشِ الٰہی کا سایہ اور آبِ کوثر سرکارِ دو عالم ﷺ کے دست مبارک سے عطا فرمائے، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے

راضی رہنے والوں پر انعام

”وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا“۔

اور کہو کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے خاص ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کرو۔

حضرت مفسر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک الملک سے مراد ہے الوہیت، مَذَلَّة، کمزوری، ولی، حامی مددگار یعنی اس کو کوئی کمزوری نہیں کہ اس کو اپنی کمزوری دفع کرنے کے لئے مددگار کی ضرورت ہو۔ اول جنسی اور غیر جنسی شریک کی نفی کی اور اختیاری شریک (یعنی اولاد) اور غیر اختیاری شریک (یعنی سلطنت میں کسی دوسرے ساجھی) نہ ہونے کی صراحت فرمائی، پھر کسی مددگار کے ہونے اور کمزوری کو دور کرنے والے حامی کی نفی (یعنی اس امر کی صراحت کی کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہی نہیں ہے جس کو دور کرنے کے لئے مددگار کی ضرورت ہو نہ کوئی اس کا مددگار رہے) اور تینوں اوصاف پر حمد کو مرتب کیا۔ کیوں کہ جب وہ کامل الذات، خلّاقیت میں منفرد اور منعم علی الاطلاق ہے تو ہر حمد کا

وہی مستحق ہے، اس کے سوا تمام مخلوق ناقص، مملوک اور نعمت یافتہ ہے، پس مخلوق کی جو حمد بھی کی جائے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، امام احمد نے مسند میں نیز طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا" (آخر سورہ تک) آیت عزت ہے، آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ بندہ اللہ کی تنزیہ اور تمجید کتنی بھی کرتا ہو اور کتنی ہی اللہ کی حمد وثنا کرے اور کتنی ہی عبادت کرے پھر بھی اس کو اقرار کرنا چاہئے کہ حق ادا کرنے سے قاصر رہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جن کو جنت کی طرف سب سے پہلے بلایا جائے گا وہ وہی لوگ ہوں گے جو دکھ سکھ ہر حالت میں اللہ کی بہت زیادہ حمد کرتے ہیں۔

صوفی عاشق الٰہی چرتھاولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صوفی عاشق الٰہی چرتھاولی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی نبیرہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانۂ عروج میں پاپ سنگر تھے، دہلی اور ممبئی کے بڑے بڑے مقامات پر آپ کے پروگرام ہوتے۔ اب سے تقریباً پچاس سال قبل ایک رات میں ان کو ایک ہزار سے زائد فیس دی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دل موڑ دیا تائب ہوگئے، ایسا مجاہدہ کیا کہ کشف وکرامت والے بزرگ بن گئے۔ لیکن جو عیش وعشرت اور ناز ونعم والی زندگی بسر کی تھی وہ سب قصہ پارینہ بن گئی۔ میرا لڑکپن تھا، میں مدرسہ سے آنے کے بعد صوفی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی بیٹھا کرتا تھا اور گویا ان کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ صوفی جی کے یہاں کبھی کبھی دوپہر یا شام کو چولہا نہیں سلگتا تھا، مگر اللہ نے ایسا دل دیا تھا کہ راضی برضا

تھے، کبھی اہل محلّہ کو بھنک بھی نہ ہونے دی کہ کس حال میں ہیں، فقر وفاقہ میں بھی کلف لگے ململ کے کرتے اور نفیس لباس پہنتے رہتے اور پان کھا کر یہ باور کراتے کہ خوش حال ہیں۔ اللہ غریقِ رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں شمار فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ذکرِ خفی کی فضیلت

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى'' اور اگر پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔

بیضاوی نے کہا: یہ جملہ اصل میں اس طرح تھا اگر آپ اللہ کا ذکر اور اس سے دعا پکار کر کریں گے تو اللہ کو اس پکارنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ وہ ''سر'' کو جانتا ہے اور بہت زیادہ پوشیدہ کو بھی۔ میرے نزدیک اصل کلام اس طرح تھا ''اگر آپ اللہ کا ذکر چلا کر کریں گے اور اونچی آواز میں پکاریں گے یا پست آواز سے چپکے چپکے ذکر کریں گے، اللہ کے لئے دونوں برابر ہیں، بہرحال اس کو جانتا ہے قبول کرے گا اور ثواب دے گا''۔ ''اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ'' کے بعد ''اَوْ تُخَافِتْ بِهٖ'' کے محذوف ہونے پر کلام کی رفتار دلالت کر رہی ہے، دوسری آیت میں بھی اسی طرح دوسرا لفظ حذف کر دیا گیا ہے، فرمایا ہے ''سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ'' اس کے بعد ''وَالْبَرْدَ'' محذوف ہے۔ (کیوں کہ لباس فقط گرمی سے ہی حفاظت نہیں کرتا بلکہ سردی سے بھی بچاتا ہے)

لفظ سر اور اخفی کی تحقیق

بغوی نے بیان کیا کہ حسن ؒ نے کہا ''سر'' وہ خفیہ بات جو آدمی چپکے سے دوسرے سے کہہ دیتا ہے، اور ''اخفی'' وہ پوشیدہ بات جس کو اپنے ہی دل میں چھپائے رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر ؓ نے فرمایا: سر وہ پوشیدہ بات جو آدمی اپنے دل میں رکھتا ہے اور اخفی وہ بات جو آئندہ اللہ دل میں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ اللہ کی طرف سے دل میں کیا بات پیدا ہوگی۔ ہم آج جس چیز کو دل میں پوشیدہ رکھتے ہیں اس سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن کل کو ہمارے دل میں کیا بات آئے گی اس سے ناواقف ہوتے ہیں، ہاں اللہ ہمارے آج کے پوشیدہ خیال سے بھی واقف ہے اور آئندہ جو کچھ ہم دل میں پوشیدہ رکھیں گے اس سے بھی واقف ہے۔

علی ابن طلحہ ؒ کی روایت میں حضرت ابن عباس ؓ کا قول اس طرح آیا ہے: ''سر'' وہ پوشیدہ بات ہے جو آدمی اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور ''اخفی'' وہ بات ہے جو آدمی کو خود بھی نہیں معلوم کہ وہ آئندہ کیا کرے گا، جب تک کر نہ لے اس کو معلوم نہیں ہوتی، مجاہد نے کہا ''سر'' وہ پوشیدہ کام ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو، اور ''اخفی'' سے مراد وسوسہ ہے، بعض علماء نے کہا ''سر'' سے مراد ہے عزیمت، کسی بات کا پختہ ارادہ، اور ''اخفی'' وہ خیال ہے جو دل میں گذرتا ہے مگر اس کا پختہ ارادہ نہیں ہوتا، (یونہی ایک خیال دل میں آجاتا ہے) زید بن اسلم نے ''اخفی'' کو ماضی کا صیغہ مان کر ''یعلم'' پر اس کا عطف کیا اور کہا اللہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اپنے بندوں سے ان کو پوشیدہ رکھا ہے کسی کو اپنے اسرار پر واقف نہیں کیا۔

اہلِ تصوف کے نزدیک

''سر'' اور ''اخفی''، ان پانچ غیر مادی چیزوں میں سے دو چیزوں کے نام ہیں جو مجرد از مادہ ہیں، بنظر کشف بالائے عرش ان کو دیکھا جا سکتا ہے، البتہ ان کے جلوے

انسانی جسم میں نمودار ہوتے ہیں، پانچ مجردات کے نام یہ ہیں ''قلب، روح، سر، خفی، اخفی'' ولایت آدم کے انوار کی جلوہ گاہ قلب ہے، ولایت نوح کی تجلیات کی منزل روح ہے، یہی ولایت ابراہیمی کا مہبط انوار ہے، سر ولایت موسوی کی تجلیات کی منزل ہے، اور اخفی ولایت عیسیٰ علیہ السلام کے انوار کی فرودگاہ ہے اور اخفی ولایت محمدیہ کے انوار قدسیہ کی جلوہ گاہ ہے۔ (مظہری اردو، جلد ہفتم، ص ۳۶۹ تا ۳۷۰)

☆☆☆

بعض نوجوان فرشتوں کی طرح ہیں

یہ انسان کی عمر کا انتہائی اہم مرحلہ اور عرصہ ہے، اس میں خواہشاتِ نفس اور شیطان کا غلبہ اور زور ہوتا ہے، انسان اگر اپنے اس مرحلۂ عمر کی حفاظت کر لے تو اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اگر کسی کوتاہی کا شکار ہوا تو بہت بڑے خسارے سے دوچار ہوتا ہے، اس دور میں لغزشوں اور غلطیوں سے اپنا دامن بچائے گا تو قابل تعریف ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قرآن حکیم میں تعریف کی ہے کہ انہوں نے اپنا دامن بچائے رکھا۔ ایک حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرا پروردگار اس نوجوان پر تعجب کرتا ہے جس کا خواہش کی طرف میلان نہیں۔

(مسند احمد، ج ۴، ص ۱۵۱، ابی یعلی، ص ۱۴۹ا۷، الطبرانی فی الکبیر، ج ۷، ص ۱۱۹۴)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اے وہ نوجوان جو میری خاطر اپنی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے تیرا مقام میرے نزدیک میرے فرشتوں کی طرح ہے۔ (الکامل، ج ۳، ص ۱۱۹۴)

فائدہ

بالغ کو بھی جاننا چاہئے کہ جس دن سے وہ بالغ ہوا ہے اس دن سے یہ امر اس پر لازم ہو چکا ہے کہ وہ دلیل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور دلیل میں یہ کافی ہے کہ اپنی ذات کی طرف دیکھے کہ اس کے جسم کے اعضاء کس ترتیب سے بنائے گئے ہیں، سوچے کہ آخر اس ترتیب کا کوئی مرتب تو ہوگا، جیسے عمارت ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی

معیار تو ہوگا۔ نیز اس امر کو پیش نظر رکھے کہ دو فرشتے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے ”وان علیکم لحفظین، کراماً کاتبین، یعلمون ما تفعلون“ (الانفطار، ۱۰ تا ۱۲) اور تم پر (تمہارے سب اعمال) یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں۔

وقت کی قدر دانی کا ایک عجیب قصہ

ایک بزرگ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال ہوئے اپنے کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) کو ایک برائی بھی نہیں لکھوائی، ایسا کرنے سے مجھے حیاء آتی ہے۔

بندہ کو غور کرنا چاہئی کہ وہ اپنے اعمال میں ترقی کیسے کرسکتا ہے، اگر کوئی لغزش سرزد ہوجائے تو وہ توبہ واستغفار سے اس کی تلافی کرے، نیز اپنی نگاہ کو پست رکھے، جیسا کہ اراشادِ الٰہی ہے ”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم“ (النور) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

نیز یہ فرمایا گیا کہ انسان کا عورت کے محاسن کو دیکھنا شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جو شخص میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کو ترک کرے گا میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت کو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

(اخرجہ الحاکم ص ۴/۳۱۳ تا ۳۱۴، والطبرانی فی الکبیر ص ۱۰۳۶۲، والقضاعی فی مسند الشہاب ص ۲۹۳)

جو شخص اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اس لئے ایک عورت پر اکتفاء کرنا چاہئے، عورتوں سے زیادہ لطف اندوز ہونے کی نفس کو رخصت نہیں دینی چاہئے، اس سے دل ہیکل اور بے چین ہوتا ہے اور قویٰ کمزور ہوتے ہیں اور اس کی کوئی حد اور انتہا بھی نہیں ہے۔

ایک بزرگ اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتے تھے کہ ”تیرے لئے روٹی کا صرف یہ ٹکڑا ہے اور یہ عورت ہے، اگر صبر کرسکتا ہے تو ٹھیک ورنہ مرجا“۔ بہت سے بوڑھے لوگ بڑھاپے کے وقت اپنی جوانی کے ایام کے ضائع اور برباد ہونے پر کف افسوس ملتے ہیں اور ان کوتاہیوں پر روتے ہیں، اس لئے ایسے شخص کو جو عنقریب اپاہج ہوجائے گا کثرت سے قیام اللیل کرنا چاہئے اور اس شخص کو زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے چاہئیں جو عنقریب عاجز ہوجائے گا۔

لوگوں کی تین اقسام ہیں

● ایک وہ جس کی عمر کا اکثر حصہ نیک کاموں میں صرف ہوا اور وہ اس پر مداومت اختیار کرتا ہے، ایسا شخص فائزین میں سے ہے۔ ● دوسرا وہ جس نے خلط ملط سے کام لیا اور کوتاہیاں بھی کی وہ خاسرین میں سے ہے۔ ● تیسرا وہ جس نے گناہوں میں زندگی گزاری وہ ہالکین (ہلاک ہونے والوں) میں سے ہے۔

☆☆☆

امام الحرمین کی نظر میں عزت اور قدر

قاضی ابن خلکان جلال الدولہ ملک شاہ کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقتدی بامر اللہ نے شیخ ابو اسحاق شیرازی فیروز آبادی جن کی تصانیف ''التبہ'' اور ''المندب'' وغیرہ ہیں ملک جلال الدولہ کی صاحبزادی کا پیغام لے کر نیشا پور بھیجا تو جب اپنے کام سے فارغ ہوگئے تو امام الحرمین سے مناظرہ ہوگیا، پھر جب فیروز آبادی نیشا پور سے واپس ہونے لگے تو امام الحرمین رخصت کرنے کے لئے آئے تو یہ ان کی سواری کا رکاب اس وقت تک پکڑے رہے جب تک کہ فیروز آبادی اپنے خچر پر سوار نہ ہوگئے، فیروز آبادی خراسان میں بہت ہی زیادہ عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ کے لوگ اتنے معتقد تھے کہ آپ کا خچر جہاں پاؤں رکھ دیتا تھا تو لوگ وہاں کی مٹی اٹھا کر تبرک حاصل کرتے تھے۔ فیروز آبادی زبردست امام، عالم باعمل، متقی پرہیزگار، عابد وزاہد تھے، ان کی وفات ۴۷۶ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان)

انسان میں جب تقویٰ آجائے تو ملک اور بیرونِ ملک کی دیواریں حائل نہیں ہوتیں، زبانیں اور تہذیبیں حائل نہیں ہوتیں، بلکہ تقویٰ اصل ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے دل میں پیدا ہوجائے اور علم وہنر میں کمالات اور انوارات کا ظہور ہوجائے تو ہر شخص قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور یہ قدر ومنزلت دائمی ہوتی ہے، منجانب اللہ ہوتی ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

دعا عبادت کی روح اور بندگی کا مظہر

''دعا'' کی عظمت واہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے، آسمان اور زمین کو مسخر کرنے والا انسان آج بہت کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں، اس کی تمام کوششیں منشائے ایزدی کی تائید کے بغیر ہیچ ہیں، اس کے تمام ارادے اللہ کی مدد کے بغیر ناممکن ہیں، کسی کو بھی اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے بغیر چارہ نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ خلاقِ عالم ہے، قادرِ مطلق ہے، اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، بارگاہِ رب العزت میں دعا کرنا ذکر الٰہی ہے، عین عبادت ہے اور ہمارا اظہارِ بندگی اور مظہر ایقان وتوکل بھی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے، جب ایک حاجت منداپنے مالک حقیقی کے آگے ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا ہے تو اللہ اسے محروم نہیں کرتا، قضاء وقدر سے بچنے کی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی بجز یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے، دعا اس مصیبت میں بھی نفع پہنچاتی ہے جو نازل ہوچکی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جو بلا نازل ہوچکی ہے اس کے لئے بھی دعا نافع ہے اور جو بلا ابھی نازل نہیں ہوئی اس کے لئے بھی مفید ہے۔ دعا کی وجہ سے مصیبت نازل ہونے کے باوجود بندہ کے دل میں وحشت کے بجائے امن ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے غم وپریشانی میں تخفیف ہوجاتی ہے۔

دعا کے ساتھ نیک عمل اور صبر واستقامت ضروری

دعا کے ساتھ توکل علی اللہ، اخلاصِ نیت، نیک عمل اور صبر واستقامت ضروری لوازم ہیں، جو دعائیں دل سے نکلیں وہ ضرور قبول ہوتی ہیں، پورے اعتماد اور ایقان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہی بندگی اور اس کی شانِ رحیمی اور شانِ کریمی کا اقرار ہے، اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مجھ سے مانگو! میں دعا قبول کرنے والا ہوں''۔ لہٰذا بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہِ رحمت میں سجدہ ریز ہوا جائے، اس کے آگے دست سوال دراز کیا جائے اور اسی سے مدد چاہی جائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''جب کسی شخص کو اللہ سے ضرورت وحاجت پوری کرنے کا معاملہ درپیش ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے وضو کرکے دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورت بیان کرے''۔ (ترمذی شریف)

نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے کہ بندہ کی جو دعا اللہ کی حمد وثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود کے ساتھ پہنچتی ہے وہ شرفِ قبولیت پاتی ہے، دعا ختم کرنے کے بعد آمین کہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہر وقت فریاد سنتے ہیں

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اور ہر آن دعا مانگتے رہنا چاہئے اس لئے کہ وہ اپنے بندوں کی فریاد سننے سے کبھی نہیں اکتاتا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خاص اوقات اور حالات ایسے ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں لہٰذا ان مخصوص اوقات وحالات میں دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ باقی رہتا ہے تو فرماتا ہے ''کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں! کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں! کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اسے معاف کروں!'' (ترمذی)

جمعہ کی مخصوص ساعت میں جو جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے نماز کے ختم ہونے تک یا نمازِ عصر کے بعد سے نمازِ مغرب تک ہے، اذان کے وقت اور میدانِ جہاد میں جب مجاہدوں کی صف بندی کی جارہی ہو دعا مانگنا قبولیت کی دلیل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو چیزیں اللہ کے دربار سے رد نہیں کی جاتیں، ایک اذان کے وقت کی دعا اور دوسرے جہاد میں صف بندی کے وقت کی دعا۔ (سنن ابوداؤد)

احادیث میں ہے کہ تین اشخاص کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، ایک روزے دار کی، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت ہی قربت حاصل کرلیتا ہے بس تم اس حالت میں خوب دعا مانگا کرو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کا ذکر فرماتے تو اس کے لئے دعا فرماتے اور دعا اپنی ذات سے شروع کرتے۔ (ترمذی)

بندے کے لئے خوفِ خدا، تقویٰ، اعمالِ صالحہ، احکامِ شریعت اور دعاؤں کی پابندی، روزِ جزا، حساب وکتاب کا خوف ہی دراصل اس کے بتائے ہوئے دین کا سیدھا راستہ ہے، پس دعاؤں کو مستجاب بنانے اور دین ودنیا میں خیر وفلاح حاصل کرنے کے لئے خوفِ خدا، تقویٰ اور اعمالِ صالحہ بنیادی شرائط ہیں، پورے خشوع خضوع سے جائز امر کے لئے دعا مانگ کر صبر کے ساتھ اللہ کی رحمت پر توکل

اوراس کی رضا پر سر تسلیم خم کرنا چاہئے، اس لئے کہ صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کسی صورت رائیگاں نہیں جاتی، نہ جانے ہماری کس دعا کی قبولیت باری تعالیٰ کو کس صورت سے منظور ہو، اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترین مصلحت ہوتو ہماری مراد فوراً پوری ہوجاتی ہے، اگر فوراً مراد پوری کرنا قرین مصلحت نہ ہوتو مناسب وقت پر وہ مراد پوری ہوجاتی ہے ورنہ اس کا بہتر نعم البدل دنیا یا آخرت میں دیا جائے گا یا کسی بھی آنے والی مصیبت یا بلا کو ٹال دیا جائے گا، غرض یہ کہ پروردگار سے دعا مانگنے کا اجر تو بہر صورت مل ہی جاتا ہے۔

کائنات کا فرماں رواں تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک تمام مخلوقات کا خالق اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہے کہ ہم براہِ راست ہر وقت اور ہر جگہ اپنے کلماتِ التجا اور صدائے دل اس کی بارگاہ میں پیش کرسکتے ہیں، اسی کی وہ تاکید کرتا ہے، اسی کو وہ پسند کرتا ہے کہ میری طرف رجوع کرو، مجھ پر بھروسا کرو اور میری بندگی اور اطاعت میں آجاؤ۔ جب اتنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر بندہ کو چاہئے کہ اس کی طرف رجوع کرے اور صرف اللہ ہی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ڈاکٹر صغیر احمد صاحب کی رقیق القلبی

میرے ایک دیرینہ رفیق جناب الحاج ڈاکٹر صغیر احمد صاحب جو حکومت کے ملازم ہیں اور بنگلور میں مقیم ہیں اعلیٰ درجہ کے اخلاق سے مزین ہیں، اونچے عہدہ پر فائز رہنے کے باوجود (سائنٹسٹ ہیں) ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص ہندوستان میں صرف پانچ ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر صاحب ہیں۔ نہایت قناعت پسند ہیں اور ہر

وقت اللہ تعالیٰ کا خیال دل میں جمائے رکھتے ہیں، حالانکہ سائنسدان ایسے نہیں ہوا کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت دردمند دل اور رقیق قلب بنایا ہے، ملت کی فکر میں مبتلا رہتے ہیں، اور ہر حال میں صبر واستقامت کے پہاڑ نظر آتے ہیں، ہمیشہ مسلمانوں کی کسمپرسی اور متاعِ گم شدہ پر ملول رہے ہیں اور اس بات کو بار بار کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ قرآن ہے اور حضور ﷺ کی احادیثِ مبارکہ ہیں تو پھر ذلیل کیوں ہیں محروم القسمت کیوں ہیں؟ وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ بندہ راقم الحروف کا ان سے گفتگو کرتے ہوئے دل نہایت خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسی فکر ملت کے ہر فرد کو عطا فرمادے، آمین! (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

دل کی حقیقت

یوں تو گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے لیکن یہ ایک عجوبہ ہے، کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ سادہ بھی ہے، عیار بھی، مغرور بھی، خاکسار بھی، بے خبر بھی ہے، محرم اسرار بھی ہے، بت کا بندہ بھی ہے، خالق کا پرستار بھی ہے، مجلس عشق میں دیکھئے تو مدہوش ہوتا ہے، عقل کی محفل میں دیکھیں تو ہوشیار بھی ہے، مسیحا بھی ہے، بیمار بھی ہے، فرمانبردار بھی ہے، گنہگار بھی ہے، بے خبر بھی ہے، خبردار بھی ہے، یہ بکتا بھی ہے، خریدار بھی ہے، گل بھی ہے، خار بھی ہے، امن کا مرکز بھی ہے، برسرِ پیکار بھی ہے، برسردار بھی ہے، سردار بھی ہے، طاقتور بھی ہے، لاچار بھی ہے، قتیل بھی ہے، تلوار بھی ہے، مجبور بھی ہے، مختار بھی ہے، مستحق خلد بھی ہے، دوزخ کا سزاوار بھی ہے۔

ایک حکیم نے اسی دل کے بارے میں کہا ہے کہ نادان لوگ دولت کے لئے دل کا چین لٹا دیتے ہیں اور دانشمند دل کے چین کی خاطر دولت لٹا دیتے ہیں۔

دوسرے حکیم کا کہنا ہے کہ دوسروں کا دل جیتنے کے لئے اپنا دل جیتنا ضروری ہے، اگر تم نے اپنے دل پر قابو پالیا تو دنیا تمہارے قبضہ میں ہے۔

تیسرے حکیم کا خیال ہے: دل کالا ہو تو گورے منہ پر اترانا بے وقوفی ہے۔

چوتھے حکیم کی رائے یہ ہے کہ بے وقوف کا دل اس کی زبان میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی دل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں دل کے بگڑنے کی نشانی ہیں (۱) توبہ (۲) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (۳) اخلاص نہ ہونا (۴) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (۵) مردوں کو دفن کرنا اور عبرت نہ پکڑنا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دل کو روشن کرنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اس کو کھلے ہوئے طباق میں رکھ دو اور اس کو لے کر بازار کا گشت کرو تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اس طرح ظاہر کرنے میں تمہیں شرم آئے یا کوئی حرف گیری کر سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غمِ دنیا دل کو تاریک اور غمِ عقبیٰ دل کو روشن کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانِ مبارک ہے: دنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں ایک سخن دل پذیر اور دوسرا دل سخن پذیر۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ اقدس ہے: تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے، جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، معلوم رہے کہ وہ دل ہے۔

مسند احمد کی روایت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلا قلب اجرد، یعنی ایسا دل جو صاف وشفاف ہو، اس کی مثال روشن چراغ جیسی ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو۔ دوسرا قلب اغلف ہے جو غلاف بند کر دیا گیا ہو اور پھر اوپر سے دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا ہو، تیسرا قلب منکوس یعنی اوندھا ہے، اس کا سر نیچے اور پیندا اوپر ہے۔ چوتھا قلب مصفح ہے یعنی دو پہلو والا دل۔

پہلی قسم کا دل مومن کا ہے جس میں نورِ ایمان بالکل صاف اور واضح ہے، اس میں کوئی خرابی یا کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ غلاف بند دل کافر کا ہے، اندھا دل منافق کا ہے جس نے ایمان کو پہنچان تو لیا مگر قبول نہیں کیا ہو محض اپنے بچاؤ کی خاطر فریب کاری کرتا ہے، ریا پہلو دار دل تو وہ ایسا دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی، یہ عملی منافق ہے جسے کسی حد تک یقین بھی ہوتا ہے اور کبھی وہ متردد بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ بڑے پائے کے بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ قلب پر چھ قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہے، یعنی حیات اور موت، صحت اور بیماری، بیداری اور نیند۔ فرماتے ہیں قلب کی حیات ہدایت کی مرہونِ منت ہے اگر ہدایت نصیب ہوگئی تو سمجھ لیں کہ دل زندہ ہے اور قلب کی موت گمراہی سے واقع ہوتی ہے۔ کسی قسم کی گمراہی دل میں پیدا ہو جائے تو سمجھ لیں کہ دل مردہ ہوگیا ہے، قلب کی صحت، طہارت اور صفائی کی وجہ سے ہوتی ہے اور طہارت کا حصول ایمان اور توحید کی بدولت ہے کہ ایمان کے بغیر طہارت نصیب نہیں ہو سکتی، قلب سلیم وہی ہوگا جس میں پاکیزگی اور نورِ ایمان ہوگا، اس کے برخلاف قلب میں بیماری گندے تعلقات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، دل کی بیماری ذکر الٰہی میں ہے، اگر انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر غفلت کی نیند طاری ہے۔

ہمیں کوئی جسمانی بیماری لاحق ہو جائے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں لیکن دل کی بیماریوں کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں، ریاکاری دل کی بیماری ہے، جان لیں کہ تکبر دل کی بیماری ہے، ہوس دل کی بیماری ہے، حرص دل کی بیماری ہے، بخل دل کی بیماری ہے، کینہ دل کی بیماری ہے، حسد دل کی بیماری ہے اور انبیاء علیہم السلام انہیں بیماریوں سے دل کو پاک کرنے کے لئے دنیا میں آتے رہے ہیں، انہوں نے سب سے زیادہ

محنت قلوب کے تزکیہ پر کی، سب سے زیادہ زور دلوں کی تطہیر پر دیا اس لئے کہ دل پاک ہو جائے تو انسان پاک ہو جاتا ہے، دل بدل جائے تو انسان بدل جاتا ہے، اس کی زندگی بدل جاتی ہے، مقصد حیات بدل جاتا ہے، دیکھنے کا انداز بدل جاتا ہے، محبت وعداوت کے پیمانے بدل جاتے ہیں، محنت اور تجارت کے ہدف بدل جاتے ہیں، گھر بدل جاتے ہیں، معاشرہ بدل جاتا ہے، زمانہ بدل جاتا ہے، تاریخ بدل جاتی ہے، اخلاق بدل جاتے ہیں، راتیں بدل جاتی ہیں، ساقی بدل جاتے ہیں، پیمانے بدل جاتے ہیں، مے خوار بدل جاتے ہیں، میخانے بدل جاتے ہیں، ارے اور تو اور پیر مغاں بدل جاتے ہیں، اس لئے ہم دلوں کو بدلنیکیلئے قلوب کا تزکیہ کریں اور توجہ دیں تو کیا بعید ہمارے بھی دل کی دنیا بھی بدل جائے۔ (سکونِ دل)

الحاج سید افضل پاشاہ صاحب

دارالعلوم محمدیہ کے معتمد الحاج سید افضل پاشاہ صاحب بنگلور ایک ایسی شخصیت کا نام ہے کہ دارالعلوم محمدیہ کے ماحول میں آنے کے بعد نہ صرف ان کے ذہن وفکر اور قلب ودماغ کو ایسی جلا ملی کہ ان کے اخلاق، کردار، معاشرت اور معیشت تجارت، معاملات یکسر بدل گئے، اور اسی کی بدولت گھر کا ماحول بدل گیا۔

برادران عزیز اور گھر کی مستورات میں دین آگیا، قرآن کی تلاوت اور احادیث کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوگیا، پردہ اور حجاب کی اہمیت پیدا ہوگئی، ہر معاملہ میں قرآن وسنت کا لحاظ اور احکامات کی تکمیل کا جذبہ آگیا، زکوٰۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ہوگئی۔ یہ سیاہ کار جب ان کو دیکھتا ہے تو دل سے دعا نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ خوب استقامت عطا فرمائے آمین! میرے اپنے دوستوں میں اللہ تعالیٰ

سے ایسا قرب رکھنے والے بھی ہیں یہ تو نعمتِ الٰہی ہے۔ بندہ ناچیز موصوف کو کہا کرتا ہے کہ آپ تو آلِ رسولؐ ہیں، آپ کے اندر ایسی صفات کا پیدا ہونا لازمی ہے، اور یہی سادات اور آلِ رسولؐ کا نصب العین ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اخلاق سے ہم سب کو مزین فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

انسانیت کا احترام تصوف کا دوسرا نام

اسلام کی ترویج واشاعت، آپسی بھائی چارہ اور احترام انسانیت کے سلسلے میں صوفیائے کرام نے جہاں اسلامی پیغامات کو دنیا تک پہنچایا وہیں دنیا کے لوگوں کو انسانیت کے احترام کا درس بھی دیا، چونکہ صوفیائے کرام خود ہی زہد وتقویٰ، علم وبردباری، سخاوت وفیاضی، عطا وبخشش، قناعت وتوکل، عبادات ومجاہدات کے پیکر ہوتے ہیں، اس لئے انہوں نے انسانیت کے احترام کے لئے اپنی جو خدمات پیش کی اس کی پوری تاریخ ہے۔

امیر، غیریب، مالدار وفقیر، تندرست وغریب سب ان کے نزدیک برابر ہیں، ان پر کسی امیر کی دولت کا، پہلوان کی طاقت کا، کسی سیاست داں کے اثر ورسوخ کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی ان چیزوں کو وہ صوفیائے کرام لائق اعتناء سمجھتے ہیں۔

اس لئے انہوں نے مذہب عالم کے درمیان انسانیت کا ایسا پیغام عام کیا جسے دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی، چنانچہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید الدین، حضرت حمید الدین ناگواری، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ جیسے سینکڑوں صوفیائے کرام کی خدمات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر انسانیت کے احترام کا خیال رکھا، یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہند وپاک کے عوام ہی نہیں بلکہ اہل مغرب بھی

ان کی سیرت، ان کے افعال و کردار، کشف و کرامات اور انسانی خدمات کے معترف ہیں۔ ان صوفیائے کرام کا اصل مقصد پیغامِ حق کو عام کرنا اور اپنے اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنا تھا۔

خوش اخلاقی اور صداقت ہی تصوف ہے

احترامِ انسانیت کے لئے جن خصوصیات کا ہونا لازم ہے ان میں اخلاق، تواضع، اخوت، محبت اور دوستی، عفو و درگزر، سادگی، بے تکلفی، سخاوت، تحمل و بردباری اور انسانوں کی عزت و تعظیم وغیرہ شامل ہیں، سب سے پہلے صوفیائے کرام نے آپ ﷺ کا اخلاق اپنے اندر اچھی طرح راسخ کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انہوں نے اسلام کے پیغامات کو لوگوں تک پہنچانا شروع کیا تو ان کی پوری جھلک ان کی زندگی میں نظر آئی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے فرزند! اگر تم سے ہو سکے تو تم صبح و شام ایسی زندگی بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہی شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہی میری مجلس کے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق بہتر ہوں گے اور تم میں سے وہ شخص مجھے ناپسند ہے اور وہی قیامت کے دن میری محفل سے دور ہوگا جو زیادہ باتیں کرتا ہوگا، گلا پھاڑ کر بھی گفتگو کرے اور متکبر بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیائے کرام نے تصوف کا یہی مفہوم بتایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا رویہ اور حق تعالیٰ کے ساتھ صداقت کا تعلق ہو۔

حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (امام شافعیؒ) فرماتے ہیں: دوست کی نشانی یہ ہے کہ اپنے دوست کے دوست کا دوست ہو، کوئی مسرت بھائیوں

کے ساتھ مل بیٹھنے کے برابر نہیں اور کوئی غم ان کی جدائی جیسا نہیں، جس کے گھر میں آٹا نہیں اس سے مشورہ مت کرو اپنے بھائی کے حق میں، اس کی مروت پر اعتماد کرتے ہوئے کمی نہ کرو۔ (طبقات امام شعرانی، ۱۳۷)

اور آگے فرماتے ہیں: جس نے اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی تو اس کی خیر خواہی کی اور اسے زینت بخشی اور جس نے اسے عام نصیحت کی تو اسے ذلیل کیا اور عیب دار کیا، جو اپنے آپ کو اس مقام سے اونچا قرار دے جس کے برابر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتا ہے جو باطل کے ساتھ زینت حاصل کر کے ان سے اپنا پردہ کھول دیا کرتا ہے، وہ تکبر کمینہ صفت لوگوں کی عادات میں سے ہے۔ (ایضا)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات احترامِ انسانیت کے اعلیٰ ترین اقدار کو اجاگر کرتے ہیں، صوفیائے کرام اپنے پیغامات میں ان باتوں سے خصوصیت کے ساتھ احتراز فرماتے تھے جن سے ذرہ برابر بھی کسی کی بے عزتی کی بو آتی ہو اور اپنے ماننے والوں کو بھی یہی پیغام دیتے تھے کہ ان کے افعال، اقوال، اخلاق اور کردار سے کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔

انکساری اور سادگی ہی انسانیت ہے

احترامِ انسانیت کے لئے حد درجہ متواضع اور سادہ مزاج بھی ہونا ضروری ہے، خود نبی کریم ﷺ بے حد متواضع اور سادہ مزاج تھے، غریب سے غریب انسان کے ساتھ آپ کا رویہ انتہائی مخلصانہ ہوتا تھا، صحابۂ کرامؓ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمانا، بکریاں چرانا، اپنے جوتوں کا تسمہ خود ٹانکنا، رضاعی بہن کے لئے ردائے مبارک زمین پر بچھا دینا اور ان جیسے بے شمار افعال آپ ﷺ کے انتہائی متواضع ہونے پر دال ہیں، چنانچہ صوفیائے کرام نے

بھی ان صفات کو اپنایا اور لوگوں کی تبلیغ میں اس پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی صوفیائے کرام گزرے ہیں وہ سب اپنے آپ میں متواضع اور سادہ مزاجی سے مرصع ہوتے تھے، حضرت الشیخ احمد ابی الحسنین الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں طبقات امام شعرانی میں مذکور ہے: آپ مجذوبوں اور کوڑھیوں کے پاس جاتے، ان کے کپڑے دھوتے، ان کے سر اور داڑھیاں صاف کرتے، ان کے پاس کھانا لے جاتے اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے، ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے دعا طلب کرتے اور فرماتے کہ ایسوں کی زیارت واجب ہے نہ کہ مستحب، ایک دن آپ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے وہ آپ سے ڈر کر بھاگ گئے، آپ ان کے پیچھے چل نکلے اور فرمانے لگے کہ مجھے معاف کردو، میری وجہ سے تم مرعوب ہوگئے، آؤ پھر وہی کام کرو جو کر رہے تھے۔

جب بستی میں کسی بیمار کے بارے میں سنتے اگرچہ دور ہوتا اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور ایک یا دو دن بعد واپس آتے، راستوں پر آکر اندھوں کا انتظار کرتے جب وہ آتے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے، جب کسی بوڑھے کو دیکھتے تو اس کے محلّہ والوں کے پاس جاتے اور اس کے بارے میں نصیحت کرتے اور فرماتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سفید بالوں والے مسلمانوں کی عزت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بڑھاپے کے وقت اس کی عزت کرنے والا مقرر فرمائے گا۔ جب سفر سے واپس آتے اور ام عبیدہؓ کے قریب پہنچتے تو کمر باندھ لیتے اور ایندھن کر کے سر پر اٹھا لیتے دوسرے فقراء بھی سب ایسا ہی کرتے، جب شہر میں داخل ہوتے تو ایندھن بیوگان ومساکین، کوڑھیوں، بیماروں اور اندھوں میں تقسیم کردیتے، آپ کبھی بھی برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے۔

مذکورہ اقتباسات آج کے حقوق انسانیت کے نام نہاد ٹھیکیداروں کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صوفیائے کرام دبے کچلے اور ہر طرح کے لوگوں کے احترام کا کتنا خیال رکھتے تھے، اس طرح کی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں صوفیائے کرام کے افعال سے دی جاسکتی ہیں۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ جملے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حمد شکر کی چوٹی (یعنی مدار) ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتا وہ شکر نہیں کرتا۔ (رواہ البیہقی وغیرہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عمدہ دعا ''الحمد للہ'' ہے اور سب سے اعلیٰ ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو سب سے زیادہ پیارے چار جملے ہیں ''لا الله الا الله'' اور ''سبحان الله'' اور ''الله اکبر'' اور ''الحمد لله''، جس سے بھی شروع کرو کوئی حرج نہیں۔ (یعنی ترتیب ضروری نہیں) (رواہ مسلم واحمد بسند صحیح)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت طبرانی نے ذکر کی ہے کہ قیامت کے دن سب بندوں میں بڑھیا درجے والے وہ لوگ ہوں گے جو بہت زیادہ حمد کرتے ہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بندہ کا ''سبحان الله وبحمده'' کہنا اللہ کو بہت ہی محبوب ہے۔ (رواہ احمد ومسلم والترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نسل عبدالمطلب کے بچہ کی جب زبان کھل جائے تو اس کو تعلیم دو اور کہو الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا (الخ)۔ یہ حدیث ابن سنی نے عمل الیوم واللیلة میں نقل کیا ہے۔ (مظہری اردو، ص ۱۷۵، جلد ہفتم)

جس قدر ممکن ہو سکے تو اپنی زبان کو ذکر اللہ سے تر رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات کا ورد رکھنا چاہئے۔

حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ

میرے پیارے پیر و مرشد عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب پرنامبٹ رحمۃ اللہ علیہ۔ مذکورہ بالا صفات کے حامل تھے، کیسا ہی نازک وقت آ گیا، کبھی کسی کو سخت بات نہیں کہی، کتنی ہی تکلیف پہنچ گئی، کبھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ معلوم ہو گیا فلاں صاحب مخالفت پر آمادہ ہیں کبھی ان کو برائی سے یاد نہیں کیا۔ حقیر سے حقیر آدمی کو عزت اور احترام سے نوازتے، علماء خواہ کسی بھی عمر کے ہوں یا کسی بھی مسلک کے ہوں ان کی تواضع فرماتے، مسلک کو بنیاد بنانے سے گریز فرماتے، گھر والوں کو حد درجہ آرام و راحت پہنچانے کی سعی فرماتے، اور باہر والوں کی طرف سے گھر والوں کو تکلیف نہ دیتے اور گھر والوں کی طرف سے آنے والے حضرات کبھی مکدر نہ ہوتے، غیر مسلموں کا بھی انسانیت کی رو سے احترام فرماتے۔ چمار اور بھنگی سے بھی مسکرا کر بات کرتے، عورتوں اور بچوں پر مہربانی فرماتے۔ مریدین و متوسلین سے نہ صرف پند و نصائح کی حد تک مہربان تھے بلکہ بندہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ضرورت پڑی تو دواؤں سے اور نقد رقومات سے بھی نوازتے، یہی وہ صفات ہیں جنھوں نے حضرتِ والا کو حاذق الامت اور پیر کامل بنا دیا تھا۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ہم اپنے خالق کی
سچی مدح خوانی کیسے کر سکتے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ تمام کائنات مخصوص اصولوں اور قوانین کے تحت بنائی ہے، مثال کے طور پر زمین کی اپنی کشش ہے جو مختلف چیزوں پر الگ الگ انداز سے اثر ڈالتی ہے، انسان جب اس حقیقت سے واقف ہوا تو اس نے مزید کھوج کی، اسے پتہ چلا کہ زمین پر ہر چیز قائم اسی کشش کی وجہ سے ہے، جس فضاء میں وہ سانس لیتا ہے وہ بھی اسی کشش کی وجہ سے زمین کا غلاف بنی ہوئی ہے، پھر اس نے کشش اور زمین کی بناوٹ کے درمیان رشتہ دریافت کیا اور ان معلومات کی مدد سے اس نے دوسرے سیاروں کی کشش کو جاننے کی کوشش کی، انہیں قوانین کو چاند پر لاگو کیا تو اسے اندازہ ہوا کہ چاند کی کشش کم ہے، چاند پر جانے کے بعد اس خیال کی تصدیق ہوگئی۔

اس طرح زمین کی بناوٹ کو سمجھنے کے بعد ان معلومات کی مدد سے انسان نے دوسرے سیاروں کی بناوٹ کو سمجھا، بعد ازاں خلائی جہازوں اور دیگر سائنسی آلات نے ان مشاہدات کی بھی تصدیق کر دی، گویا قدرت کے جو قوانین کائنات کے اس حقیر حصۂ زمین پر کارفرما ہیں وہ مختلف شکلوں میں پوری کائنات میں اپنا اثر دکھا رہے ہیں، پس ثابت ہوا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قوانین تمام کائنات کا احاطہ کرتے

ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مرحلہ وار بنایا ہے، یعنی آج کی ہر چیز ارتقاء کی وجہ سے اپنی موجودہ شکل میں آئی اور اب بھی ارتقاء پذیر ہے، مثلاً آج نظر آنے والے سخت سنگلاخ پہاڑ کل سمندر کا حصہ تھے، سمندر کی تہہ میں ریت کی پرت پر آہستہ آہستہ سخت ہو کر چٹان در چٹان بنتی ہے اور کروڑوں سال میں بلند پہاڑوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے، زمین پر سر اٹھائے پہاڑ ہوا اور موسم کی سردی گرمی سے چیخ کر ٹوٹتے ہوئے پھر ریت مٹی میں تبدیل ہو رہے ہیں، جو پانی کے ساتھ بہتی ہوئی پھر سمندر کی تہہ میں جا کر کسی نئے پہاڑی سلسلے کو جنم دے رہی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اصولوں اور قوانین کے تحت کیوں بنایا ہے؟ وہ تو مالک مطلق ہے وہ تو جس چیز سے کہتا ہے ''ہو'' ہو جاتی ہے، گویا وہ آسمان میں تاروں کو چمکانا اور سیاروں کو تیرانا چاہتا تھا تو کسی بھی انداز سے یہ کام کر سکتا ہے، وہ حکم کرتا اور یہ سب کچھ ہو جاتا، درخت پیدا کرنے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ بیج نشو ونما کے مراحل طے کرتا، موسم سے لڑتا اور برسوں میں پھل دار درخت بنتا، کسی بھی خاص وقت ایک دم درخت ظاہر ہو جاتے پھل دیتے اور غائب ہو جاتے، یقیناً اگر وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔

لیکن اس نے یہ سب اس انداز اور ان قوانین کے تحت کیا جنہیں انسان سمجھ سکے، اس نے آسمان میں ستاروں اور سیاروں کو قائم کیا تو ان کے درمیان کشش کے واضح اصول طے کر دیئے، اسے انسان کو زمین پر آباد کرنا تھا، انسان کی آمد سے کروڑوں سال پہلے زمین آباد کر دی، زمین اور اس میں آباد مخلوقات میں ارتقا ہوتا رہا اور ہر دور کے بعد زمین رفتہ رفتہ اس شکل میں آ گئی کہ انسان اس پر آباد ہو سکے، اس نے پیڑ پودے پیدا کئے تو ان کے نشو ونما کا پورا طریقہ متعین کر دیا، یہ سب کیوں ہوا؟

جواب کلامِ پاک میں موجود ہے کہ یہ سب چیز نشانیاں ہیں اہل علم کے لئے غور وفکر کرنے والوں کے لئے، گویا یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عین خواہش ہے کہ انسان اس کی تخلیقات کے بارے میں معلومات حاصل کرے، ان کی بناوٹ پر غور کرے، ان کی کارکردگی سمجھے تاکہ وہ خالق عظیم کا سچے دل سے قائل ہو، یہ عظمت محض عقیدے، خوف یا لالچ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دل کی گہرائیوں سے ہو، خالق کائنات کی تخلیقات کا علم صرف اور صرف ان علوم کی مدد سے حاصل کیا جاسکتا ہے جن کو آج سائنس کہتے ہیں، افسوس کہ جن علوم کی مدد سے ہم اپنے خالق کی سچی مدح خوانی کر سکتے ہیں، جن کی مدد سے ہم اللہ کی نشانیوں کو بہتر انداز سے سمجھ سکتے ہیں، جن کی مدد سے ہم آج کے دور میں ''خیر امت'' کے طور پر ابھر سکتے ہیں ہم انہیں سے کنارہ کئے بیٹھے ہیں، تاہم مسلم ناامید نہیں ہوتا، ہمارا کام صدق دل اور نیک نیتی سے کوشش کرنا ہے، اس سوچ کو گھر گھر پہنچائیے، آج کی جہالت، غلط فہمی اور شرک کے دور میں یہ ایک جہاد ہے جو آپ کی لبیک کا منتظر ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

قرآنِ مجید کی تلاوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن اس کی سفارش کرتے ہوئے اللہ سے عرض کرے گا کہ اے باری تعالیٰ! میری تلاوت کرنے والے کو جنت کے جواہرات سے آراستہ کردے، بندے کے سر پر کرامت کا تاج رکھ دیا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا کہ اے رب! کچھ اور زیادہ عطا فرمادے تو صاحب قرآن کو کرامت کا لباس پہنا دیا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا کہ اے پروردگارِ عالم! میری تلاوت کرنے والے سے اپنی رضامندی کا اظہار کردے، اللہ تعالیٰ قرآن کی یہ التجا بھی پوری کرتے ہوئے اپنی رضامندی ظاہر کردے گا اور حکم دے گا کہ اے بندے! قرآن پڑھنا شروع کر اور ہر آیت کے بدلے ایک ایک درجہ بلند ہوتا چلا جا۔ (ترمذی)

کلامِ الٰہی کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید کی تلاوت نے اس قدر مشغول کردیا کہ وہ کوئی دوسرا ذکر کر نہ سکا اور قرآنِ مجید کی وجہ سے اسے دعا مانگنے کا بھی موقع نہیں ملا تو اسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی اس کے بندوں پر ہے۔ (ترمذی)

قرآن کی ایک آیت

حضرت ابوذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ایک بار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر! اگر تم صبح کے وقت کتاب اللہ کی آیت سیکھنے نکلو تو یہ تمہارے لئے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اگر تم صبح کے وقت علم کا ایک باب سیکھنے کی غرض سے نکلو تو یہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر اور افضل ہے۔ (ابن ماجہ)

ثواب میں تمام سورتوں سے بڑی

حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: میں تمہیں ایک سورۃ سکھاتا ہوں جو ثواب میں تمام سورتوں سے بڑی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ کی تعلیم دی۔ (صحیح بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی شخص رات کو سورۃ البقرہ اپنے گھر میں تلاوت کرتا ہے تو تین رات تک اور جو کوئی دن میں اس سورۃ کو پڑھتا ہے تو تین دن تک اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ (ابن ماجہ)

☆☆☆

احسان جتا کر

اپنی نیکیاں برباد مت کرو

انفاق فی سبیل سے مراد خدا کے راستے میں خرچ کرنا ہے، جس طرح جہاد فی سبیل اللہ بے حد اہم ہے اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ بھی اپنی جگہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

بعض لوگ اور نیکیاں تو آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن جہاں مال خرچ کرنے کا موقع ہو وہاں گریز کرتے ہیں، یہ عادت اگر پختہ ہو جائے تو انسان کو زبردست بنا دیتی ہے اور زبردستی بعد میں ہر قسم کی دوسری نیکیوں کی صلاحیت ختم کر دیتی ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ البقرہ میں ایک مقام پر جہاں دیگر نیک کاموں کا ذکر ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خدا کی محبت کی خاطر رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں اور قیدیوں کے سلسلہ میں مال خرچ کرنا بھی نیکی ہے، اس طرح خاص طور پر جہاد کے موقع پر بھی مال خرچ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے اور یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں شامل ہوتا ہے کیوں کہ جہاد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کی سربلندی اور اسلام کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے، اس طرح جو مال بھی اس غرض کے پیش نظر صرف کیا جائے گا اسے بھی جہاد سمجھا جائے گا۔

اس دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا جاتا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہاں جو بھی نیک کام کیا جائے گا وہی آخرت میں کام آئے گا، دنیا میں بہت سے نیک کام ایسے ہیں جو صرف مال ودولت ہی خرچ کرنے سے انجام دئے جاسکتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی تلقین موجود ہے ''جو لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اجر وثواب کی مثال اس دانے کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائی ہوں اور ہر بال میں سات دانے ہوں، پھر اللہ جس کے لئے چاہے یہ ثواب دوگنا بھی کر دیتا ہے''۔ (۲/۲۶۱) ''وہ لوگ جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کے پیچھے احسان جتا کر اور تکلیف دے کر لگے نہیں رہتے، یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے''۔ (۲/۲۶۲)

اسلام میں جس طرح کسی شخص کی مالی امداد ایک بڑی نیکی ہے اسی طرح کسی کو مالی امداد دے کر احسان جتانا اور اسے ایذا دینا بہت بڑی برائی ہے، قرآن نے یہ بات حسب ذیل مثال کے ذریعہ سے واضح کی ہے۔ ''اے ایمان والو! تم اس شخص کی طرح احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنی خیرات بیکار نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لایا، یاد رہے کہ ایسے شخص کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو، یعنی اگر اس میں بیج ڈالا تو بظاہر پیداوار کی امید ہوسکتی ہے لیکن پھر اس پر تیز بارش برس جائے جو اس تھوڑی سی مٹی کو بہا کر لے جائے اور اس چٹان کو بالکل صاف چھوڑے''۔

اس کے برعکس جو لوگ اچھی نیت سے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے کہ ''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی

خوشنودی چاہنے اور دلوں کو (ایمان وعمل پر) برقرار رکھنے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں ایک ایسے باغ کی سی ہے جو کسی اونچی جگہ پر واقع ہو جہاں کافی بارش ہو جائے جس کے نتیجہ میں اس باغ میں دوگنا پھل آئے پھر اگر وہاں زیادہ بارش نہ ہو تو ہلکی بارش بھی بس کرتی ہے''۔

ان مثالوں کے بعد ایک اور خوبصورت مثال کے ذریعہ سے یہ بات بتائی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے احسان جتانا یا تکلیف دینا ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص کے پاس کھجوروں کا ایک باغ ہو، اس کے نتیجہ میں نہریں جاری ہوں، اس باغ میں ہر قسم کے میوے ہوں پھر اس باغ کے مالک کو بڑھاپا آئے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں جن کی پرورش اور دیکھ بھال اور ذمہ داری اس شخص پر ہو پھر اس صورتِ حال میں ایک بگولا اس باغ کو اپنی لپیٹ میں لے لے جس میں آگ ہو تو وہ باغ جل کر رہ جائے۔

یہ مثال قرآنِ حکیم کے الفاظ میں دیکھئے! ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص اس قسم کی صورت پسند نہیں کرے گا اور کسی پر احسان کر کے اسے تنگ اور پریشان کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ اس سارے بیان سے ظاہر ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ بہت بڑی نیکی ہے لیکن اس کے بعد اس نیکی کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے، قرآنِ حکیم نے نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو! تم احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنی نیکیاں برباد نہ کرو''۔ (۲/۲۶۲)

ایک حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اصل احسان یہ ہے کہ تمہارے ساتھ اگر کوئی برا سلوک کرے تب بھی تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، کسی نے تم پر احسان کیا اور تم نے بھی اس پر احسان کر دیا تو یہ بدلہ ہے، احسان میں شامل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

ایمان والوں کے علاوہ

سب خسارے میں ہیں

سورۃ العصر کی آیت نمبر ۱ تا ۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''قسم ہے عصر کی انسان خسارہ میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے آپس میں حق کی تاکید اور صبر کی تاکید کرتے رہے''۔

عصر کے معنی وقت کے ہیں، انسان کے نشو ونما، حرکات وسکنات اور اعمال واخلاق جیسے سارے امور زمانہ کے اندر ہی ہوتے ہیں، صرف چار کام ایسے ہیں جن پر انسان کی فلاحِ آخرت کا انحصار ہے (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی وصیت (۴) صبر کی وصیت۔ وصیت کے معنی تاکید کے ہیں، ساتھ ہی مؤثر انداز میں نصیحت کرنا۔ حق سے مراد دین حق یعنی عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہے۔ صبر کا مطلب آزمائشوں میں ثابت قدم رہنا، گناہوں سے بچنا، نفس پر قابو پانا، حق کے اظہار پر جن مشکلات کا سامنا ہو اس سے اچھی طرح نبرد آزما ہونا ہے۔ ایمان واعمالِ صالحہ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسی خدمات کا ادا کرنا فلاح آخرت کے لئے ضروری ہے۔ امام مالک کے پاس یہ سورۃ اس قدر اہم ہے گویا ساری قرآن کا نچوڑ ہے۔ (معارف القرآن)

اس مبارک سورۃ میں اعمالِ صالحہ کے ساتھ صبر کو اہم درجہ دیا گیا ہے جو آج ہم مسلمانوں میں عنقا ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید کی اس سورۃ کو انسان اپنا نصب العین بنائے تو تمام تکالیف اور پریشانیوں کا علاج آسان ہوجائے گا۔

الحاج محمد مبین انصاری صاحب

بندہ راقم الحروف کے رفقاء اور اعزواقارب میں ایک نمایاں نام ہے الحاج محمد مبین انصاری صاحب مظفر نگر کا، وہ مخلص اور نیک طینت انسان ہیں اور کامیاب تاجر، ایسا صاف ستھرا معاملہ کرتے ہیں کہ نہ کسی پر اپنا حق چھوڑتے ہیں اور نہ اپنے اوپر کسی کا حق باقی رکھتے ہیں۔ ایک سچے اور ایماندار تاجر کے یہی اوصاف ہوتے ہیں۔ جناب انصاری صاحب بحمد اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے مزین ہیں، کیوں کہ معاملات کی درستگی اصل دین کا جز ہے۔ جس کے معاملات درست اس کا دین درست اور جس کے معاملات میں بگاڑ ہوتا ہے اس کے ایمان ویقین میں بھی بگاڑ ہوتا ہے۔

اچھے اور ایماندار مسلمان تاجر کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت اونچا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ان کا حشر کریں گے، اور اپنی خوشنودی سے نوازیں گے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

شرک ناقابلِ معافی گناہ

اور بدترین عذاب کا سبب

اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا نہ صرف خالق و مالک ہے بلکہ ہر چیز پر قبضہ وقدرت، تصرف واختیار اسی مالک ومختار کا ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، اس نے تمام انس وجن، نباتات وجمادات، حیوانات، زمین وآسمان، جنت ودوزخ، فرشتے وغیرہ تمام تر مخلوقات اپنے حسن تدبیر سے تخلیق فرمائی لہٰذا ہماری عبادات ومناجات اور امور بندگی کا وہی تنہا و یکتا سزاوار ہے اور اس حقیقی آقا و مالک کو یہ بات ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے بندے اس کی ذات وصفات میں اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور انہیں نفع ونقصان اور تصرف واختیار کا حامل گردانیں، چنانچہ ایسے بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ”اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا تو اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز مقام پر پھینک دے گی“۔ (سورۃ الحج)

گویا شرک وہ بدترین عمل ہے جو مشرک کو تباہی و بربادی کے قعر ذلت میں پھینک دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا یہ ہے کہ جو صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں جیسے زندہ کرنا، مارنا، اولاد عطا کرنا، روزی دینا اور چھپی ہوئی باتوں کو

جاننا وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہیں، ان باتوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی طرف نسبت کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ کام دوسرا بھی کرسکتا ہے شرک کے یہی معنی ہیں، ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کوئی دوسرا ہے۔ اور آسمان سے گرنے سے یہ مراد ہے کہ توحید آسمان کی طرح ایک ایسی اونچی اور بلند جگہ ہے جہاں پر نبی کریم ﷺ کی سنت کی روشنی چمکتے سورج کی طرح مومنین کے دل کو روشن کرتی ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار روشن ستاروں کی طرح مسلمانوں کو راستہ بتاتے ہیں، پس جس نے دین توحید اسلام کو چھوڑ دیا تو وہ آسمان جیسے بلند مقام سے گر پڑا۔ اور پرندوں کے اچک لے جانے سے مراد یہ ہے کہ شیاطین مشرکوں کو اچک لے جانے کے لئے زمین وآسمان کے درمیان اڑتے رہتے ہیں، اسی طرح شیاطین ان مشرکوں کا شکار کرتے رہتے ہیں۔ مشرکین کی دو قسمیں ہیں، کبیرہ گناہوں میں شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا مگر مشرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی سزائیں رکھی ہیں۔

مشرکین کی حالتِ زار کا نقشہ

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر مشرکوں کو ان کے انجام بد سے آگاہ کرتے ہوئے ڈرایا ہے جن میں سے چند آیات مبارکہ کے ترجمے پیش کئے جارہے ہیں جو ہماری نصیحت کے لئے عبرت آموز ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے ”جو لوگ ہمارے احکام سے منہ موڑیں گے انہیں ہم آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان پر دوسری کھالیں چڑھادیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں“۔ (سورۃ النساء)

دوسرے مقام پر فرمایا گیا ''جا کر ہر ناشکرے، شریر، بھلائی سے روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، ایمان کی باتوں میں شک کرنے والے کو جہنم میں جھوک دو جو اللہ کے سوا دوسرے معبود ٹھہراتے ہیں اس کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو''۔ (سورۂ سبق)

ایک مقام پر مشرکین کی حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے ''بے شک نافرمان گمراہ ہیں اور وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے جس دن یہ لوگ اوندھے منھ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے تب ان سے کہا جائے گا اب دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو''۔ (سورۃ القمر)

مشرکین کی زبوں حالی کا تذکرہ ایک مقام پر یوں فرمایا گیا ''نافرمانوں اور اللہ کے منکرین کے لئے کپڑے ٹھیک ان کے بدن کے موافق تیار کئے جائیں گے، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس کی گرمی سے آنتیں وغیرہ جو ان کے پیٹ میں ہیں اور کھالیں گل جائیں گی اور ان کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے، پھر جب وہ ان سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا (جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو)''۔ (سورۃ الحج)

ایک مقام پر شرک کرنے والوں کو اس طرح متنبہ کیا گیا ہے ''کافر کو دوزخ میں جھونک دوں گا، تمہیں معلوم بھی ہے کہ دوزخ کیا شئے ہے وہ کھال کو جلا دے گی اس پر انیس داروغہ ہیں''۔ (سورۃ المدثر)

یہ تمام آیاتِ قرآنی آپ نے ملاحظہ فرمائیں، یقیناً آپ سمجھ گئے کافروں اور مشرکوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیسی اذیت ناک سزائیں مقرر کر رکھی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم کسی بھی حال میں شرک وکفر کی باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکیں خواہ کتنی ہی مجبوری کیوں نہ ہو، آخرت کے عذاب کے مقابلے میں اگر قتل کر دیا جائے یا دنیوی

آگ میں جھونک دیا جائے اور شرک سے بچنے کے لئے اسے برداشت کرنا پڑے تو کرلیا جائے، کیوں کہ مشرک کی کبھی بخشش نہ ہوگی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔ الامان والحفیظ

شرک بڑا ظلم ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اللہ شرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف فرمادے گا''۔ (سورۃ النساء)

ایک مقام پر مشرک کی بخشش نہ فرمانے کی وجہ بیان فرمائی گئی ''یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔ (سورۂ لقمان)

آدمی کا اشرف المخلوقات ہونا شرک کی تردید کے لئے سب سے بڑی دلیل ہے، نوعیت کے اعتبار سے انسان سے بڑھ کر کونسی مخلوق ہوسکتی ہے جس کے سامنے یہ جھکے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں پر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ''کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر چکا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں (یعنی مشرکوں) کا کوئی مددگار نہ ہوگا''۔ (سورۃ المائدہ)

معلوم ہوا کہ شرک ایسا برا عمل ہے جس کی وجہ سے جنت حرام ہوجاتی ہے اس لئے ہر حالت میں شرک سے بچتے رہنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ شرک کتنا عظیم ظلم ہے، کتنی ہی سخت مصیبت کیوں نہ واقع ہوجائے اور ظالم ظلم کر کے شرک کرانا چاہے اور آپ پر

جبر کر کے یہ کہے کہ یا تو شرک کرو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا آگ میں جھونک دیں گے تو قتل ہونا یا آگ میں جل مرنا منظور ہو مگر شرک کرنا ہرگز منظور نہ ہو، اہل ایمان کو اس قسم کے واقعات سے دوچار ہونا پڑا، ان پر مختلف قسم کی مصیبتیں آئیں اور انہیں زندہ جلایا گیا مگر انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔ توحید اور اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان ہونا حقیقتاً انسانی فطرت کی آواز ہے، جبکہ کفر و شرک نظام قدرت اور انسانی فطرت سے بغاوت کے مترادف ہے، ایک اللہ پر ایمان اور اس کے وجود کا اعتراف ہی سب سے بڑی حقیقت ہے، یہی دین و دنیا کی کامیابی کا سرچشمہ اور آخرت میں نجات اور فلاح کی کلید ہے، عقیدۂ توحید ہی درحقیقت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد اور اللہ کے پیغام کی اساس ہے، کفر و شرک کو قرآن نے بدترین ظلم اور ناقابل معافی گناہ قرار دیا ہے، اللہ کی ذات وصفات اور اس کے تقاضوں میں شرک ناقابل معافی جرم اور گمراہی کا سبب ہے۔

وضاحت

پیروں فقیروں کے قدموں میں سر رکھنا، خواہ وہ تعظیم کیلئے ہی ہو وہ بھی شرک میں شامل ہے، اور درگاہوں اور مزاروں پر جا کر طواف کرنا اور قبروں پر سجدہ کرنا اور سر اور ماتھا ٹیکنا یہ بھی شرک ہے۔

اور کسی بزرگ کے مزار اور قبر پر جا کر یہ کہنا کہ حضرت مجھے اولاد دے دو، یا میرا کاروبار درست کر دو، یا مجھے صحت دے دو یا میری مشکل اور تکلیف دور کر دو، یہ تمام امور شرک میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی شرک سے حفاظت فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

قیامت کی قسمیں

احادیث کی روشنی میں علمائے کرام نے قیامت کی تین قسمیں لکھی ہیں، ان کے نام ہیں (۱) صغریٰ (۲) وسطیٰ (۳) کبریٰ۔

قیامت صغریٰ سے مراد ہر شخص کی انفرادی موت ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ" یعنی جب آدمی مرتا ہے تو اس کی قیامت اسی وقت قائم ہو جاتی ہے۔ گویا ہر شخص کی انفرادی موت قیامت صغریٰ ہے۔

ہر بڑی عمر والا دیکھے گا

قیامت وسطیٰ سے مراد ایک معینہ مدت میں ایک نسل کے افراد کا مرنا ہے، ایک بدوی وفد نے حضور ﷺ سے پوچھا: قیامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لڑکا تم میں بیٹھا ہے، بوڑھا ہونے تک زندہ رہا تو دیکھے گا کہ جتنے بوڑھے جوان اس نے اپنی زندگی میں دیکھے ہیں سبھی مر چکے ہیں، یہی قیامت وسطیٰ ہے۔

قیامت کبریٰ سے مراد وہ حقیقی قیامت ہے جب کہ ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی، زمین و آسمان بدل دئے جائیں گے، سارے فردگان زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے، میزانِ عدل قائم ہوگا، اعمال نامے تولے جائیں گے، جس کا نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت کا حقدار ہوگا اور جس کا نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اور گناہ بھاری ہوں گے اس کا مقام جہنم ہوگا۔

صرف یادہی باقی رہ گئی

ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ اب سال مہینوں کی طرح اور مہینہ ہفتوں کی طرح اور ہفتہ دنوں کی طرح اور دن گھنٹوں کی طرح گذر رہے ہیں، لمبی عمر والے لوگ نہایت کم نظر آرہے ہیں اور جوانی اور بچپن میں لوگ مرتے زیادہ دکھائی دے رہے ہیں، روزانہ حوادثات ہورہے ہیں اور ایکسیڈینٹ سے موت عام ہوگئی ہے، ہارٹ اٹیک، کینسر اور بی پی سے موت کثرت سے ہورہی ہے، کتنی بڑی تعداد میں لوگ ہیں جو ہمارے سامنے شہر خموشہ میں جاسوئے اور ان کی یادیں باقی رہ گئیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ مدارس میں پڑھتے تھے آج وہ دنیا میں نہیں رہے، اور کتنے لوگ ایسے تھے جو ہمارے ساتھ کاروبار میں لگے تھے یا تعلیم وتعلم میں مصروف تھے لیکن وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، مجھ جیسے فقیر نے ۵۱ سال کی عمر میں اپنے دادا جان کو دیکھا، نانا جان کو دیکھا اور اپنے بچوں کو دیکھا اور بچوں کے بچوں کو پوتوں، نواسوں کو دیکھا اور خود کو دیکھا، گویا ۵۰ سال کی عمر میں پانچ پیڑھیاں یعنی پانچ نسلیں دیکھ لیں، لیکن جتنے لوگوں کو زندہ دیکھا اس سے زیادہ آخرت کی طرف سدھارنے والوں کو دیکھا، مگر ہائے افسوس! کچھ عبرت حاصل نہ کرسکا، آج بھی یہی خیال آتا ہے کہ ابھی پچاس سال ہی کے تو ہوئے ہیں، ابھی تو ہمارے سر پر والدین حیات ہیں، لیکن موت کے آنے سے باپ بیٹوں کی عمر میں تفاوت نہیں ہوا کرتا، حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، حضرت ذکریا علیہ السلام کی زندگی میں ان کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، ہمارے دوست اور ملنے والے الحاج محمد ناصر تالوسیٹھ میمن جو بنگلور میں رہتے تھے ان کی والدہ کے سامنے ان کے شوہر کا

انتقال ہوگیا، پھر چھوٹے بھائی شبیر تالوسیٹھ کا انتقال ہوگیا، پھر ناصر سیٹھ کا انتقال ہوگیا، پھر پوتے یعنی شبیر کے بیٹے کا انتقال ہوگیا اور بڑی بی ابھی تک زندہ ہیں، ماشاء اللہ صحت مند ہیں، شوہر، بیٹے اور پوتے کا انتقال ہوگیا۔

تو معلوم ہوا کہ موت وحیات تو قدرتِ خداوندی کے فیصلہ پر منحصر ہے، اس لئے بچہ کو جوانی کا اور جوان کو بڑھاپے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہمہ وقت موت کی تیاری میں لگے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے موت کو محبوب بنادے اور موت ہمارے لئے پیاری ہوجائے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہو، پیار ہو، مومن کے لئے موت اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ذریعہ ہے اور مومن کی لئے دنیا وآخرت میں سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار ہے۔

ایک بزرگ چالیس سال تک نہیں سوئے، ہمیشہ عبادت میں لگے رہتے، ایک بار نیند آگئی تو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگئی، پھر کیا تھا دیوانے ہوگئے، تکیہ ساتھ رکھتے جہاں موقع ملتا وہیں سوجاتے کہ رب العالمین کا دیدار ہوگا۔

اس لئے اہل طریقت موت کو محبوب رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ملنے کا بہانہ تصور کرتے ہیں، کسی نے کیا خوب کہا۔

گلستاں باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
ایک رسولِ پاکؐ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم سفیرو! باغ میں ہیں چار دن کے چہچہے
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکم خواب کے کپڑوں پہ نازاں کیوں ہے تو
اس تنِ بے جاں پے خالی کفن رہ جائے گا

الحاج شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے تائے ابا الحاج شریف احمد صاحب چرتھاولی جو نہایت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ اور متقی انسان تھے۔ رہتی زندگی تک اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے رہے، یوپی سے پنجاب اور ہریانہ تک ان کی خدمات کا عوام میں بڑا چرچا تھا، لیکن جب رخصت ہوئے تو سب بھول گئے۔ مجھے اور آپ کو بھی سب بھول جائیں گے کیوں کہ ہم مخلوق میں یاد رکھنے کے قابل تو صرف خالق اور مالک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور خطاؤں کو درگذر فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

توکل اور استغنا کے پیکر

ضلع پٹنہ صوبہ بہار کا مشہور قصبہ پھلواری شریف سات سو برس سے آباد ہے، اور شروع سے آج تک ہر صدی میں یہ قصبہ علم کمال وفقر وعرفان میں پورے صوبہ کا مرکز رہا ہے، یہاں کی ایک نامور اور زندہ جاوید ہستی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری ہے جن کی نسبت سے قصبہ پھلواری کو دو چند شہرت وعظمت ہے۔

مخدوم شاہ مجیب اللہ کے نسب کے بارے میں اس قدر سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ الجواد کی شادی حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی زینبؓ سے ہوئی تھی، حضرت زینب کے لڑکے علی زینبی کی اولاد جعفری زینبی کہی جاتی ہے۔ دسویں صدی ہجری کے شروع میں دہلی سے ایک بزرگ شاہ سعد اللہ جعفری زینبی پھلواری آئے، ان کے لڑکے امیر عطاء اللہ دربارِ شیر شاہی کے اہم رکن تھے اور اس کے بعد ہمایوں بادشاہ کے ہاں بھی نہایت مقبول ہوئے اور ان کو بلند منصب ملا، اکبر نامہ میں ایک جگہ خواجہ امیر عطاء اللہ کا نام ہے اور پٹنہ خدا بخش لائبریری میں مغل بادشاہوں کے البم میں ان کی ایک تصویر ہے جس پر لکھا ہے ''امیر عطاء اللہ جعفری وزیر ہمایوں بادشاہ''۔

مخدوم شاہ مجیب اللہ، امیر عطاء اللہ کی اولاد ہیں، پھلواری میں امیر عطاء اللہ کی یادگار سنگ سرخ کی مسجد ہے، حضرت مخدوم کے والد کا نام شاہ محمد ظہور اللہ ہے، مخدوم

کی ولادت ۱۰۹۸ھ میں ہوئی، اس وقت پھلواری میں آپ کے خاندان کے دو بزرگ بہت اہم تھے، ایک مخدوم شاہ محمد برہان الدین جو آپ کے پھوپھا تھے اور دوسرے ان کے بڑے بھائی ملا فصیح الدین جعفری جن کا شمار فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین میں ہوتا ہے، سنگ سرخ مسجد میں ملا فصیح الدین جعفری کا مدرسہ تھا جس میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

مخدوم کی تعلیم ان کے پھوپھی زاد بھائی خواجہ عماد الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوئی اور آپ بہت دنوں تک ان سے پڑھتے رہے لیکن خواجہ کی عبادات وریاضات کی وجہ سے پابندی سے تعلیم نہیں ہو پاتی تھی، اس لئے ان کی اجازت سے آپ بنارس گئے اور وہاں حضرت مولانا سید محمد وارث رسول صاحب بنارسی کے درس میں شریک ہوئے، آپ نے پڑھنے کے زمانہ میں ایسی محنت وریاضت کی ہے کہ اب اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، رات کو جاگنے کے لئے آپ نے سر کے بال بڑھائے اور بالوں کو رسّی سے باندھ کر چھت میں باندھ دیتے اور فرش کے نیچے پتھر کے ٹکڑے بکھیر دیتے، اس طرح ساری رات جاگ کر پڑھتے رہتے تھے، کھانے کے لئے تین روٹیاں پکواتے، اس میں سے ایک روٹی خود کھاتے اور ایک بہشتی (سقّہ) اور ایک خاکروب (جھاڑو بردار) کو دیتے تھے۔

۲۴ برس کی عمر میں آپ زبردست عالم اور ولی کامل ہوکر اپنے وطن پھلواری واپس تشریف لائے اور حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے بیعت ہوکر پھلواری میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، اپنے شیخ کی وفات (سن ۱۱۲۴ ہجری) کے بعد رشد وہدایت اور تعلیم وتدریس کا کام شروع کیا اور غیر منقسم بنگال (جس میں بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ، پچھمی بنگال اور بنگلہ دیش شامل تھے) سے شمالی ہندوستان تک آپ

کی شہرت ہوئی، لوگ علمی وروحانی پیاس بجھانے آپ کے پاس چلے آتے تھے، آپ کی شہرت وعظمت دربارِ دہلی تک پہنچی، آپ کے خاندان یا مریدین میں سے کوئی بھی دہلی جاتا تو دربار میں اس کا احترام کیا جاتا، شاہ عالم بادشاہ بذاتِ خود آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت کسی نے آپ کی خدمت میں تازہ پھولوں کا دونہ نذر کیا تھا، آپ نے پورا دونہ بادشاہ کو ہدیہ کیا۔

حضرت کی کرامت

اشرف خاں کشمیری نے ایک دفعہ پھلواری کے میر عبدالعلی صاحب کی معرفت آپ کی خدمت میں دس ہزار روپئے نذر بھیجے، جب یہ خطیر رقم آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ہاشمی النسل ہوں اور سید کے لئے ایسے روپئے حرام ہیں، میر صاحب کو حضرت کے انکار اور اس ارشاد سے تعجب ہوا، انہوں نے دل میں کہا کہ یہ رقم زکوٰۃ کی نہیں ہے بلکہ نذر ہے، لیکن حضرت نے دوبارہ فرمایا کہ آپ اس کو واپس لے جائیے! میر عبدالعلی صاحب اس کو واپس لے گئے تو اشرف خاں کشمیری کو بہت شرمندگی ہوئی اور انہوں نے اعتراف کیا کہ رقم زکوٰۃ کی تھی۔

توکل اور استغنا

مخدوم شاہ مجیب اللہ نے ساری زندگی توکل پر گذاری، ظاہری کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا، لیکن آپ کی خانقاہ میں فقراء اور درویشوں اور روحانی فیض پانے والوں کا ہجوم رہتا تھا اور مخدوم بلند حوصلگی سے سب کی خدمت کرتے تھے، نواب میر قاسم صوبہ دار بنگال نے اپنے عروج وترقی کے زمانہ میں خانقاہ کے خرچ کے لئے ایک پروانہ کے ذریعہ کچھ رقم مقرر کرنی چاہی تو آپ نے پروانہ دیکھ کر اس کی پشت پر یہ

عبارت لکھ کر واپس کر دیا ''جس کریم (اللہ رب العزت) کے در پر بیٹھا ہوں، اس نے (اپنے تمام تر قدرت واختیار کے باوجود) اب تک میرے لئے مقرر کردہ روزی بند نہیں کی اور میرے رزق کا پیالہ نہیں توڑا تو ہم دوسروں کے در پر کیوں جائیں''۔

ایک کامل واصل بزرگ کے قلم سے ضبط تحریر میں لایا ہوا یہ مشہور جملہ بہار کی تاریخ میں توکل وقناعت کے موضوع پر آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے، سالکانِ راہِ طریقت کے حق میں یہ نشانِ راہ ہے۔

اس دور کے اولیائے کاملین بھی آپ کے فضل وکمال کے معترف ومداح تھے، شہر عظیم آباد پٹنہ کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم منعم پاکؒ، حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ سے عمر میں بڑے تھے مگر نہایت احترام کے الفاظ کے ساتھ حضرت کو یاد کرتے تھے، کتاب ''بحر ذخار'' کے مصنف آپ کے بارے میں لکھتے ہیں ''آپ ایک آئینہ جہاں نما رکھتے تھے، آپ کی خوبیاں اور اوصاف تحریر سے باہر ہیں اور کمالات ومحاسن کا بیان تقریر کے احاطہ سے باہر ہے''۔

حالتِ بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت

مخدوم شاہ مجیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو کئی بار حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ظاہری آنکھوں سے بیداری کی حالت میں نصیب ہوئی، آپ کو یہ تمنا تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے آثارِ مبارک حاصل ہوتے کہ اس کی آپ اور آپ کے خاندان ومریدین اور عام خلق فیضیاب ہوتی، چنانچہ آپ کی تمنا پوری ہوئی اور سہارنپور میں ایک سادات خاندان میں کئی پشت سے موئے مبارک موجود تھا، اس خاندان کے ایک فرد سید غلام رسول سہاروی ۱۱۵۱ھ میں یہ دولت عظمیٰ لے کر پھلواری شریف آئے اور

آپ کو عطا کیا، آپ کے بعض خلفائے عظام نے اپنے کشف باطن سے اس موئے مبارک کی صحت کی تصدیق کی اور حضرت مخدوم منعم پاکؒ نے بھی اس کی تصدیق کی، اس لئے یہ موئے مبارک صحیح اور مستند سمجھا جاتا ہے، حضرت مخدوم شاہ مجیب اللہ اس کی زیارت کراتے تھے اور آج تک ہر ماہ اس کی عام زیارت ہوتی ہے۔

آپ نے تقریباً ۷۰ برس تک شریعت وسنت اور تصوف واحسان کی خدمت انجام دینے کے بعد ۹۳ سال کی عمر میں ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی اور اپنی خانقاہ سے متصل دکھن جانب باغ میں محوخواب ہیں، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ جانشین ہوئے جن کی ذات سے حضرت کا سرچشمہ بڑھ کر دریائے فیض بن گیا، حضرت شاہ امان اللہ قادری کے دور میں اس سرچشمہ فیض کو بڑی وسعت ومقبولیت حاصل ہوئی اور آج تک یہ چشمہ فیض جاری وساری ہے۔

(حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری پھلواری کے ایک مضمون کی تلخیص)

مجھے شکایت ہے

مجھے شکایت ہے ان اہل دل سے اور اہل معرفت اور خانقاہوں کے مکینوں سے کہ اپنے ہی سلسلہ کے تذکار اور اپنے ہی سلسلہ کی خدمات اور اپنی ہی سلسلہ کے گن نہ گائیں، دوسروں کی خوبیاں بھی دیکھیں کہ ہمارے دیگر بھائیوں میں بزرگوں میں کیا خوبیاں تھیں تاکہ ہم بھی ان کو اپنا سکیں۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اپنے سلسلہ اور اپنے شیخ کے طریقۂ تعلیم وتربیت کو چھوڑ دیں؟ نہیں اسی پر قائم رہیں اور دوسروں کی خوبیوں کو بھی اپنائیں تاکہ ہم بھی ان خوبیوں کے پیکر بنیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضرت عمر بن عبدالعزیز —کو

دنیا اپنی طرف راغب نہ کرسکی

خلافت پر آتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گورنروں کے پاس اس طرح کے احکامات بھیجے، مثلاً کسی بھی قیدی کے بیڑیاں نہ ڈالی جائیں، اس لئے کہ نماز پڑھنے میں رکاوٹ ہوگی، اسی طرح دوسرے بصرہ کے عامل عدی بن ارطاۃ کے پاس لکھا کہ تم چار راتوں میں عبادت وریاضت ضرور کیا کرو، اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں، (۱) رجب کی پہلی رات (۲) پندرہ شعبان کی رات (۳) عیدین کی رات۔ دیگر گورنروں کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ جس وقت کوئی مظلوم مدد کے لئے پکارے تو ضرور اس کا تعاون کرو، ساتھ ہی ساتھ اللہ نے جو تم کو غلبہ اور قوت عطا فرمائی ہے اس سے خوف کیا کرو، ورنہ اللہ کے سامنے حاضری اور دردناک عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔

خلافت کی سواریاں

بعض مؤرخین نے محمد بن المروَزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے تو

انہوں نے زمین میں ایک لرزہ محسوس کیا تو فرمایا کہ مجھے لرزہ کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لرزہ نہیں بلکہ خلافت کی سواریاں ہیں جو آپ سے قریب ہو رہی ہیں تاکہ آپ خلافت کے لئے ان پر سوار ہو جائیں، آپ نے فرمایا کہ ارے بھائی کہاں میں اور کہاں خلافت کی اہمیت کی حامل سواریاں، کیا مناسبت ہے؟ اتنے میں لوگ عمر بن عبدالعزیز کی سواری کے قریب آگئے، ان کے لئے سواری نزدیک لائی گئی، چنانچہ آپ اس پر سوار ہو گئے، اتنے میں کوتوال ایک چھوٹا سا نیزہ لئے ان کی سواری کے قریب آگے آگے چلنے لگا، اس سے قبل خلفاء میں یہی دستور چلا آرہا تھا، اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ کوتوال صاحب! یہ نہ کیجئے اور نہ میرے آگے چلئے، میرا اور آپ کا کیا جوڑ ہے؟ میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں، یہ سن کر بلاامتیاز تمام لوگ ایک ساتھ مل کر چلنے لگے، سامنے مسجد آگئی تو آپ مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بعد فرمایا۔

جاؤ تم سب آزاد ہو

لوگو! بغیر میرے مشورہ یا خواہش کے مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کی اجازت یا عوام کے مطالبہ سے مجھے خلیفہ چنا گیا اس لئے میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں، آپ کو اختیار ہے کہ میرے علاوہ وہ چاہے جس کو اپنا خلیفہ اور حاکم بنالیں۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمان چیخ پڑے کہ نہیں نہیں امیر المومنین ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہم آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرتے اور آپ کو اپنا حاکم بناتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں خاموشی چھا گئی تو آپ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

موت کے لئے ہر وقت تیار رہو

لوگو! اللہ سے ڈرو میں تم لوگوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ اللہ سے ڈرنا ہر چیز کا نعم البدل ہے اور ڈرنے سے زیادہ کوئی کام اچھا نہیں، جو کچھ عمل کرو وہ آخرت کے لئے کرو، اس لئے کہ جو شخص آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس بندہ کی کفالت کرتے ہیں اور آخرت میں اس کا بہترین صلہ دیتے ہیں، جو اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست کر دیتے ہیں، موت کو زیادہ یاد کیا کرو بلکہ موت کے لئے ہر وقت تیار رہو اس لئے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، پتہ نہیں کب اچانک آ جائے، اس لئے کہ موت ہی ایسی چیز ہے جو تمام لذتوں کو مکدر کر دیتی ہے، میں خدا کی قسم کسی پر ظلم نہیں کروں گا اور نہ کسی کا حق روکوں گا اور نہ کسی کو بری باتوں پر آمادہ کروں گا۔

لوگو! جو بھی اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اس کی عبادت کرنا ضروری ہو جاتی ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے ذمہ اس کی عبادت ضروری نہیں، تم لوگ میرے اسی حکم کے بجالانے کے مکلّف ہو جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی شامل ہو ورنہ میرا حکم ماننا ضروری نہیں۔

اتنی تقریر کرنے کے بعد آپ منبر سے اتر کر دار الخلافہ کے اندر آ گئے، آپ نے پردوں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں اتار دیا جائے اور ان قیمتی بستروں کو ہٹا دیا جائے، مزید فرمایا کہ انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔ یہ کہہ کر آپ قیلولہ کرنے کے لئے گھر تشریف لے گئے، اتنے میں ان کے صاحبزادے عبد الملک حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے: والد محترم! آپ اس وقت

کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بیٹے! قیلولہ کرنے کا ارادہ ہے، بیٹے نے کہا کہ آپ قیلولہ کا ارادہ کر رہے ہیں جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ فرمایا: میرے پیارے بیٹے! گذشتہ رات تمہارے چچا سلیمان کی تجہیز و تکفین میں لگا رہا، ساری رات جاگنا پڑا، ظہر کی نماز ادا کر کے مظالم دور کرنے کی کوشش کروں گا، بیٹے نے کہا: اے امیر المومنین! ظہر تک چین و سکون کی نیند کیا آپ کے لئے ان حالات میں جائز ہے؟ اتنے میں آپ نے فرمایا: بیٹے میرے قریب ہو جا، چنانچہ وہ قریب ہو گئے، بیٹے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

ظلم کے خلاف اعلانِ عام

خدا کا شکر ہے جس نے میرے صلب سے ایسے کو نکالا جو دین میں میری مدد کرتا ہے، پھر آپ بغیر قیلولہ کئے ہوئے گھر سے نکل پڑے، منادی کو بلا کر یہ ہدایت کی کہ تم لوگوں میں یہ اعلان کرا دو کہ جس پر بھی کسی قسم کا ظلم ہو رہا ہو تو وہ دربار میں حاضر ہو کر بیان کر دے، دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تھوڑی دیر بعد عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حمص کے ایک ذمی نے فریاد رسی کی، کہا عالی جاہ امیر المومنین! بندہ حضور والا کی خدمت میں کتاب اللہ کے بارے میں ایک سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے سوال کرو، ذمی نے کہا کہ شہزادہ عباس بن الولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، شہزادہ بھی اس وقت حاضر ہیں، تصدیق کر لی جائے، آپ نے فرمایا: عباس کیا یہ دعویٰ تمہارے خلاف صحیح ہے، عباس نے کہا: امیر المومنین! مجھے تو الولید خلیفہ نے یہ زمین عنایت کی تھی، چنانچہ میرے پاس ان کی یہ تحریر بھی موجود ہے، آپ نے ذمی کی

طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ذمی اب تم کیا جواب دیتے ہو؟ بات ان کی بھی درست معلوم ہوتی ہے۔ ذمی نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی کتاب قرآنِ کریم کیا فیصلہ کرتی ہے؟ یہ سن کر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ کتاب اللہ کتابِ مقدس ہے جو ولید کی تحریر سے زیادہ حق اور اتباع کے لائق ہے، پھر عباس کی طرف متوجہ ہوئے، فرمایا کہ عباس تم اس آدمی کی زمین واپس کر دو، چنانچہ واپس کر دی گئی۔

پھر اس کے بعد کوئی بھی شاہی خاندان ان کے خلاف مقدمہ دائر کرتا تو آپ فوراً اس کو رفع کرنے کی کوشش کرتے، ہر تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے، غریبوں کی فریاد رسی کرتے، کچھ دنوں کے بعد جب خوارج کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی نیک سیرت، حسن کردار، انصاف اور عدل گستری کا حال معلوم ہوا تو ان سب نے یہ مشورہ کیا کہ بھائی اس منصف خلیفہ سے جنگ وقتال کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔

ہوشربا گرانی کا واقعہ

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت کا ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دورِ خلافت میں ملک میں گرانی ہوگئی، لوگ پریشان ہوگئے، اسی دوران عرب کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا، ان میں سے ایک صاحب بحیثیت متکلم چن لئے گئے اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھے، متکلم نے کہا کہ اے امیر المومنین! ہم آپ کی خدمت میں ایک شدید ضرورت کی وجہ سے عرب علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں، بیت المال کے سلسلہ میں کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

متکلم نے کہا: بیت المال کی رقم یا تو خداوند قدوس کی ہے یا اس کے بندوں کے لئے یا آپ کی رقم ہے، اگر خداوند قدوس کی ہے تو وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر

مخلوق کی ہے تو آپ ان کو عنایت کر دیجئے اور اگر ان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں پر صدقہ کر دیجئے! اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بہترین صلہ دیں گے۔

یہ سن کر امیر المومنین کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا گئیں، فرمایا وہی ہوگا جو تم لوگ خواہش رکھتے ہو، یہ کہہ کر آپ نے ان کی ضرورت پوری کرنے کا حکم صادر فرمایا، جب ان لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوگئیں تو متکلم رئیس وفد بھی دربار سے رخصت ہونے لگے، امیر المومنین نے فرمایا کہ اے فلاں! جس طرح کہ تم لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچایا ہے، میری حاجات کو بھی خدا تک پہنچا دے، اور میرے لئے فقر و فاقہ کے رفع ہونے کے لئے دعا کر دے، یہ سن کر متکلم نے دعا کی ''خدایا تو عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں جیسا معاملہ فرما'' جملہ کی ادائیگی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آسمان سے ایک بادل اٹھا اور زوردار بارش ہوئی اسی بارش میں ایک بڑا اولہ ٹوٹ کر بکھر گیا، اس سے ایک چھوٹا سا کاغذ نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا ''یہ رقعہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے لئے زبردست قوت والے جابر کی طرف سے جہنم کی آگ سے برأت کا پروانہ ہے''۔

آپ کے اخلاق و کردار

رجاء بن حیاۃ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت، عقلمند اور دانا تھے، چال میں سلیقہ اور پروقار، پوشاک سادہ اور خوبصورت زیب تن کرتے تھے، جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کے عمامہ، کرتہ، موزہ، چادر اور قباء کی قیمت لگائی گئی تو کل سامان ۱۲ دراہم کے تھے۔

ابن عساکر لکھتے ہیں ''سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رشتہ داروں پر سختیاں کرتے، رشتہ داری کی وجہ سے جو لوگ فوائد حاصل کرتے، آپ نے ان سب پر پابندی لگادی، یہاں تک کہ مال وغیرہ لے لیا، چنانچہ رشتہ داروں نے انہیں دھوکہ میں ڈال کر زہر دے دیا۔

زہر دینے والے کے ساتھ مہربانی

ایک مرتبہ آپ نے اس غلام کو بلایا جس نے آپ کو زہر پلا دیا تھا، پوچھا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم نے مجھے زہر کیوں پلایا؟ کس نے تم کو مجبور کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کے عوض میں ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے، آپ نے فرمایا: وہ دینار کہاں ہیں؟ میرے پاس لے آؤ، تو وہ آپ کی خدمت میں لے آیا، آپ نے اسے بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ فوراً تم کہیں ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا سراغ نہ لگ سکے، آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کہتی ہیں کہ جب سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا تھا اس وقت سے آپ نے نہ غسل جنابت کیا اور نہ آپ کو احتلام ہوا، آپ سارے دن لوگوں کے کام میں مشغول رہتے، مظلومین کی فریادرسی میں مصروف رہتے اور رات عبادت وریاضت میں گذرتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لئے مرض الموت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ ایک گندہ کرتہ زیب تن کئے ہوئے ہیں، چنانچہ میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ امیرالمومنین کے کرتے کو دھودو، بیوی نے جواب دیا کہ ہاں انشاءاللہ دھودوں گی، کچھ دن کے بعد پھر میں عیادت کے لئے آیا، دیکھا کہ ان کے جسم پر وہی کرتہ ہے، تو میں نے فاطمہ بی

بی سے کہا کہ میں نے تم سے امیرالمومنین کا کرتا دھونے کے لئے نہیں کہا تھا؟ لوگ مزاج پرسی کے لئے آتے رہیں گے، بیوی نے جواب دیا: خدا کی قسم! امیرالمومنین کے پاس اس کے علاوہ کوئی کرتا نہیں ہے۔ آپ کی کل عمر ۳۹ یا ۴۰ سال ہوئی۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے ایسا جو ہر نکلتا ہے

☆☆☆

عدل، احسان اور صلہ رحمی

اسلامی معاشرے کی اہم بنیادیں

انبیائے کرام علیہم السلام کے دنیا میں آنے اور ساری زندگی جدوجہد کرنے کا ایک مقصد لوگوں میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔

اسلامی معاشرہ کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے، ترقی دینے، اسے امن وسکون سے معمور کرنے اور پاکیزہ بنانے میں جن باتوں کی بنیادی اہمیت ہے ان میں سب سے پہلی بات عدل وانصاف کے نظام کا قیام ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے دنیا میں آنے اور ساری زندگی جدوجہد کرنے کا ایک مقصد لوگوں میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے، اس حوالے سے ارشادِ ربانی ہے ''اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی، ظلم اور زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو''۔ (سورۃ النحل)

اس آیت میں ایسی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے جن پر پورے انسانی معاشرے کی درستی کا دارومدار ہے، ان تینوں باتوں کا تذکرہ کرنے سے پہلے ایک اور آیت کا ترجمہ ومطالعہ مفید رہے گا اور اس آیتِ کریمہ کو سمجھنے میں آسانی رہے گی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ہم نے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں، اور لوہا اتارا جس

میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے منافع ہیں''۔ (سورۃ الحدید) یہ تینوں چیزیں رسولوں کی رسالت پر صاف صاف نشانیاں ہیں، کتاب، ہدایت اور میزان ان تینوں چیزوں کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام کو جس مقصد کے لئے بھیجا گیا وہ یہ تھا کہ دنیا میں انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام انفرادی بھی اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر قائم ہو۔ ایک طرف ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے حقوق اور تمام بندگانِ خدا کے حقوق کا بیان ہے جس سے انہیں کسی طرح بھی سابقہ پیش آتا ہے، بندہ انہیں ٹھیک ٹھیک جان لے اور پورے انصاف کے ساتھ انہیں ادا کرے، اور دوسری طرف اجتماعی زندگی کا نظام ایسے اصولوں پر تعمیر کیا جائے جن سے معاشرے میں کسی نوعیت کا ظلم باقی نہ رہے، تمدن وتہذیب کا ہر پہلو افراط وتفریط (کمی وبیشی) سے محفوظ ہو، اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں صحیح توازن قائم ہو اور معاشرے کے تمام عناصر انصاف کے ساتھ اپنے حقوق پائیں اور اپنے فرائض ادا کریں۔

واضح الفاظ میں انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد عدلِ انفرادی کا قیام بھی تھا اور عدلِ اجتماعی کا قیام بھی، وہ ہر فرد کی شخصی زندگی میں عدل قائم کرنا چاہتے تھے اور اسی طرح انسانی معاشرے کے پورے نظام کو بھی عدل پر قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ فرد اور جماعت دونوں ایک دوسرے کی روحانی، اخلاقی اور مادی فلاح میں رکاوٹ بننے کے بجائے معاون ومددگار رہوں اور ایک دوسرے کے ساتھی بنیں۔

عدل کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے، ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو، دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ ''انصاف'' سے ادا کیا جاتا ہے، مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے، اس سے خواہ مخواہ یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ دو

آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو اور پھر اسی سے عدل کے معنی مساویانہ تقسیم حقوق کے سمجھ لئے گئے ہیں جو سراسر فطرت کے خلاف ہے، دراصل عدل جس چیز کا تقاضہ کرتا ہے وہ توازن اور تناسب ہے نہ کہ برابری و مساوات، بعض حیثیتوں سے تو عدل بے شک افراد اور معاشرے میں مساوات چاہتا ہے، مثلاً حقوق شہریت میں، مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلافِ عدل ہے، مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی و اخلاقی مساوات اور اعلیٰ درجے کی خدمات انجام دینے والوں اور کمتر درجے کی خدمت ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات، پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ حقوق میں مساوات نہیں بلکہ توازن و تناسب ہے اور اس حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کے اخلاقی، معاشی، قانونی اور سیاسی و تمدنی حقوق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

عدل و انصاف کے قیام کی اہمیت اس آیت کریمہ سے ملاحظہ کیجئے ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر، راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کرے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے''۔

عدل کے ساتھ دوسری چیز احسان ہے جس سے مراد نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگذر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس و لحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا، یہ عدل سے زائد ایک چیز ہے جس کی اہمیت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے، عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان کا جمال اور اس کا کمال

ہے۔ عدل اگر معاشرے کی ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احساس اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے، کوئی معاشرہ صرف اس بنیاد پر کھڑا نہیں رہ سکتا کہ اس کا ہر فرد ہر وقت ناپ تول کر دیکھتا رہے کہ اس کا کیا حق ہے اور اس سے اسے وصول کر کے چھوڑے، اور دوسروں کا کتنا حق ہے اور اسے بس اتنا ہی دے دے۔ ایسے معاشرے میں کشمکش تو نہ ہوگی مگر محبت اور شکر گذاری، عالی ظرفی، ایثار اور اخلاق و خیر خواہی کی قدروں سے محروم رہے گا، جو دراصل زندگی میں لطف وحلاوت پیدا کرنے والی اور اجتماعی محاسن کو نشو و نما دینے والی قدریں ہیں۔

تیسری چیز جو عدل کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے وہ صلہ رحمی ہے جو رشتے داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے، اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی و غمی میں ان کا شریک حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی و مددگار بنے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحب استطاعت اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کے حقوق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتے داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔ شریعت الٰہی ہر خاندان کے خوش حال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا، ننگا نہ چھوڑے، اس کی نگاہ میں ایک معاشرہ کی اس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہے کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کر رہا ہو اور اسی کے خاندان میں اس کے اپنے بھائی بند روٹی کپڑے تک کو محتاج ہوں، وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتا ہے اور یہ اصول پیش کرتا ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے، پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں، اور ہر خاندان کے خوشحال افراد پر پہلا حق ان کے اپنے غریب رشتے داروں کا ہے پھر دوسروں کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔

یہی بات ہے جسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مختلف ارشادات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار اس کے والدین، اس کے بیوی بچے اور اس کے بھائی بہن ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد قریب تر ہوں اور پھر وہ جو اُن کے بعد قریب تر ہوں۔ اور یہی اصول ہے جس کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یتیم بچے کے چچازاد بھائیوں کو پابند کیا کہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار ہوں اور ایک دوسرے یتیم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی بعید ترین رشتے دار بھی موجود ہوتا تو میں اس پر اس کی پرورش لازم کر دیتا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر واحد اس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے تو اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی، کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہو جائے گی۔ (حسنِ ملت اردو ویکلی ۵/مارچ ۲۰۱۰ء)

حسنِ اخلاق کے پیکر
حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب قاسمی مدظلہ

امسال ۲۰۱۰ء میں رمضان المبارک سے قبل زیارتِ حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوا تو ایک اجلہ اور مرنجاومرنج شخصیت جو سیرت و کردار میں یکتائے روزگار ہیں، بات کریں تو منھ سے پھول جھڑیں، گفتگو میں سلاست، روانی، اخلاص وللّٰہیت سے پُر، بصارت اور بصیرت سے معمور، چہرہ متبسم، صلح کا نور دمکتا ہوا محسوس کیا جا سکتا ہے، جید عالمِ دین عدل و انصاف کے سرکاری محکمہ (هيئة التحقيق والدعاء العام المدينة المنورة) میں آفیسر، مدینۂ منورہ کے قیام اور آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں، میری مراد ہے حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی قاسمی دامت برکاتہم گورکھپوری ثم مدنی کی ذاتِ گرامی۔

مدینہ منورہ میں بار بار آپ سے ملاقات پھر واپسی پر مکۃ المکرّمہ میں بھی شرفِ نیاز حاصل ہوا، (اس وقت ایک نوجوان خوش خصال تاجر صادق مہمان نواز اہل اللہ اور علماء و اکابر سے محبت کرنے والے محترم جناب الحاج وہاج الدین انصاری جدہ بھی ساتھ تھے) ان حضرات کی کریمانہ گفتگو، تعلق، محبت، مودت سے قلبی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی کو مرجع خلائق بنائے، آپ میں بہت سے اوصاف اور خوبیاں ہیں جن سے بہت سے احباب اور اعزہ واقف نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، اور اپنی رضا نصیب فرمائے، مجھ سیاہ کار کو بھی بار بار دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت اور ان حضرات کی ہم نشینی نصیب فرمائے، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

پیکرِ اخلاق قاری خلیق اللہ صدیقی مکی حفظہ اللہ

میرے دیرینہ رفیق محترم حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب قاسمی مدظلہ خطیب مسجد معمور کورمنگلا بنگلور کے صاحبزادہ محترم جناب مولانا کلیم اختر قاسمی زید قدرہ کے نکاحِ مسنونہ کی تقریب کے دوران مسجد نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی، آپ صاحبِ علم وعمل بھی ہیں اور امت کے لئے آپ کی فکریں قابل قدر ہیں، مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ کے استاذ محترم ہیں، آپ کو طب یونانی سے کافی شغف ہے، مکۃ المکرّمہ میں دورانِ قیام بہت سے نسخہ جات، مجربات اور آسان فارمولے بھی لائے، بندہ کو نہایت خوشی ہوئی کہ ابھی ایسے صاحبِ دل اور بے نفس حضرات موجود ہیں جو امتِ مسلمہ کی جسمانی اور

روحانی، علمی و عملی خدمات کی اس قدر فکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری محمد خلیق اللہ صدیقی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے، آپ اکابر اور بزرگوں کے قدیم چہروں میں سے ہیں، آپ حسنِ اخلاق کے پیکر ہیں، ایسے حضرات ہی امت کا سرمایہ ہوتے ہیں، جن کی زندگی دوسروں کے لئے زیادہ اور اپنے لئے کم ہوا کرتی ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں

اہل اللہ کی شان

حافظ ابن رجب کی ''**ذیل طبقات الحنابلہ**'' میں امام ابوالوفا علی بن عقیل الحنبلی البغدادی، قاری، فقہ، اصولی واعظ، متکلم صاحب علم وفن، ائمہ اسلام کے سر برآوردہ، دنیا کے ممتاز ترین عالم، بنی نوعِ انسان کے ذہین ترین انسان (ولادت ۴۳۱ھ وفات ۵۱۳ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے جائز نہیں کہ میں زندگی کا ایک لمحہ ضائع کروں، جب تک میری زبان مذاکرہ ومناظرہ سے گنگ نہ ہو جائے اور میری نگاہ مطالعہ سے معطل نہ ہو جائے، رات کی تاریکی میں جب میں راحت کر رہا ہوں اس وقت بھی اپنی فکر کو میں لاتا ہوں اور اس وقت اٹھتا ہوں جب میرے دل میں وہ چیز مجھ کو لکھنی ہوتی ہے، مختصر ہو جائے۔

دل میں علم کی حرص

میں اسّی سال کا ہو کر بھی اپنے دل میں علم کی حرص زیادہ پاتا ہوں، اس سے جو میرے دل میں بیس سال کی عمر میں تھی، انتہائی کوشش سے اپنے کھانے کے وقت کو کم کرتا ہوں اور میں خشک روٹی کو ستو کے پانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتارنے کو ترجیح

دیتا ہوں روٹی پر کیوں کہ دونوں میں چبانے کا فرق ہے تاکہ مطالعہ کی لئے زیادہ وقت نکل آئے، یا ایسا فائدہ لکھ لوں جس کو میں کھانے میں نہیں پا سکتا، عقلاء کے نزدیک بالاجماع سب سے اہم حاصل کرنے والی چیز وقت ہے، اس میں فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اس لئے ذمہ داریاں زیادہ ہیں اور وقت تیزی سے گزر جاتا ہے۔

ان کے شاگرد شیخ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عقیل ہمیشہ عمل کے ساتھ مشغولیت رکھنے والے تھے، ان کے خیالات معطر تھے وہ دقائق اور غوامض سے بحث کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''الفنون'' کو اپنے معطر خیالات اور واقعات کا مناط بنایا ہے۔

کثیر کتابوں کے مصنف

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف علوم وفنون میں تقریباً بیس تصانیف ہیں، سب سے بڑی تصنیف ان کی کتاب ''الفنون'' ہے یہ بہت بڑی کتاب ہے اور اس میں بہت سارے فواد ہیں، وعظ، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ دین، نحو، لغت، شعر، تاریخ، حکایت اور اس میں ان کے مناظرے اور مجالس بھی ہیں جو منعقد ہوئیں اور ان کے خیالات اور نتائج فکر بھی درج ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا کہ دنیا میں اس سے بڑی کتاب تصنیف نہیں کی گئی، مجھ کو ایسے شخص نے یہ بات بتائی جس نے چار سو سے اوپر والی کوئی جلد دیکھی ہے، حافظ ابن رجب کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا اس سال آٹھ سو جلدیں ہیں۔

حافظ ابن رجب نے قاری فقیہ حنبلی ابومحمد عبداللہ بن المبارک العکبری المعروف ابن نیال رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۲۸ھ) کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ۷۰

برس سے زیادہ تھی، ابونصر الزینی سے انہوں نے حدیث پڑھی اور ابوالوفاء ابن عقیل اور ابوسعید البردانی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ حاصل کیا، یہ شافعی اور حنبلی مسلک کے اکابرین کے ساتھ چلتے تھے، کسی نے ان کو ابن عقیل کی کتابوں سے خریدنے کا ارشارہ کیا تو انہوں نے اپنی ملکیت میں جو کچھ تھا، فروخت کر دیا اور کتاب ''الفنون'' اور کتاب ''الفصول'' خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیں، یہ اہل سنت میں بہتر تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ کے جسد مبارک

نکالنے والی جماعت کو زمین کھا گئی

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جذب القلوب علی دیار المحبوب'' میں سند کے ساتھ لکھا ہے اور محبّ طبریؒ نے ریاض النضرۃ میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ اہلِ حلب کی ایک جماعت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی، اس جماعت نے امیر مدینہ کو قیمتی تحفے تحائف پیش کئے اور گذارش کی کہ روضۂ اطہر میں داخل ہونے اور حضراتِ شیخین کے جسموں کو وہاں سے نکال کر لے جانے دے، سیم وزر کی بڑی مقدار دیکھ کر وہ بدبخت امیر اس سودے پر راضی ہوگیا اور حرم شریف کے دربان کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ لوگ جب بھی روضۂ اقدس کے اندر جانا چاہیں تم دروازہ کھول دینا اور ان کے کسی کام پر اعتراض مت کرنا، دربان کا کہنا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جب سب لوگ مسجد نبوی سے چلے گئے اور حرم شریف کے دروازے بند کردئے گئے تو دیر رات میں باب السلام کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی، میں نے امیر مدینہ کے حکم کی تعمیل میں دروازہ کھول دیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چالیس آدمی کھدال اور مشعل لئے کھڑے ہیں، یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور میں نے مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر رونا شروع کردیا کہ الٰہی! یہ کیا ہو رہا ہے!! کہ اچانک اللہ کی قدرت اور صحابۂ کرام کی

جلالت شان کا مشاہدہ کیا، میں نے دیکھا کہ کھدال اور مشعل بردار لوگ ابھی منبر شریف کے قریب بھی نہیں پہنچے تھے کہ اچانک زمین شق ہوئی اور ان سب کو ان کے سامان کے ساتھ نگل گئی، جب بہت دیر ہوگئی اور یہ افراد اس کے پاس واپس نہیں پہنچے تو اس نے مجھ کو بلوایا اور صورتِ حال معلوم کی، میں نے چشم دید واقعہ اس کو سنایا تو اس کو یقین نہیں آرہا تھا، میں نے کہا: آپ خود چل کر دیکھ لیں ان کے بعض کپڑے ابھی تک زمین کے باہر نمودار ہیں۔

یہ عبرتناک انجام بعد والوں کے لئے درسِ عبرت ہے کہ خاصانِ خدا اور فداکارانِ رسول کی شان میں گستاخی کسی بھی دور میں برداشت نہیں کی جائے گی۔

۲۰۰۵ء میں اہلیہ اور بچوں کے ساتھ حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی، اگرچہ اس سے قبل بارہا عمرہ وزیارت کی تنہا سعادت حاصل کرچکا تھا، لیکن اس سفر میں (میری اہلیہ محترمہ شاہ جہاں سیماء، عزیزم مولوی محمد عثمان حبان قاسمی، عزیزم حکیم محمد عدنان حبان اور عزیزہ امۃ البریرہ ساتھ تھیں) مولوی شفیق الرحمٰن صاحب ندوی ہمارے ہندوستانی ٹور آپریٹر تھے اور بیت اللہ ٹور کے نام سے ان کا رجسٹریشن ہے، جیسے جیسے حج کا زمانہ قریب ہوتا گیا، دوستوں اور ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، جملہ پندرہ آدمیوں کا قافلہ ہوگیا، دارالعلوم محمدیہ کے سکریٹری الحاج سید افضل پاشاہ اور ان کی فیملی اور الحاج عبدالرحمٰن عرف بابو بھائی اور ان کی فیملی، الحاج سید محمد کلیم اللہ صاحب اور ان کی فیملی، بحمدللہ تعالیٰ حج کے شروع دن سے اور آخر تک سب لوگ ساتھ رہے، کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی یا تکلیف نہیں ہوئی، جہاں مزاج کے خلاف کچھ باتیں ناگوار پیش آئیں، ساتھیوں کو سمجھا دیا جاتا اور نصیحتیں بحمدللہ کام آجاتیں، مدینہ منورہ میں دس روز قیام رہا، بہت سے دوستوں سے

ملاقات کا شرف حاصل ہوا، لیکن جو مقصد اصلی تھا وہ روضۂ اقدس پر حاضری اور صلوٰۃ وسلام اور آپ ﷺ کی مسجد مبارک میں نمازوں کی ادائیگی۔

اللہ اکبر! کیا دربار ہے، زمین تا آسمان نور سے بھرا ہے، واللہ آنکھ والا ہی دیکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے دربارِ مبارک میں کیسی نور کی بارشیں نچھاور کی ہیں، چوبیس گھنٹے جلوہ ہی جلوہ، تجلی ہی تجلی، جمال ہی جمال، امت پر آپ ﷺ کی شفقت اور بے پایاں مہربانی عیاں ہیں، اظہر من الشمس ہے، روضۂ اقدس پر حاضری کے بعد ایسا لگتا ہے کہ گویا ایک چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کی گود میں سما گیا ہے، جس کو ماں اپنے پیار اور انس کی گرمی سے فرحت بخش رہی ہے۔

ہم لوگ اپنے کمرہ سے تیار ہو کر مسجد نبوی ﷺ کا رخ کرتے، ہمارے جیسے لاکھوں انسانوں کا سمندر اسی طرف رواں دواں رہتا، ہر ایک کے چہرے پر عقیدت، محبت، الفت اور ندرت کی کیفیات ہوتیں، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "ورفعنا لک ذکرک"۔ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے کونے کونے اور ذرّے ذرّے میں کیا برکت اور نورانیت رکھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہی ہمارا وطن اصلی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی مدنی حفظہ اللہ

مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی مدنی مدظلہ ولد حضرت مولانا محمد عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر حاضری ہوئی، مختلف زیارات سے مشرف کرایا، مدینہ منورہ کے دورانِ قیام میں ایک دن بعد نمازِ عشاء حضرت مولانا عزیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلف الرشید خادم ملت حضرت مولانا عبدالحمید صاحب صدر جمعیۃ علمائے بستی یوپی و برادرِ اکبر حضرت مولانا زبیر احمد صاحب قاسمی

مدظلہ العالی نے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرائی جس میں انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں مسجد کا کتنا اور کون کونسا حصہ تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں کتنی توسیع ہوئی ان کے نشانات اور ستون موجود ہیں، حضورِ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حجرے کہاں تھے اور بہت سی تفصیلات کے علاوہ ایک خاص بات وہ بتلائی جو ابھی میں نے اس مضمون کے ابتداء میں مکمل کی ہے کہ اہل حلب کی جماعت حضورِ اکرم ﷺ کا جسد مبارک نکالنے کے لئے رات میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو شق فرما کر تمام کو زمین کا لقمہ بنا دیا، وہ جگہ ریاض الجنۃ کے داھنی طرف ممبر کے برابر میں جو دروازہ ہے سنہری اس کے اندر داخل ہوتے ہی بمشکل دس قدم پر ہے، حکومت نے یادگار کے طور پر اس جگہ سیاہ پتھر لگا دیا ہے اور اوپر قالین ڈلوادئے ہیں، قالین ماشاء اللہ پوری مسجد نبوی ﷺ میں بچھے ہوئے ہیں، بہر حال حضرت مولانا عزیر احمد صاحب قاسمی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے! انہوں نے اس واقعہ کو اچھی طرح تفصیل سے سنایا، بعد میں اس جگہ کی زیارت بھی کرائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت جماعت کو زمین میں کس طرح دھنسا دیا تھا۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

قرآن میں محبوبوں کا ذکر

وہ قرآنِ پاک جو انسانی ہدایت کے لئے رہبر ورہنما ہے، جس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے، جس کی تعظیم نہ کرنے والا حق اللہ کی تحقیر کرتا ہے، اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جو اسے پیشوا بنانے والے کو جنت میں لے جائے گا، جس کی تعظیم وتوقیر سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں میں اس کو محبوب ومقبول بنا دیتا ہے۔ وہ قرآن جس کی ایک آیت کی تلاوت آسمان کے نیچے کی ہر چیز سے افضل ہے، اسی قرآن کی فضاء ہیں محبوبِ کائنات سید الانبیاء فخر موجودات سرکارِ ابد قرار روحی فداہ سید عالم ﷺ، وہی محبوب جس کے حضور آسمان وزمین والے درود وسلام کے گجرے پیش کررہے ہیں، انہیں کے ذکر سے فضائیں گونج رہی ہیں، کہیں ان کی حیاتِ طیبہ کا ذکر تو کہیں ان کے مولد مقدسہ کا، کہیں حسن وجمال کا کہیں مزاج وہاج کا، کہیں رنج والم کا تو کہیں رضا وخوشنودی کا، کہیں اخلاقِ عالیہ کا تو کہیں تعلیماتِ وہبیہ کا، کہیں منصب نبوت پر سرفرازی کا تو کہیں اس سرفرازی پر خوشیاں منانے اور کہیں منازل ومقامات کا، کہیں محبوبیت اور اقرابیت کا، کہیں حقیقت وماہیت کا، کہیں کائنات اور کہیں معراج سماوات کا، کہیں ہجرت کا، کہیں بیعت کا، کہیں غزوات کا، کہیں فتوحات کا، کہیں سابقین کا، کہیں انعام واکرام کا، کہیں ان کی رحمت عام کا، کہیں ان کی تعظیم وتوقیر کا، کہیں شفقت ومرحمت کا، کہیں ان کی معصومیت

کا، کہیں بے داغ سیرت کا، کہیں مجلس کے آداب کا، کہیں ان کی باتوں کا، کہیں ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا، کہیں ان سے الفت ومحبت کا، کہیں ان کی رفعت وبلندی کا، کہیں انشراح صدر کا، کہیں عطائے خاص کا، کہیں ان کے فضل وکمال کا، کہیں ازواج مطہرات کا، کہیں رفیقانِ دم ساز کا، کہیں فرشتوں کے آنے جانے کا، کہیں جنوں کے اسلام لانے کا اور جگہ جگہ اہل بیت اطہار کا۔ (اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل میں ہم کو بھی اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمالے، آمین!)

تحدیث نعمت کے طور پر ذکر کرتا ہوں کہ بحمد اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن مجلس رحیمی کے بعد مختلف دوستوں اور متعلقین سے ملاقات ہوتی ہے ان کے احوال وکوائف معلوم ہوتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کئی خوش نصیب حضرات ایسے ہیں جن کو بار بار سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ **فللہ الحمد والشکر**

ایں سعادت بزور بازو نیست

اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اس کو اپنے در کا اور محبوب کائنات ﷺ کے در کا حاضر باش بنادیں، اور اپنی عطا وتوجہ سے سرفراز فرمادیں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

شوہر کی نافرمانی بیوی کرے
اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاملات میں عورت کو شوہر کا تابعدار بنایا ہے اور اطاعت کا حکم دیا ہے، امہات المومنات سے جب ہلکی سی نافرمانی کا احتمال پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آیات نازل فرما کر تنبیہ فرمادی کہ ''تم ہمارے نبی اور ہمارے محبوب کا کہنا نہ مانو گی تو ہم تم سے بہتر بیویاں ان کو عطا کریں گے''۔

آج کے فیشن ایبل ماحول میں خاص طور پر نوجوانوں کو کہا کرتا ہوں کہ بے نمازی اور دین پر عمل نہ کرنے والی عورت کو برداشت نہ کرو، ہاں ان کو نصیحت کرو، مان لیں تو بہتر ہے، عورت کی سب سے بڑی خوبی اس کی شرم وحیاء اور دینداری ہے، ظاہری حسن وجمال اور بات بناؤ عورت خاندان کے لئے ،فیملی اور گھر کے لئے فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ سورۂ تحریم آیت نمبر پانچ میں امہات المومنین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے ''اگر پیغمبر تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت بجالانے والیاں، روزے رکھنے والیاں ہوں گی بیوہ اور کنواریاں''۔

''سائحات'' کا ترجمہ بعض مفسرین نے سیاحت کرنے والیاں اور بعض نے ہجرت کرنے والیاں لکھا ہے، اکثر مفسرین نے روزے رکھنے والیاں لکھا ہے، طبرانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس میں بیوہ سے مراد حضرت آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد حضرت مریم بنت عمران ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ، آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون سے کردیا ہے، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہؓ! تم اپنی سوکنوں سے میرا اسلام کہنا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! مجھ سے پہلے بھی آپ نے کسی سے نکاح کیا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم، آسیہ اور کلثوم کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے، جنت میں تمہارے گھر کے دائیں بائیں مریم اور آسیہ کے گھر ہیں، آیت میں ازواجِ مطہرات کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ تم سے بہتر بیویاں عطا کرے گا، یہ بات بطورِ تنبیہ ہے، آیت میں ثیبات اور ابکار کے الفاظ ہیں ثیبہ کے معنی ہیں لوٹ کر آنے والی، یہ لفظ بیوہ عورت کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاوند سے لوٹ کر آتی ہے اور پھر بے خاوند ہوجاتی ہے، ''ابکار'' بکر کی جمع ہے یعنی کنواری۔ (ابن کثیر معارف القرآن)

اولاد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ مرد اپنا نکاح نیک عورت سے کرے، تاکہ اس کے بطن سے نیک اولاد پیدا ہوں۔

میں سب سے پہلے اپنی تینوں بیٹیوں کو تاکید کیا کرتا ہوں کہ تمہاری جنت تمہارا شوہر ہے اور تمہاری دوزخ بھی تمہارا شوہر ہے، یعنی شوہر کی فرماں برداری کرو گی تو جنت ملے گی اور نافرمانی کرو گی تو دوزخ ملے گی، الحمدللہ اس کا اثر ہے کہ

بندہ کی تینوں بچیاں اپنے شوہروں کے ساتھ خوش ہیں، ماشاءاللہ حالات اور زمانہ کے اعتبار سے خوب پڑھی لکھی ہیں، قرآنِ مجید، دینیات، درسِ نظامی کے علاوہ انگریزی، ہندی اور کنڑا وغیرہ بھی خوب لکھ پڑھ لیتی ہیں، اس کے باوجود شوہر کی مطیع اور فرماں برداری میں کمی نہیں۔

ہر مومن اور مسلمان کو اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کرنا چاہئے کہ وہ اپنی خدمت اور حسن اخلاق سے شوہر کا دل جیت لے اور ساس کو ماں سمجھے اور نند کو بہن، پھر کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں ہوسکتا۔

نانی اماں کی خدمت گزاری

میری نانی اماں حمیدہ بیگم کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا، لیکن میں نے ان کے متعلق اپنے نانا جان سلیم الدین انصاری صاحب مرحوم کی زبانی سنا، وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اصغری بیگم کی ماں حمیدہ بیگم کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے میری ایسی خدمت کی اتنا آرام پہنچایا کہ میری زبان اس کا حق ادا نہیں کرسکتی، افسوس عمر نے وفا نہ کی اور جوانی میں ہی انتقال فرما گئیں۔

حق تعالیٰ مغفرت کرے میرے نانا جان اور نانی اماں کی کہ جن کے صلب سے نیک اور دردمند دل اولاد پیدا ہوئی۔ میرے ماموں جناب سعید الدین صاحب مرحوم اور حکیم الدین صاحب کو بے شمار خوبیوں سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔

بندہ راقم الحروف بچپن سے لے کر جوانی تک ان کے سایۂ عاطفت میں رہا۔ ہمیشہ لطف واحسان فرماتے رہے، اور آج بھی جبکہ میرے قدم بڑھاپے کی طرف چل نکلے، میرے ماموں کا سایہ اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر قائم رکھا ہے، اللہ تعالیٰ تادیران

کو باقی رکھے لیکن افسوس اسی سال ۱۵؍جنوری بروز جمعہ بعد نماز مغرب والدۂ محترمہ جناب اصغری بیگم اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور اپنے محبوب بندوں میں شمار فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

۱۵۰ مسجدوں کی تعمیر اور ۵۵ ہزار مسلم بچوں کی تعلیم

افریقہ میں مسلم نوجوانوں کی خدمات

۱۹۸۲ء میں کویت میں مقیم نوجوانوں نے افریقی اسلامی سوسائٹی کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا مقصد افریقہ میں مسلمانوں کے وجود و بقاء کے لئے جاری کش مکش سے دور رہ کر مسلم عوام کی مثبت خدمات انجام دینا تھا، اس انجمن نے تعلیمی، طبی، دینی اور اجتماعی میدانوں میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ۱۵۰ مسجدوں کی تعمیر، ۵۴۰ قرآنی مکاتب کا قیام، ۹۰ عربی زبان وادب اور دعوت وارشاد کے دارالعلوم، ۹۰ ٹیکنیکل تعلیم کے ادارے، ۶۵۰۰ یتیموں کی تعلیم اور ان کی کفالت، ۱۲۰۰ مبلغین کا تقرر، ۱۶ مختلف علوم وفنون کے اسلامی مراکز، ۵۵۰۰۰ مسلم طلباء کی تعلیمی فیس کی ادائیگی، ۶۰۰۰۰ ٹن غذائی سامان اور دواؤں کی فراہمی، ۲۲۵ ملین قرآنِ کریم کے نسخوں کی تقسیم اور ۳ ملین اسلامی کتابوں کی اشاعت، اس کے علاوہ انجمن نے مغربی افریقہ میں ایک اسلامی ریڈیو اسٹیشن بھی قائم کیا ہے جو سولہ ریاستوں کے لئے آٹھ زبانوں میں اپنے پروگرام نشر کرتا ہے، انجمن کی اور بہت سی گرانقدر خدمات ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں لانا دشوار ہے، انجمن کے بارے میں مندرجہ بالا تفصیلات سعودی عرب سے شائع ہونے والے روزنامہ

''الندوۃ'' نے شائع کی ہیں، روزنامہ کے مطابق انجمن کی پالیسی اگرچہ مقابلہ آرائی سے الگ رہ کر خدمات انجام دینا تھی مگر پھر بھی اس کو مختلف طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، میدانِ عمل کی وسعت امکانات کی قلت اور ہر قسم کے وسائل سے لیس عیسائی مشنری طاقتیں جن کو حکومتوں کا فراخدلانہ تعاون حاصل ہے جگہ جگہ پر انجمن کے کاموں میں رکاوٹ کا باعث بنتی رہیں، یہ الگ بات ہے کہ وہ مسلم حوصلہ مند نوجوانوں اور ان کے پختہ عزائم کے سامنے قدم نہ جماسکیں اور اپنے تمام تر وسائل کے باوجود ان کے کام کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچاسکیں، ایک امریکی میگزین کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے انجمن کے مقابلہ میں اپنے زبردست اور لامحدود وسائل کا استعمال کیا، انہوں نے امریکہ میں ۱۳۹ ہزار ملین امریکی ڈالر کی رقم جمع کی جس سے اسی سال ۲۹۹۸۱۰۰ عیسائی مبلغین کی بھرتی کی گئی، ۶۴۴۰۰ نئی کتابیں شائع کیں اور ۱۱۲۵۶۴۴۰۰ انجیل کے نسخے تقسیم کئے، مشنریوں کی جانب سے ۲۴۰۰ دعوتی رسالے شائع ہورہے ہیں اور مختلف مقامات پر ۱۶۲۰ ریڈیو اسٹیشن کام کر رہے ہیں، یہ اعداد وشمار مذکورہ میگزین کی جلد اول شمارہ ۱۱/ جنوری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئے ہیں، واضح ہو کہ افریقہ کے بعض ملکوں میں مسلمانوں کے انفرادی تشخص، ان کے تمدنی، تہذیبی اور تعلیمی وجود کو ختم کرنے اور عالم اسلام سے ان کا رابطہ منقطع کرنے کی منصوبہ بند سازشیں ہنوز جاری ہیں۔ (ماخوذ ماہنامہ نقوش عالم، بنگلور)

افریقہ کے مسلم نوجوانوں کی طرح ہندوستان کے نوجوانوں کو بھی اپنی بساط بھر کوشش کرنی چاہئے، خدمت خلق بہت اونچی اور فضیلت والی عبادت ہے، اس لئے کہ عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت خلق سے اللہ تعالیٰ ملتے ہیں، آج ہم مختلف انجمنیں بناتے ہیں جو اخلاص سے خالی ہوتی ہیں اور ریاکاری اور دکھاوا زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے اور غیر ایمان والوں کی صحبت اور ان کی ہم نشینی سے حفاظت فرمائے، آمین!

افریقہ کے مسلم نوجوانوں کا یہ اقدام معرفت اور طریقت کی اصل روح ہے بلکہ یہی اصل طریقت ہے، کیوں کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

دنیا دارالعمل ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یرموک کی لڑائی میں دو بستے کتابوں کے ملے تھے، ان کتابوں میں سے ایک کتاب میں درج ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ فرشتے کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کے لئے ہوائیں چلادے، فرشتے نے کہا: کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کردوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، اتنا بڑا سوراخ کردو گے تو ہوا زمین کو اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی، بلکہ اتنا روزن کرو جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے، فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی، یہ ہوائیں جہاں جہاں سے بھی گزریں تمام چیزوں کو تہ وبالا کرتی گئیں، ہواؤں کو بے برکت والی کہنے کا مطلب ہے کہ ان کی اصل خاصیت جان داروں کو آرام دینا اور درختوں کو ثمر آور کرنا ہے، مگر یہ عذاب والی ہوائیں آباد بستیوں کو برباد کر کے کھنڈر بنادیں، یہ تیز وتند ہوا گھنٹہ دو گھنٹے نہیں بلکہ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی، اس ہوا کو بے برکت اور بانجھ ہوا کہا گیا ہے، نہ بادلوں کو لانے والی تھی نہ بارش برسانے والی، قوم عاد نے اپنے کرتوت سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیا تھا۔

دنیا دار العمل ہے دار المکافات نہیں

دنیا دار العمل ہے دار المکافات نہیں، لیکن بعض اوقات انسانوں کی نافرمانی اس قدر حدود پھاند جاتی ہے کہ عذاب کا آغاز یہیں سے شروع ہوجاتا ہے، حقیقی جزا اور سزا تو آخرت میں ملے گی، ان واقعات کے بیان کرنے میں انسانوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ (ابن کثیر معارف القرآن)

☆☆☆

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام

امام ابو یوسفؒ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ان کا اصل نام یعقوب ہے، امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں بستر پر آرام کرنے کے لئے آیا تو اچانک کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرثمہ بن اعین ہے، انہوں نے کہا کہ چلئے آپ کو امیر المومنین ہارون رشید یاد فرما رہے ہیں، یہ سن کر میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور ڈرتا ہوا امیر المومنین کے گھر آ گیا، دروازہ پر ہرثمہ سے پوچھا کہ بھائی امیر المومنین کے پاس اور کون بیٹھا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں، پھر گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور ان کی داھنی طرف عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں، چنانچہ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

ہارون رشید نے کہا: ابو یوسفؒ! میرے گمان میں تم کو خوف میں مبتلا کردیا ہے، میں نے کہا: خدا کی قسم! ہاں بلکہ جو میرے پیچھے ہیں وہ بھی خوف زدہ ہوگئے ہیں، یہ سن کر ہارون رشید تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: اے یعقوب! تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں، ہارون رشید نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے بلایا ہے تاکہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک باندی ہے، میں نے ان سے یہ کہا کہ تم اس باندی کو مجھے ہبہ کردو، لیکن اس نے انکار کردیا، خدا کی قسم! اگر یہ ہبہ نہ کرے گا تو میں اسے قتل کروں گا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے بن جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے نزدیک باندی کی اس قدر اہمیت ہے کہ تم نے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا اور باندی کی وجہ سے تم نے اپنی قدر امیر المومنین کے یہاں گرادی ہے، آخر کار وہ باندی بھی ہر حال میں تم سے چلی جائے گی، یہ سن کر عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ امیر المومنین نے دھمکی دینے میں جلدی کر دی ہے، آخر کار کوئی بات یا کوئی عذر تو سننا چاہئے، میں نے کہا اچھا بتاؤ کیا بات ہے کیا عذر ہے؟

عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ میں نے اس باندی کو طلاق اور آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اگر چہ میرا سارا مال کیوں نہ لٹ جائے لیکن میں اس باندی کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہبہ کر سکتا ہوں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہارون رشید میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابو یوسفؒ! اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں نکل سکتا ہے، فرمایا کیسے؟ میں نے کہا یہ نصف باندی تو آپ کو ہبہ کر دے اور نصف باندی آپ کو فروخت کر دے تو گویا وہ باندی نہ ہبہ ہوگی اور نہ فروخت ہوگی، عیسیٰ بن جعفر نے کہا ابو یوسفؒ! کیا ایسا کرنا جائز ہے، میں نے کہا ہاں جائز ہے، عیسیٰ نے کہا اچھا آپ گواہ رہئے میں نے نصف باندی امیر المومنین کو ہبہ کر دی اور نصف ایک ہزار اشرفیوں کے عوض ان کے ہاتھ فروخت کر دی، ہارون رشید نے کہا: میں نے نصف باندی بطور ہبہ قبول کر لی اور اور نصف باندی ایک ہزار اشرفیوں کے عوض خرید لی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اچھا میرے پاس باندی اور مال لایا جائے، چنانچہ دونوں نے باندی اور مال حاضر کر دیا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المومنین! اب باندی کو لے لیجئے اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔

ہارون رشید نے کہا اے یعقوب! ایک چیز اور باقی رہ گئی ہے وہ بھی حل کر دیجئے، میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ باندی تو مملوکہ ہے اور باندی کو حیض تک ترکِ جماع کرنا ضروری ہے، خدا کی قسم! اگر میں نے یہ رات باندی کے ساتھ نہ گزاری تو میری جان نکل جائے گی، میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لیں اس لئے کہ آزاد عورت کے لئے حیض تک ترکِ جماع کرنا ضروری نہیں۔ ہارون رشید نے کہا: اچھا میں نے آزاد کیا اب کون نکاح پڑھائے گا؟ میں نے کہا: میں نکاح پڑھا دوں گا، چنانچہ مسرور اور حسین کے سامنے میں نے خطبہ پڑھا اور اس باندی کا نکاح بیس ہزار اشرفیوں کے عوض مہر متعین کر کے ہارون رشید سے کر دیا، اس کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اچھا حضور عالی جاہ آپ مہر کی رقم میرے پاس لے آیئے تا کہ میں باندی کو ادا کر دوں، چنانچہ مہر کی رقم لا کر ادا کر دی گئی۔

اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا: ابو یوسف! اب آپ جا سکتے ہیں اور مسرور سے کہا کہ دو لاکھ درہم اور بیس کپڑوں کے تخت ابو یوسف کو بطور انعام دیئے جاتے ہیں وہ تم ان کے گھر پہنچا دو، چنانچہ یہ انعام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچا دیا گیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک آدمی نہایت خاموش رہتا تھا، کبھی کوئی بات پوچھتا ہی نہیں تھا، ایک دن امام ابو یوسفؒ نے اس سے کہا کہ بھائی تم کبھی کچھ پوچھتے ہی نہیں ہو، اس نے کہا: جی ہاں آپ کہتے ہیں تو سوال کرتا ہوں، بتایئے کہ روزہ دار کب افطار کرے؟ آپ نے فرمایا: جب سورج چھپ جائے، اس نے کہا: اگر نصف رات تک سورج نہ چھپے تو روزہ کب افطار کرے؟ یہ سن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور فرمایا تم واقعی خاموش رہتے ہو میں نے تمہیں ابھارنے میں غلطی کی ہے، اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھے۔

عجبت لا زراء الغبی بنفسه

وصحت الذی قد کان بالقول اعلما

ترجمہ: میں غبی آدمی کو چھیڑ کر حیرت میں پڑ گیا جب اس نے خیالات کا اظہار کیا تو اس کی وجہ سے میں خاموش ہو گیا۔

وفی الصمت ستر للغبی وانما

صحیفة لب المرأ ان یتکلما

ترجمہ: سکوت غبی کے لئے پردہ ہے، گفتگو کرنا آدمی کے دماغ کا صحیفہ ہے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک آدمی بعض علماء کی مجلس میں بیٹھتا لیکن بات بالکل نہ کرتا تھا، ایک دن اس سے یہ کہا گیا کہ بھائی تم بالکل بات نہیں کرتے ہو، اس نے کہا اچھا یہ بتایئے کہ ہر مہینہ ایامِ بیض کے روزے کیوں مستحب ہیں؟ عالم نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا، اس پر اس آدمی نے کہا کہ ایامِ بیض کے روزے اس لئے مستحب ہیں کہ چاند کی انہی ایامِ بیض میں گہن لگتا ہے، اس لئے اللہ جل شانہ نے یہ چاہا کہ آسمان میں کوئی نئی چیز ایسی سامنے نہ آئے جس کا ظہور زمین میں نہ ہوا ہو۔ اس موضوع پر یہ بہت عمدہ واقعہ ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک آدمی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور برابر خاموش رہتا تھا، ایک دن امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی تم کچھ بولا کرو، اس نے کہا کہ میں خاموش رہتا ہوں تو محفوظ رہتا ہوں اور سنتا ہوں تو علم میں اضافہ ہوتا ہے، اس لئے کہ آدمی کا نصیبہ اس کے سننے میں رکھ دیا گیا ہے اور زبان میں نصیبہ دوسرے کے مستفید ہونے کے لئے ہے۔ ......ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کر رہا تھا تو امام شعبیؒ نے فرمایا: ہم نے یہ کبھی نہیں سنا ہے،

جوان نے کہا: کیا آپ نے ہر علم کو سن لیا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں، جوان نے کہا: کچھ حصہ بھی نہیں سنا؟ امام شعبی نے فرمایا: ہاں کچھ حصہ تو ضرور سنا ہے، جوان نے کہا کہ پھر یہ بات آپ کان کے اندر اس خانہ میں رکھ لیجئے کہ جس کو آپ نے نہیں سنا ہے، یہ سن کر امام شعبیؒ خاموش ہو گئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا اور سب سے پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے علماء کا اس موجودہ نہج کے مطابق لباس متعین کیا، ورنہ عام طور پر لوگوں کا لباس ایک ہی وضع قطع کا رہتا تھا، کسی آدمی کو لباس کے ذریعہ ممتاز نہیں کر سکتے تھے۔

امام ابو یوسفؒ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص اور جانشین ہیں، آپ کا مسلک بھی حنفی ہے، آپ نے فقہ کی نسبت جو خدمات انجام دی دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی، ایک بڑی جماعت آپ نے فقہاء کرام پر تیار کی جس نے قرآن وسنت سے مسائل اخذ کر کے امت پر بڑا احسان کیا اور مسائل کو سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی پیدا فرما دی، اللہ تعالیٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو پوری امت کی طرف سے بہتر بدل عطا فرمائے، آمین۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اخلاص ایک مشک ہے

اخلاص ایک مشک ہے جو دل میں محفوظ ہوتی ہے، اس کی خوشبو حامل مشک کو پہنچتی رہتی ہے، عمل صورت ہے اور اخلاص اس کی روح، چنانچہ طاعات کی صورت پر مغرور نہ ہو، کیوں کہ اخلاص کا مدمقابل (فریق) جب حاکم جزا کے پاس آئے گا تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا، اخلاص کا بازار بہرصورت نفع بخش ہے، اس میں کساد بازاری نہیں، مخلص انسان اپنی طاعات کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اسے اتفاقی امر شمار کرتا ہے اور قبولیت کا قلم اسے جوہر کے مقام میں ثابت کرتا ہے۔

زینۃ الواعظین ودرۃ الناصحین امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی میدانِ وعظ کی جولانی ہے، میں نے آپ کی حیات علمی کے بہت سے درخشاں پہلو جو علم کی جولانیوں سے معمور ہیں، تاریخ نے صرف ایک پہلو کا قدرے تذکرہ کیا ہے، آپ کی تصنیفات کا ذکر نہیں کیا جو چار سو سے زائد ہیں، یعنی تاریخ نے صرف وعظ کے پہلو کا ذکر کیا ہے جس میں وہ اپنے ہمعصر علماء وشیوخ سے فائق تھے، حتی کہ ایک غریب الوطن واعظ بغداد دیکھنے آئے اور اہل بغداد ان کے پاس حاضر ہوئے لیکن وہ بھی علم ووعظ میں ابن الجوزیؒ کے مقام کو نہ پہنچ پائے، البتہ ہمعصری ایک ستر پوش حجاب ہے، چنانچہ امام ابن الجوزیؒ نے کچھ غیرت مندانہ اشعار بھی اس ضمن میں کہے تھے۔ لیکن اس کے

باوجود اس اعراض سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان کی رفعت اور مرتبت میں اضافہ ہی ہوا اور یہ امر ان کی تالیفات کی تابندگی کا سبب بنا۔

فمضی وقد ابقیٰ ماثرہ
ومن الرجال معمر الذکر

یعنی خود تو چلے گئے مگر اپنے آثار کو زندہ چھوڑ گئے، بعض لوگ تادیر یاد رکھتے ہیں۔

کچھ کئے جاؤ لے کے نامِ خدا
کچھ نہ کرنا بڑی خرابی ہے
کامیابی کچھ اور چیز نہیں
کام کرنا ہی کامیابی ہے

(امجد حیدرآبادی)

☆☆☆

کمزور اور حقیر مخلوق کے ساتھ
حسن سلوک پر انعام

تاریخ دولت ناصری میں مذکور ہے کہ ابتدائی زمانہ میں امیر ناصرالدین سبکتگین (والد محترم سلطان محمود غزنوی) ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے نیشا پور میں رہتا تھا، صرف ایک گھوڑا ان کے پاس تھا، جس پر سوار ہو کر جنگلوں میں شکار کی تلاش میں گھوما کرتا تھا، ایک دن شکار کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ دور سے ایک ہرنی نظر آئی جو بچے کو ساتھ لئے چرنے میں مشغول تھی، سبکتگین نے کسی طرح ہرنی کے بچے کو پکڑ کر شہر کا رخ کیا، جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا بیچاری ممتا کی ماری ہرنی اپنے بچے کے پیچھے چلی آ رہی تھی، امیر سبکتگین کو یہ دیکھ کر ترس آ گیا، اس نے بچہ کو رہا کر دیا، بچہ اچھلتا کودتا اپنی ماں کے پاس چلا گیا، واپسی پر ہرنی مڑ مڑ کر امیر سبکتگین کی طرف دیکھتی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں رحم دل شکاری کا شکریہ ادا کرتی جاتی تھی۔ اس رات سبکتگین نے خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں: سبکتگین! اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کیا، تو ایک دن بہت بڑا بادشاہ بنے گا، جب بادشاہ بنے تو خدا تعالیٰ کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کرنا تا کہ تیری سلطنت کو قیام و دوام حاصل ہو۔ (جوامع الحکایات والوامع الروایات حصہ دوم از محمد عونی ترجمہ اختر شیرانی ص ۱۰۴ تا ۱۰۵)

سبکتگین کی وفات بعمر ۵۶ سال ۳۸۷ھ مطابق ۹۹۷ء میں ہوئی، غزنی میں مدتوں رہے، ان کی اولاد میں ۱۴ بادشاہ ہوئے اور غزنی سے نواح لاہور تک حکمراں رہے۔

(تاریخ عالم اسلام پنجم مصنفہ محمد طارق حسین صادق صدیقی ۱۳۹ تا ۱۴۰)

آہ دوستو! آج ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہی نہیں چاہتے، عوام کی بات چھوڑ دیجئے خواص کو لیجئے، ان سے ملنے جائیں تو ناگواری ہوتی ہے، کیوں آئے ہیں؟ مصافحہ کرتے ہیں تو پورے ہاتھ سے نہیں بلکہ چار انگلیوں سے، گویا آنے والے کے ہاتھ ناپاک ہیں۔

اے میرے پیارے دوستو! اسوۂ رسول اکرم ﷺ سے کچھ تو عکس لے لو، تا کہ دنیا بھی سیدھی ہو جائے اور آخرت بھی بن جائے، میں اپنے شاگردوں اور خواص کو تاکید کرتا ہوں کہ کتنا ہی حقیر ہو اس کو حقیر نہ جانو ورنہ تو خدا تعالیٰ تمہیں حقیر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین۔

اچھے باپ کے اچھے بیٹے

جانسٹھ روڈ پر ایک معروف قریہ ہے بہادر پور، یہاں ایک نیک دل اور بہادر اور سخی شخصیت گذری ہے جن کو جھجّو خان صاحب کہا جاتا تھا، ان کے صاحبزادہ محترم منشی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ تھے، جو اپنے زمانہ اور کارناموں کے اعتبار سے ولی کامل تھے۔ منشی جی کی اہلیہ محترمہ کے چچا حافظ صغیر احمد صاحب مظفرنگری تھے نہایت بہادر اور نہایت رحم دل، ہر وقت اپنے رشتہ داروں اور لوگوں کے کام آتے خدمتِ خلق سے سرشار رہتے تھے، ان کی زندگی ایک بہادر اور شجاع کی حیثیت سے گذری ہے، کیسا ہی نازک موقع آ گیا کبھی ہمت نہیں ہاری اور مظلوم کی مدد سے کبھی منہ نہیں موڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا بھی ایسا ہی عطا فرمایا، جن کو لوگ الحاج ضمیر احمد (مالک کریم

ہوٹل) کہتے ہیں، وہ مظفر نگر اوقاف کے چیئر مین رہ چکے ہیں، اپنی تدبیر اور حکمت سے انہوں نے اوقاف کی آمدنی کے ذرائع پیدا کئے اور گمشدہ زمینوں کو تلاش کر کے ان کو اوقاف کی آمدنی کے قابل بنایا، ماشاءاللہ آپ اسم با مسمّٰی ہیں باضمیر ہیں اور ملک وملت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ خدمات کو قبول فرمائے، میرے فرزند عزیز ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی سے وہ نہایت قریب ہیں ان کی سرگرمیاں سن کر دل کو مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں قبول کروں گا، ہم بہت دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں، پھر دعا کیسے قبول ہو؟

- خدا تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔
- ابلیس لعین سے دشمنی کا دعویٰ کرتے ہو، مگر چلتے ہو اسی کی راہ پر۔
- محبت رسول ﷺ کا دعویٰ تو کرتے ہو، مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔
- جنت کے آرزومند اور طالب تو ہو، مگر اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔
- جہنم کا خوف تو ظاہر کرتے ہو، مگر معاصی سے اجتناب نہیں کرتے۔
- تم جانتے ہو کہ موت یقینی ہے، مگر اس کے لئے تیاری نہیں کرتے۔
- دن رات غیروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو، مگر اپنے عیوب پر نظر نہیں ڈالتے۔
- خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو، مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔
- تم اپنے مردوں کو قبروں میں اتارتے ہو، مگر ان (واقعات) سے ذرا بھی عبرت نہیں حاصل کرتے۔

یہ اس شخص کو تنبیہ اور جواب ہے جو نہ صرف یہ کہ خوبصورت اور جاذب نظر جسم رکھتا ہے بلکہ اپنے وقت کے بہترین دل و دماغ اور علم و ہنر رکھنے والوں میں جس کا شمار ہوتا ہے، یہ شاہانہ مشاہدات و تجربات کا مالک ہے جو دنیا کے تمام تر نشیب و فراز اور جملہ انسانی احوال وکوائف پر محیط ہے، بہترین سے بہترین لوازماتِ زندگی اور کرّ وفر کو جس کے عام طور پر اس کے معاصرین خواہشمند ہیں ایک عرصہ تک برت چکا ہے اور لطف اندوز ہو چکا ہے، حقائق عالم سے تعلق پر تلخ و شیریں کا مزہ چکھ چکا ہے، پھر کوئی خلش یا وجہ ایسی ضرور ہے جو محبت و تاج کو ٹھوکر مار کر دربدر بھٹک رہا ہے، مگر مقبولیت اور اقبال مندی کا یہ عالم ہے کہ اپنی مملکت کے اعلیٰ ترین منصب سے دست برداری کے باوجود شاہی محلات کی حدود سے لے کر عوامی حلقہ تک ہر کس و ناکس دل و جان سے اسے پسند کرتا ہے اور اس کی واپسی کا منتظر اور متمنی ہے، امراء و وزراء اور وقت کے بہترین دل و دماغ رکھنے والے لوگ، مخلص اور معاونین اسے کھوجتے پھر رہے ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو چھپاتا پھر رہا ہے، اسے خود اپنی تلاش ہے، اپنے خالق و مالک محبوب رب کی تلاش ہے، پروردگار محشر کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کی فکر ہے، منصف حقیقی کے فیصلہ کے پیش نظر اخروی اور دائمی فلاح و نجات کی فکر ہے، یہاں تک کہ اہالیانِ سلطنت کی تلاش بسیار کے نتیجہ میں ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات اور دریائے دجلہ کے کنارے مشہور مناظرہ یا مذاکرہ پیش آتا ہے جس میں ایک طرف یہ تنہا ابراہیم بن ادھمؒ اور دوسری طرف علماء فضلا اور اراکین سلطنت کا گروہ ہے، بحیثیت حکمراں مخلوق خدا کے حقوق کی پاسداری اور حق تلفی سے متعلق نیز خدمت اسلام کی عظمت و اہمیت کی بابت طویل مذاکرات کے نتیجہ میں یہ دانشور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام دلائل کو رد کر چکے ہیں، یہاں تک کہ آخری مختصر

مختصر دلیل کی جواب دہی میں بالکل بے بس ہو جاتے ہیں اور بات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بڑے تاثر کے ساتھ اپنے ہم جلیسوں، ندیموں سے پوچھتے ہیں کہ ''اچھا تو سب کچھ ہوا، یہ بتاؤ کہ قرآنِ حکیم میں جو یہ مذکور ہے فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (ایک طبقہ اہل جنت کا ہوگا اور ایک طبقہ اہل جہنم کا) بتاؤ میرا شمار کس طبقہ میں ہے؟ اور جب نہیں بتا سکتے تو مجھے میرے حال پر رہنے دو اور اپنی سابقہ صورتِ حال پر لے جانے کے لئے اصرار نہ کرو''۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۷ھ) کا شمار دوسری صدی ہجری کے اکابر و مشائخ میں ہوتا ہے، قلوب کے مردہ ہونے کے جن دس شواہد و اسباب کی آپ نے نشان دہی اپنے معاصرین کے حق میں کی تھی، آج کم و بیش تیرہ سو سال بعد مسلمانوں کے حق میں عمومی طور پر پورے ہوتے نظر آرہے ہیں، طالبانِ راہِ طریقت کے حق میں اس طرح کی تنبیہات تاریخ کے ہر دور میں نشانِ راہ بنی رہیں، انسانی تاریخ کا ہر دور اور تمدنِ انسانی کا ہر موڑ ایسے ہی حساس اور غیرت مند اشخاص کی شخصیت و کردار کی زینت بنا رہا، جنہوں نے مثبت طریقۂ فکر کو اپنایا، بسایا اور اختیار کیا، دراصل ہمیں بھی ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب کی ضرورت ہے جو ہمیں اپنے مقام و مقصد سے آشنا کر دے اور منازل تقرب میں ہماری رہنمائی کر سکے۔ ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(علامہ اقبالؔ)

☆☆☆

سات کا عدد

مختلف نصیحتیں اور افضل اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک وتباہ کن گناہوں سے بچو، صحابۂ کرامؓ نے دریافت فرمایا وہ سات گناہ کونسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (۱) شرک (عبادت، صفات یا افعال میں کسی کو شریک کرنا) (۲) جادو کرنا (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جان بچانے کے لئے جہاد میں لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا (۷) پاک دامن بھولی بھالی بندیوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

سات خوش نصیب افراد

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایۂ رحمت میں لے لے گا جس دن اس کے سایہ کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل بادشاہ یعنی حاکم (۲) وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت (محبت) میں جوان ہوا ہو (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو (۴) وہ دو آدمی جو خالص اللہ کی محبت میں آپس میں جمع ہوئے ہوں، کوئی دنیاوی غرض ایک دوسرے سے وابستہ نہ ہو (۵) وہ شخص جسے حسب ونسب وجمال والی عورت بلائے اور وہ کہے

کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ جو چھپ کر صدقہ دے حتی کہ جو دائیں ہاتھ نے دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو (۷) جو تنہائی رات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔

جمعہ کے دن سات افضل اعمال

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ان سات اعمال کو بجالائے اسے ہر ہر قدم پر ایک سال نفلی روزے اور رات کو عبادت کرنے کا ثواب ملے گا، وہ سات اعمال یہ ہیں (۱) غسل کرنا (۲) اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننا اور عطر لگانا (۳) جمعہ کے لئے جلدی جانا (۴) مسجد کی طرف پیدل جانا (۵) امام کے قریب یعنی پہلی صف میں بیٹھنا (۶) خطبہ غور سے (خاموشی کے ساتھ) سننا (۷) خطبہ کے دوران کوئی لغو یا بیہودہ کام یا گفتگو نہ کرنا۔

(ترمذی وابوداؤد)

مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ حدیث نے فرمایا کہ ہم نے شریعت اسلامی میں ایسی فضیلت والی حدیث نہیں سنی، ان سات اعمال کو کرنا کوئی مشکل کام نہیں بلکہ بہت سہل اور آسان ہے لیکن اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔

علاوہ ازیں جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا جو قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور اس کے اس جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو جائیں گے اور جو جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھے فرشتے اسے حضورِ اکرم ﷺ کے حضور پیش کرتے ہیں۔

ایک موقع پر سات نصیحتیں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے انہیں سات نصیحتیں فرمائیں (۱) ہمیشہ تقویٰ سے رہو یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (۲) روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو (۳) ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو (۴) خاموش رہا کرو، اچھی و نیک باتیں کہو ورنہ خاموش رہو، شیطان خاموش آدمی سے جل جاتا ہے، زیادہ گفتگو سے دل کا نور جاتا رہتا ہے (۵) زیادہ نہ ہنسا کرو، قہقہہ مار کر نہ ہنسو اس سے چہرے کا نور جاتا رہتا ہے (۶) ہمیشہ اپنی برائیوں اور کوتاہیوں پر نظر رکھو، دوسروں کی برائیوں وکوتاہیوں پر نہیں (۷) اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ گناہوں سے معافی مانگتے رہو۔

سات عظیم نیکیاں

کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو سات باتوں کا اہتمام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف ہوگا اور اس کے گناہ معاف کیئے جائیں گے، چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، اس کی زندگی و موت بہتر ہوں گی، وہ سات باتیں یہ ہیں (۱) ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا (۲) ہر کام سے فارغ ہوکر الحمدللہ کہنا (۳) لغو کام یا گناہ کے بعد استغفر اللہ کہنا (۴) آئندہ کے لئے کوئی بات کہے تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہنا (۵) کسی ناگوار بات پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا (۶) کسی کی موت یا تکلیف ومصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا (۷) ہر وقت کلمہ طیبہ کا ورد رکھنا یعنی دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

☆☆☆

قیامت بڑی خوفناک اور کڑوی چیز ہے

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد (آنے والے حالات) کی تیاری کرے اور عاجز وہ ہے جو خود خواہشات کے پیچھے لگا رہے اور خدا تعالیٰ سے امیدیں باندھے رکھے۔ (مسند احمد، الترمذی، والطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں سے پہلے پہلے اعمال بجالاؤ، کیا تم بھلا دینے والے فکر یا سرکش کردینے والی مالداری یا بگاڑ پیدا کرنے والے مرض یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے یا پیش آنے والی موت یا دجال کے منتظر ہو، پس وہ غائب چیزوں میں بہت برا ہے کہ جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کے منتظر ہو؟ پس قیامت بڑی خوفناک اور کڑوی جگہ ہے۔
(اخرجہ الترمذی وابن عدی فی الکامل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کا دن بازی (مقابلہ) کا ہے اور کل کا دن مسابقت کا ہے اور انتہاء جنت ہے اور دوزخ میں جانے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ص ۱۲/۱۱۸ تا ۱۱۹)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک اہم وصیت

حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: میں تم کو خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، قبل اس

کے کہ تمہاری زندگی کی مدت پوری ہو، اس مہلت کو غنیمت جانو اور (نیک اعمال میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھو، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمالِ بد کی طرف لوٹائے گا، بعض لوگوں نے اپنی مقررہ مدت کو دوسروں کے لئے وقف کر دیا اور اپنے آپ کو بھول گئے، پس اس نے تم کو منع کیا ہے کہ تم ان کی طرح نہ بنو، جلدی کرو نجات کی راہ ڈھونڈو، بے شک تمہارے پیچھے ایک ڈھونڈنے والا لگا ہوا ہے جو بڑا تیز رفتار ہے۔

(اخرجہ ہناد بن السری فی الزہد، ص ۴۹۵، وابن شیبہ فی المصنف، ص ۱۳/۲۵۸)

حضرت ثابت بن الحجاج فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے آپ کا محاسبہ کرو، قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اور اپنے آپ کا وزن کرو قبل اس کے کہ تمہارا وزن کیا جائے، کیوں کہ یہ چیز کل کو حساب و کتاب میں تمہارے لئے آسان ہوگی کہ تم اپنا آج ہی محاسبہ کرلو، اور بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو سنوارلو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیة**" (الحاقہ، ۱۸)

(اخرجہ احمد فی الزہد، ص ۱۲۰، وابن ابی الدنیا فی محاسبۃ النفس، وابونعیم فی الحلیۃ، ص ۱/۵۲، وذکرہ المصنف فی الحدائق، ص ۳/۱۸۵)

حضرت مالک بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر کام میں آہستگی اور میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے البتہ آخرت کے امور اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(الزہد لاحمد، ص ۱۱۹، وقصر الامل لابن ابی الدنیا، ۱۳۰۹)

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے

عرب کے آخری بتکدوں کی تباہی

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے "کیا تم نے لات اور عزیٰ (بتوں) کو دیکھا اور منات تیسرے پچھلے کو"۔ (سورۃ النجم، آیت ۱۹ تا ۲۰)

آیات میں مذکور ہے کہ لات نامی ایک سفید پتھر تھا جس پر نقوش تھے، اس پر ایک قبّہ بنایا گیا تھا، مشرکین اس قبے پر غلاف چڑھاتے تھے، یہ طائف والوں کا بت تھا، اسی بت کا پجاری قبیلۂ ثقیف تھا جو اس آبادی کا مشہور قبیلہ تھا، عزیٰ ایک درخت تھا جو مکہ اور طائف کے درمیان بمقامِ نخلہ موجود تھا، جس کے قریب ایک قبہ بنایا گیا تھا، قریش اور بنو کنانہ اس بت کے پجاری تھے، منات کے معنی بہانے کے ہیں، یہاں مشرکین قربانیوں کا خون بہاتے تھے، یہ بت مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، مدینہ کے اوس و خزرج اس بت کے پجاری تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ جائیں اور لات کا قبہ منہدم کر دیں، انہوں نے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کی اور قبہ منہدم کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور عزیٰ کو مسمار کر دیں، انہوں نے وہاں پہنچ کر ببول کے تین درخت کاٹ ڈالے اور قبہ منہدم کر دیا، وہاں سے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

اطلاع دی، حضور ﷺ نے فرمایا: خالد دوبارہ جاؤ! خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بحکم رسول اللہ ﷺ دوبارہ وہاں گئے دیکھا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، وہ اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک ہی تلوار میں اس عورت کا خاتمہ کر دیا اور واپس آ کر اس کی اطلاع دی، حضور ﷺ نے فرمایا: کام اب پورا ہوا۔ منات نامی بت بمقامِ قدید نصب تھا، اس کو توڑنے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، منات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فنا ہوا۔ (ابن کثیر)

لیکن افسوس مسلمان نے آج بہت سے بت بنا لئے ہیں جن سے وہ محبت کرتا ہے اور ان کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے، مال کا بت، عہدے کا بت، بیوی بچوں کا بت، تکبر اور نخوت کا بت اور عداوت و بغض کا بت، اتنے سارے بت ہم نے اپنے دلوں میں پال لئے ہیں، ان سے بھی خلاصی ضروری ہے تبھی تو دل میں ایمان کا نور داخل ہوگا۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

کٹے ہوئے سر کا تلاوت کرنا

اور اللہ تعالیٰ کی اعانت کا معاملہ

امام حافظ طبرانی نے اپنی کتاب ''العجائب'' میں لکھا ہے کہ فتان بن زرین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کو بلادِ روم میں قید کر لیا گیا، وہاں کے کافر حکمران نے مجبور کیا کہ اس کا دین اختیار کر لیں، جو انکار کرے گا اس کی گردن ماردی جائے گی، ہم میں سے تین آدمی مرتد ہو گئے، چوتھے آدمی نے حکمران کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اس کا سر کاٹ کر ایک نہر میں ڈال دیا گیا، نہر کے کنارے بہت سے نصاریٰ موجود تھے، کٹا ہوا سر نہر میں ڈوب کر ابھرا اور اپنے تینوں ساتھیوں کے نام پکارے جو مرتد ہو چکے تھے، پھر سورۃ الفجر کی آیات پڑھیں اور پھر ڈوب گیا، سننے والے سارے نصاریٰ مسلمان ہو گئے اور مرتدین نے توبہ کر کے تجدید ایمان کی، ہم لوگ قید ہی میں تھے اور ہمارے قید ہونے کی اطلاع خلیفہ ابو جعفر منصور کو ملی، اس نے روم کے حکمران سے خط و کتابت کی اور معاوضہ ادا کر کے ہمیں اس کی قید سے آزاد کروایا۔

یہ خطاب سکرات میں ہوگا یا قیامت میں

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ قیامت کے دن مومنوں سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہو کر اس کی جنت

میں داخل ہو جاؤ، بعض مفسرین نے کہا: موت کے وقت فرشتے مومن کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔ (ابن کثیر معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جب مہربانی اور فضل کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح کے حالات اور معجزات اور عقل سے ماورا حالات کا ظہور فرماتے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر انسان کے ساتھ ایسے حالات پیش آئیں، اصل چیز ہے دین پر استقامت، خواہ جان جائے یا رہے، لیکن استقامت فی الدین باقی رہے، سر دو مگر شیطان کو جگہ نہ دو۔

جب حضرت جرجیس علیہ السلام ایک درخت کے اندر چھپ گئے، شیطان نے دشمنوں کو بتا دیا کہ دیکھو اس درخت کے تنے میں چھپے ہیں اور ثبوت کے لئے آپ کے پیراہن کا کچھ حصہ تنے سے باہر تھا، تو ظالم بادشاہ نے آراء چلا دیا، آپ نے آہ کی تو وحی نازل ہوئی کہ جرجیس ہماری ڈالی ہوئی بلا پر صبر کر، دوسری بار آہ کی تو پیغمبروں کی فہرست سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ آرے سے آپ کے جسم مبارک کے دو حصے کر دئے گئے لیکن آپ نے آہ نہ کی۔ یہ ہے استقامت اور دین پر جمے رہنے کی مثال۔

اہل طریقت پر حالات کچھ بھی آئیں، حکومت وقت کا عتاب ہو یا عوام الناس کی جانب سے پھٹکار وہ اپنے طریق یعنی قرآن وسنت پر جما رہے، تبھی تو ایمان کی روشنی اور نور حاصل ہوتا ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

قرآن میں انسان کی دو بڑی صفات کا ذکر

"**وقال الانسان مالها**" جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی، انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا، اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی، اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا، اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس آئیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال نامے دکھائے جائیں جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

انسان مال کے معاملہ میں بخیل واقع ہوا ہے، مال فی نفسہ برا نہیں، اس کا مصرف اس کو اچھا یا برا بنا دیتا ہے، وہ مال اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو۔

ان آیات میں انسان کی انہیں دو صفتوں کا ذکر ہے، ایک اپنے رب کا ناشکرا اور دوسری صفت مال سے شدید محبت کرنے والا۔ (معارف القرآن، ابن کثیر)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے لئے امتحان ہے کہ وہ مال سے محبت کرتا ہے، یا مال دینے والے یعنی خالق کائنات سے محبت کرتا ہے، انسان کے لئے بھلائی اور خیر اسی میں ہے کہ وہ مال کو ضرورت کی چیز تصور کرے اور دل سے باہر رکھے، اور

دل میں اپنے رب کی محبت کو جمالے، تا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرے، اور یہی انسان کے لئے درجۂ کمال ہے کہ وہ اپنے رب کا ہو جائے تو ساری چیزیں اس کی خود بخود ہو جائیں گی، سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل کو حب مال اور حب جاہ سے خالی رکھے، اس کے بعد اس میں نورانیت پیدا ہوگی۔

میرے برادرانِ عزیز

راقم الحروف کے برادر عزیز ڈاکٹر محمد طیب اور ڈاکٹر عمار حسین اور عزیز محمد طاہر حسین انصاری اگرچہ اپنے کاروبار کے ساتھ خدمتِ خلق میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں! علمائے حق کی صحبت اختیار کریں اور اپنے اخلاق کو اس درجہ سدھار لیں کہ اخلاق اور معاملات میں ہمدردی اور فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کا طریقہ ہے انسان اپنے لئے جئے، کمال نہیں ہے۔ ایسے تو جانور بھی اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے جیتے ہیں لیکن کمالِ انسانیت یہ ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور اپنی جان، مال اور صلاحیت سے خوب فائدہ پہنچائے۔ ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے

فضائل اور اخلاقِ کاملہ

ایک شامی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ گیا، ایک ایسے خوبصورت آدمی کو دیکھا کہ اس سے حسین خاموش اور خوبصورت میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کے پاس جیسا بہتر کوئی جانور نظر سے گذرا تھا، وہ ایک خچر پر سوار تھا، اس حالت میں دیکھ کر ان کی طرف میرا میلان ہو گیا، میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سیدنا علی ابن حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہیں، چنانچہ میں ان کے پاس آیا، حالانکہ میں ان سے بغض وعناد رکھتا تھا، میں نے ان سے کہا: آپ ابوطالب کے صاحبزادے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں میں ان کا پوتا ہوں، میں نے کہا کہ میں آپ کو اور آپ کے والد کو اور جدامجد علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہا کرتا ہوں، جب میری گفتگو ختم ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: تم مسافر معلوم ہوتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا: آپ ہمارے یہاں چلئے، اگر آپ کو کسی اقامت گاہ کی تلاش ہو تو ہم آپ کو ٹھہرائیں گے، اگر مال کی ضرورت ہو تو ہم مدد کریں گے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو ہم آپ سے تعاون کریں گے۔ وہ شامی کہتا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے پاس سے چلا آیا، اس کے بعد سے روئے زمین پر مجھ سے زیادہ ان سے محبت کرنے والا کوئی نہ تھا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ کون تھے

امام دمیریؒ کہتے ہیں علی بن الحسین کو زین العابدین کے لقب سے پکارا جاتا تھا، ان کی ماں کا نام سلامہ تھا، ان کے بڑے بھائی کا نام بھی علی تھا جو کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید کر دیئے گئے تھے، انہوں نے اپنے والد محترم اور چچا حسن جابر عبداللہ بن عباس، مسور بن مخرمہ، ابوہریرہ، صفیہ، عائشہ ام سلمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ سے حدیثیں روایت کی تھیں۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ زین العابدین کی ماں کا نام سلامہ تھا جو فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں۔

زمخشری کہتے ہیں کہ یزدجرد کی تین لڑکیا تھیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قید کرلیا گیا تھا، ان میں سے ایک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی جس سے سالم پیدا ہوئے، دوسری لڑکی محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی جن سے قاسم پیدا ہوئے، تیسری لڑکی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے علی زین العابدین پیدا ہوئے، چنانچہ یہ سب ایک دوسرے کے خالہ کے بیٹے تھے، علی زین العابدین اپنے والد محترم کے ساتھ کربلا میں شریک ہوئے لیکن بچے ہونے کی وجہ سے یہ بچ گئے اس لئے کہ کربلا میں مخالف گروہ نے ہر خاندان والے کو قتل کر دیا تھا، بالکل ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، خدائے پاک قاتلوں کا برا حال کرے اور ان کو ذلیل کر کے لعنت کرے، عبداللہ بن زیاد نے علی زین العابدین کے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ارادہ سے باز رکھا، لیکن بعض تاجروں نے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو علی زین العابدین کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تو

اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی بچالیا، اس کے بعد سے یزید بن معاویہ ان کی عزت وتکریم کرنے لگا، یہاں تک کہ ان کے ساتھ بیٹھتا اور ان کو اپنے کھانے پر شریک کرتا، پھر یزید بن معاویہ نے انہیں مدینہ منورہ بھیج دیا، چنانچہ یہ وہاں جا کر محترم اور باعزت ہوگئے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ علی زین العابدین کی مسجد دمشق میں مشہور ومعروف ہے، غالباً یہ مسجد شہر جامع علی کے نام سے مشہور ہے، امام زبیری کہتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ (ربیع الابرار)

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ علی زین العابدین معتمد علیہ اور مامون آدمی تھے، انہوں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں اور یہ عالم آدمی تھے، اہل بیت میں ان سے بہتر آدمی کوئی نہیں تھا۔

امام اصمعی کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سوائے علی بن زین العابدین کے کسی سے نہیں چلی اور زین العابدین کے سوائے چچا حسین کی لڑکی سے کسی اور سے نسل نہیں چلی، اسی لئے تمام حسینیوں کا سلسلہ انہی سے جا ملتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سیدنا زین العابدین وضو کرتے تھے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو خوفزدہ ہو جاتے، چنانچہ ان سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت نماز کے وقت کیوں ہو جاتی ہے؟ تو فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی ہوتی ہے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ علی زین العابدین جس مکان میں رہتے تھے اس میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان میں آگ لگ گئی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ جس وقت مکان میں آگ لگی تو آپ نے نیت کیوں نہ توڑی؟ فرمایا کہ میں اس آگ سے دوسری آگ کی طرف متوجہ تھا۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ جب آپ حج کرتے تو آپ تلبیہ کے وقت خوفزدہ ہوجایا کرتے تھے، چہرہ زرد ہوجاتا اور بیہوش ہوکر گر پڑتے تھے، جب افاقہ ہوتا تو آپ سے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے "**لبیک اللھم لبیک**" کہتے وقت یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دیا جائے "لا لبیک ولا سعیدک" (تم حاضر نہیں) چنانچہ لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے اور یہ کہتے کہ تلبیہ کہنا بہت ضروری ہے، چنانچہ آپ تلبیہ کہتے تو بیہوش ہوکر سواری سے گر جاتے، آپ چوبیس گھنٹے میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور آپ بہت زیادہ صدقات وخیرات کرتے بلکہ رات میں صدقہ زیادہ کیا کرتے اور فرماتے کہ رات کا صدقہ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور آپ بہت زیادہ روتے، آپ کو زیادہ رونے سے لوگوں نے منع کیا تو فرمایا: یعقوبؑ، یوسفؑ کے گم ہوجانے پر اتنا روئے تھے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں، اس کے باوجود ان کی موت واقع نہیں ہوئی تو میں کیسے نہ روؤں۔ ے

مہلت ملے کہ خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

اللہ تعالیٰ صالحین کرام کی طرح ہمیں بھی اپنی بارگاہ میں آنسو بہانے کا جذبہ وشوق عطا فرمائے، آمین! (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

مرحوم والدین پر

احسان کرنے کے چار طریقے

- پہلا طریقہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا۔
- دوسرا طریقہ یہ کہ ان کی وصیت کا پورا کرنا اور نصیحت پر عمل کرنا۔
- تیسرا طریقہ یہ کہ مرحوم والدین کے دوستوں کے ساتھ جو حیات ہیں حسن سلوک کرنا۔
- چوتھا طریقہ یہ کہ ذوالارحام رشتہ داروں سے محبت کرنا، میل جول رکھنا۔

اولاد کو اپنے والدین اور بزرگوں کو یاد رکھنا چاہئے اور ان کو ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہنا چاہئے، ایسا ہی معاملہ دوستوں کا بھی ہے، دنیاوی دوستی مطلب کی ہوتی ہے، آج آدمی مرگیا، کل لوگ اس کو بھول گئے، لیکن جو لوگ آخرت پر نظر رکھتے ہیں وہ کبھی اپنے اور پرایوں کو نہیں بھولا کرتے، میں بمشکل آٹھ سال کا ہوں گا تو میرے دادا جان محمد سلیمان انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوست جناب بشیر احمد صاحب رنگریز چرتھاولی کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد اکثر دادا جان بشیر صاحب مرحوم کے صاحبزادگان خصوصاً ستار صاحب سے ملاقات اور خیریت معلوم کرنے کے لئے جایا کرتے اور فرماتے: بھائی یہ بچے ہمارے دوست کے بچے نہیں بلکہ ہمارے ہی بچوں کے مانند ہیں، ہمیشہ ان کی خوشی اور غم میں شریک رہتے، جب تک حیات رہے تو

ہمیشہ ان کے گھر پر جا کر خیریت معلوم کرتے رہے، اور فرمایا کرتے کہ ان کو دیکھ کر دوست کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے، آمین۔

دوستی کا صحیح حق یہی ہے کہ ہر حال میں دوست کی خیر خواہی کرے، خواہ زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد، اور مرنے کے بعد سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ مرحوم کو ایصالِ ثواب پہونچاتا رہے، قیامت کے دن جب ایسے دوستوں سے ملاقات ہوگی جن کو دنیا میں رہ کر ثواب پہنچایا گیا تھا وہ خوش ہوں گے اور شکر گذار ہوں گے۔

کئی مرحومین کو میں نے خواب میں دیکھا اور ان سے حالات معلوم کئے، جس کی تفصیلات، خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت نامی کتاب میں درج ہے، پڑھ سکتے ہیں۔

مطلب یہ کہ مرنے کے بعد رشتہ اور تعلق ختم نہیں ہوتا، بلکہ منزل بدل جاتی ہے، جنتی لوگ جب جنت میں پہنچ جائیں گے تو دنیا کے حالات اور زندگی کو یاد کریں گے اور اپنے پرائے لوگوں سے ملاقات کی خواہش کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسے لوگوں سے ملاقات کے وسائل عطا فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داری، تعلق اور محبت کو باقی رکھا جائے کیوں کہ کہ یہ آخرت میں بھی باقی رہنے والی چیز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کی قدر کرنا

اور آپ کے کارنامے

آپؒ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں بے کار لوگوں کی صحبت سے، میں دیکھتا ہوں کہ بہت سارے لوگ عام عادت کے مطابق زیارت کے لئے میرے پاس آجاتے ہیں اور اس آمد و رفت کو خدمت کا نام دیتے ہیں اور دیر تک بیٹھیں رہیں گے اور آپس میں لایعنی اور فضول باتیں کرتے رہیں گے، ایک دوسرے کی غیبت کریں گے، آج کل یہ کام اکثر لوگوں نے شروع کر دیا ہے بلکہ بسا اوقات خوب شوق سے جھوٹ بولیں گے اور تنہائی سے وحشت کھاتے ہیں، خاص طور پر عید اور دوسرے مبارکبادی کے دنوں میں تو ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں اور مبارکبادی اور سلام پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ فضول گوئی میں سارا وقت ضائع کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ وقت تو بڑی قیمتی چیز ہے اور نیک کاموں میں اسے صرف کرنا ضروری ہے تو میں نے ان کے امر کو ناپسند جانا اور فیصلہ کیا کہ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو ان سے نفرت کروں اور ان سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرلوں مگر اس عمل سے وحشت پیدا ہوتی، یا پھر ان کی مجلس کو قبول کرلوں مگر اس سے میرا وقت ضائع ہوتا، اس لئے میں نے اپنی سی کوشش سے ان کے میلاپ کو روکنا شروع کر دیا، لیکن جب میں

مغلوب ہو جاتا تو گفتگو کم کرنی شروع کر دیتا تا کہ ان سے جلدی جدائی حاصل ہو، جب لوگوں کی ملاقات کا وقت ہوتا تو کچھ ایسے کام شروع کر دیتا جس سے ان کی گفتگو بھی جاری رہتی اور میرا کام بھی چلتا رہتا اور یوں وقت ضائع نہ ہوتا، جیسے کاغذ کاٹنا، قلم بنانا اور رجسٹر وغیرہ جمع کرنا، کیوں کہ ان چیزوں کے بغیر بھی چارہ نہیں اور ان کاموں میں زیادہ غور وفکر کرنے اور حضورِ قلبی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، پس لوگوں کی ملاقات کے وقت میں ایسے کاموں کو تیار رکھتا تا کہ میرے وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمر کی قدر پہنچاننے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں، میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بعضوں کو تو اللہ تعالیٰ نے کثرتِ مال کے سبب کسب ومعاش سے مستغنی کر رکھا ہے، پس وہ سارا دن بازار میں بیٹھے رہتے ہیں اور لوگوں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں، کتنی آفات اور منکرات سے ان کا واسطہ پڑتا ہے، اور بعضوں کو شطرنج وغیرہ سے فرصت نہیں، اسی میں مست ہیں اور بعض وہ ہیں جو بادشاہوں کی قصہ کہانیاں اور اشیاء کی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سناتے رہتے ہیں اور یوں اپنا وقت کاٹتے ہیں، بس اللہ تعالیٰ ہی وقت کی قدر جس کے دل میں ڈال دے اور اس کی توفیق عطا فرمادے وہی زندگی کی قدر اور اس کی صحیح معرفت جان سکتا ہے۔

فرمایا "**ومایلقها الا ذو حظ عظیم**" (فصلت:۳۵)

آپؒ کی تالیفات کی کثرت وقت کی قدردانی کی آئینہ دار

حافظ ابن رجب الحنبلی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے "**الاجوبة المصرية**" میں فرمایا ہے کہ ابوالفرج ابن الجوزی کثیر

التصانیف تھے، بہت سے امور میں ان کی تصانیف موجود ہیں، یہاں تک کہ جب میں نے اس کا شمار کیا تو ایک ہزار سے زیادہ کا رنام ظاہر ہوئے جو اور کہیں نہیں دیکھے گئے۔

(ذیل طبقات الحنابلہ، ص ۴۱۵)

آج کل ہماری مجلس میں غیبت عام ہے، اور جب مذکورہ شخص سامنے آجاتا ہے تو کہتے ہیں سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، ابھی ابھی آپ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا۔ ایسے واقعات آج کل عام ہیں، دنیاداروں کی مجالس کا ذکر ہی کیا، خواص کی مجالس بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔

خدارا! اپنے حالات کو درست کیجئے، قبل اس کے کہ موت آئے اور پشیمان ہوں، ضروری ہے کہ ہم اپنے دفترِ اعمال پر نظر رکھیں اور اپنی حرکات وسکنات کا محاسبہ جاری رکھیں، قلوب کی طرف متوجہ رہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے پاس کتا بیٹھا ہوا تھا، کسی نے اس کو اٹھانا چاہا تو فرمایا: اس کو بیٹھا رہنے دو، یہ اس ہم نشین سے بہتر ہے جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عیب جوئی اور عیب گوئی سے ہماری حفاظت فرمائے، اور اپنے عیوب پر نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

گناہ گار مایوس نہ ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے زنا کیا اور اس سے پیدا شدہ بچے کو قتل کر دیا، کیا توبہ کروں تو میرا یہ گناہ معاف ہوگا؟ انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ تو دوسرا گناہ ہوا، معاف کیسے ہوگا۔ وہ عورت چلی گئی، مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے فتویٰ پر اطمینان نہیں ہوا، انہوں نے یہ بات حضور ﷺ کے سامنے رکھی، حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ! تم بھی ہلاک ہوئے اور اس عورت کو بھی ہلاک کیا، پھر آپ ﷺ نے سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۷۰ پڑھی جس میں ”توبہ کرنے والے گنہگار کے گناہوں کو نیکیوں میں بدلا جائے گا“ والا مضمون ہے۔

دوسرے دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو دیکھا تو حضور ﷺ کی بات بتادی، وہ عورت اس بات کو سن کر اس قدر خوش ہوئی کہ اس نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مساکین کے لئے صدقہ کر دیا۔

گناہ ہر حال میں گناہ ہے، اس کو کبھی ہلکا تصور نہ کرے، اللہ تعالیٰ جب پکڑنا چاہیں تو باریک سے باریک اور کمتر سے کمتر گناہ پر پکڑ فرما سکتے ہیں، اور جب بخشنا چاہیں تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے کہ ”اگر اللہ تعالیٰ بخش دیں تو یہ اس کی عطا اور مہربانی ہے اور گناہوں پر سزا دیں تو یہ اس کا حق ہے“۔

لیکن گناہ ہو گیا تو اب اس سے سچی توبہ لازمی ہے، ہمیشہ اس سے بچنا چاہئے، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار وضو میں خلال چھوٹ گیا تو آپ نے اس کو اپنے گریبان میں لکھ لیا اور اس کو دیکھ کر ہمیشہ روتے رہتے اور فرماتے ”ہائے قیامت کے دن میرے سرکارؐ نے اگر یہ پوچھ لیا کہ معین الدین! ہماری اس سنت کو چھوڑنے کی جرأت کیسے ہوئی تو میں کیا جواب دوں گا“۔ حالانکہ بغیر خلال کے بھی وضو ہو جاتا ہے، لیکن ان حضرات کی کون حرص کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسا بنادے کہ ہر چھوٹی بڑی سنت پر عمل کرنے والے بن جائیں، آمین۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

کلمہ شہادت

۹۹ گناہوں کے دفاتر پر بھاری ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک کلمہ شہادت میزان کے پلے میں ننانوے گناہوں کے دفتر پر بھاری ہوگا۔

(بخاری شریف، امام مسلم، ابوداؤد و ترمذی)

اس لئے مومن کو کلمہ شہادت کا ورد کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود گناہوں کی معافی کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود و سلام بھیجے اور میرے لئے وسیلے کی دعا کرے تو یہ دونوں چیزیں اس شخص کے گناہوں کے معافی کا سبب ہوں گی، اذان کی دعا میں وسیلہ فضیلت اور درجہ کے ساتھ آپ ﷺ کے مقام محمود کی طلب شامل ہے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین ص ۲۸۶)

وہ لوگ کیسے مبارک اور خوش بخت ہیں جنہوں نے درود شریف کی کثرت کو اپنا معمول بنا رکھا ہے اور وہ کیسے بخیل اور بد بخت ہیں کہ جن کو درود شریف کے ورد کی توفیق نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کے احسانات امت پر اس قدر رکھیں ہیں کہ ایک بڑے سے بڑا مومن اور بڑے سے بڑا ولی بھی ان کو ادا نہیں کرسکتا، چہ جائے

کہ ہم جیسا گناہ گار اور مکروہاتِ زندگی میں جکڑا ہوا انسان۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کو درود شریف کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

میرے اپنے متعلقین میں سے ایک صاحب ہیں جو بنگلور میں رہتے ہیں۔ پیشہ سے درزی ہیں، ٹیلرنگ کا کام کرتے ہیں، جمعہ کی ہر مجلس میں شریک رہتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ ان کے حالات لائق تشکر ہیں، گاہکوں کے بچے ہوئے کپڑوں کی چھوٹی چھوٹی کترن بھی واپس کر دیتے ہیں، حلال روزی پر یقین رکھتے ہیں اور منکرات سے پرہیز کرتے ہیں، وقتاً فوقتاً جماعت میں بھی وقت لگاتے ہیں، والدین کی خدمت کرتے ہیں، حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کئی بار نصیب ہو چکی ہے، فالله الحمد والشكر اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور عمل میں مزید اخلاص پیدا فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

تین اہم دعائیں

● اے اللہ تعالیٰ! تونے دنیا میں اپنی رحمت کا ایک حصہ نازل فرمایا، جس کے طفیل ہم کو اسلام جیسی قیمتی چیز عطا فرمائی، جس دن تو اپنی سو رحمتیں نازل فرمائے گا اس دن ہم تیری طرف سے مغفرت کی امید کیوں نہ رکھیں۔

● اے اللہ تعالیٰ! اگر تیرا ثواب فرماں برداروں کے لئے ہے اور تیری رحمت گناہ گاروں کے لئے ہے تو میں فرماں بردار نہ ہوتے ہوئے بھی تیرے ثواب کا امیدوار ہوں تو پھر گناہگار ہوتے ہوئے تیری رحمت کا امیدوار کیوں نہ رہوں۔

● اے اللہ تعالیٰ! تونے اپنے دوستوں کی دعوت کے لئے جنت بنائی ہے اور کفار کو جنت سے محروم اور مایوس کر دیا ہے، فرشتوں کو جنت کی ضرورت نہیں ہے اور تیری ذات اس سے بے نیاز ہے تو پھر ہمارے علاوہ تیری جنت اور کس کے لئے ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص ۷۸)

اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامیدی کفر ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں کبھی غلط فیصلے نہیں فرماتے، یہ تین دعائیں ہم جیسے گناہگاروں کے حوصلے بڑھاتی ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی، وہ یہ کہ میں تو صرف دعا مانگتا ہوں، اس کی قبولیت کی فکر میں نہیں پڑتا، اس لئے کہ

جس ذاتِ پاک نے دعا کی توفیق دی ہے، توفیق تو اسی لئے دی ہے کہ وہ قبول کرے گا۔ (دعا کا مانگنا قبولیت کی علامت ہے) سبحان اللہ!

میرے پیارے مرشد حضرت حاذق الامتؒ فرماتے تھے ”جب بھی تمہارا کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ ہو تو فوراً اسے انجام تک پہنچاؤ، عبادت ہو، یا دعا ہو، یا کوئی اور نیک عمل اس لئے کہ اس کی چاہت اور خواہش ہی قبولیت کی علامت ہے۔

جن کے چہرہ پر صلح کا نور دمکتا ہے

میرے دوستوں میں ایک بزرگ ایسے بھی ہیں جو باوجود پیرانہ سالی کے عبادات وریاضات میں کبھی تساہل نہیں برتتے، اور پابندی سے ذکر اللہ اور صلوٰۃِ تہجد میں مشغول رہتے ہیں، مدرسہ کے لئے دن رات مالی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی میں بھی مصروف رہتے ہیں، اگرچہ شگر کے مریض ہیں لیکن ہمت نہیں ہارتے مسلسل سعی پیہم میں لگے رہتے ہیں اور حرام وحلال کی تمیز حد درجہ رکھتے ہیں، ہر معاملہ پر غور وفکر کرتے ہیں، میری مراد ہے محترم عالی جناب حضرت مولانا ڈاکٹر اظہار افسر صاحب اسعدی رحیمی مدظلہ العالی۔ اصل نام تو محمد یوسف ہے، ماشاء اللہ پیرانہ سالی میں ایسے حسین وجمیل ہیں کہ صلح کا نور صاف دمکتا ہے، جوانی میں اپنی مثال آپ تھے، اللہ تعالیٰ موصوف کو صالحین اور اپنے محبوبین میں شمار فرمائے، آمین! بحمد اللہ مجھے اپنے ایسے مخلص دوستوں پر فخر ہے اور ایسے حضرات ہی میری دنیوی اور اخروی زندگی کا سرمایہ ہیں۔ **اللھم زد فزد!**

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

باقیات الصالحات سات ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو مرنے کے بعد بھی ملنے والی نیکیاں سات ہیں، (۱) نفع رساں دینی علم (۲) جاری کردہ نہر (۳) کھدوایا ہوا کنواں (۴) وقف شدہ کھجور کا درخت (۵) مسجد کی تعمیر (۶) وقف کردہ قرآن (۷) استغفار کرنے والی اولاد۔ (تنبیہ الغافلین از ابواللیث)

چار منتخب احادیث کے ترجمے

● اپنے قلب کو عورت کے ساتھ نہ لگا، وہ آج تیری ہے کل کسی غیر کی ہوسکتی ہے، اگر تو نے اس کی اطاعت کی تو وہ تجھ کو جہنم میں لے جائے گی۔

● مال کی طرف اپنے دل کو مائل نہ کر، آج وہ تیرا ہے کل کسی اور کا ہوگا، دوسرے کے مال کے سلسلہ میں پریشان نہ ہو، جان بوجھ کر مال میں دل لگائے گا تو وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روک دے گا، تجھ میں فقر کا خوف پیدا کرے گا اور تو شیطان کی اتباع کرنے لگے گا۔

● جس کام سے دل میں کھٹک پیدا ہو وہ کام چھوڑ دے، مومن کا ضمیر مفتی کا قائم مقام ہے، شبہ کے وقت مومن کا دل دھڑکتا ہے اور حرام سے گھبراتا ہے، حلال سے سکون پاتا ہے۔

● کوئی بھی کام اس وقت تک نہ کر جب تک اس کے صحیح ہونے کا یقین نہ ہوجائے، یعنی درست ہونے کا حوالہ قرآن وحدیث سے نہ ملے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین از ابواللیث سمرقندی، ص۱۶۶)

فخرِ ملت الحاج ریاض احمد صاحب کورمنگلا

عالم اسلام میں کیسی کیسی بزرگ اور محبوب ترین ہستیاں ہیں، لیکن ہندوستان میں کفار ومشرکین کے درمیان رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی اور قیامت پر ایمان رکھنے والی ایسی ہستی بھی ہے جن کا ذکر کرنے پر بندہ کو قلبی مسرت اور شادمانی ہورہی ہے، اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے متعلق اس قسم کی بات کو پسند نہیں کریں گے، بحمد اللہ تعالیٰ میری معلومات کے مطابق وہ بڑے بڑے غیر مسلم افسران کے سامنے بلا جھجک کہہ دیتے ہیں کہ یہ چیز اسلام میں نہیں شرک ہے، اور شریعت کے قوانین کی تابعداری کرتے ہیں، ہر معاملہ میں اپنا دامن گندگیوں سے بچاتے ہوئے زندگی گذار رہے ہیں اور خدمتِ خلق کو انہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا ہے۔ میں نے ان کو دن رات صبح شام کی زندگی کے اعتبار سے نہایت قریب سے دیکھا ہے، موصوف کی والدہ محترمہ نہایت متقی اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہیں، ایسے ہی موصوف کے والدِ محترم بھی تھے، والدین کی صفات موصوف میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی نیک اور صالح بنائے، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی صحبتِ خاص نے موصوف کو کندن بنادیا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور دین وملت کی آبیاری کے لئے قبول فرمائے، اولاد کو بھی والد کا نقشِ قدم عطا فرمائے! حضرت مولانا اسحاق صاحب قاسمی مدظلہ کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ امت کے لئے ہمہ وقت دردمند رہتے ہیں ایسے صفاتِ حسنہ رکھنے والے شخص کو ہم لوگ الحاج ریاض احمد صاحب لوک آیوکتہ بنگلور کے نام سے جانتے ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم ﷺ پر

بے مثال فضلِ عظیم

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انشراح میں حضورِ اکرم ﷺ پر اپنے خصوصی انعام کا ذکر فرمایا ہے ”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“، تجھ سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا، جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ بوجھ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے چالیس سالہ زندگی میں عدم عبادت واطاعت خداوندی کا بوجھ تھا جو آپ ﷺ کے دل ودماغ پر مسلط تھا، اللہ تعالیٰ نے اس بوجھ کے اتار دینے کا ذکر فرمایا۔ بعض مفسرین نے نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ کہا ہے، جو آپ ﷺ کی پیٹھ توڑ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشکلات میں آسانیاں پہنچا کر اس بوجھ کو ہلکا کر دیا اور کامیابی عطا فرمائی۔

انبیاء اور تکریم خداوندی

چوتھی آیت کی روشنی میں ابونعیم اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے رب! تو نے سب انبیاء کی تکریم کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم، داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا، ہواؤں اور شیطانوں

کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابعدار بنایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کئے، میرے لئے کیا کیا؟ جبکہ مجھ سے پہلے والے پیغمبروں کو مذکورہ چیزیں ملیں۔

عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر کیا جاتا ہے، میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کھول دیا کہ وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں، میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ”لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم“ کی صورت میں دیا، اذان میں میرے نام کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جاتا ہے، نماز جیسی عبادت میں بھی تیرا ذکر آتا ہے، تیری بعثت سے پہلے آسمانی کتابوں میں تیرا ذکر فرمایا، فرشتوں کی زبانوں پر بھی آپ ﷺ کا ذکر ہوتا رہتا ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا، امت کے معاملات میں آپ ﷺ کے فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیا، جس بات کا حکم آپ ﷺ دیں اس کی تعمیل اور جس سے روک دیں اس سے رک جانے کا حکم دیا۔ (ابن کثیر)

حضورِ اکرم ﷺ کے طفیل اور صدقہ میں امت کے لئے بھی اس انعام کو عام کر دیا کہ جو امتی چاہے اپنے سینہ میں قرآنِ مجید کو محفوظ کر لے، حضورِ اکرم ﷺ سب سے پہلے حافظ قرآن اور حامل قرآن ہیں، آپ ﷺ کی یہ مبارک اور عظیم نعمت امت محمدیہ کے ہر مومن اور مسلمان کے لئے عام کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اطاعت پر عام مسلمانوں کے لئے یہ فضل فرمایا کہ اطاعت پر ولایت اور قبولیت کا درجہ عطا کر دیا جاتا ہے، جس کا ادراک اہل طریقت خانقاہ کی چہار دیواری میں رہ کر اپنے پاس رہنے والے حاجت مندوں کو کراتے ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

حضورِ اکرم ﷺ کا سینۂ مبارک کیسے صاف کیا گیا

اہلِ طریقت کے لئے سبق

سورۃ انشراح میں اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر۱ میں حضورِ اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک کو کھولنے کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے ”اے نبی کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! امر نبوت میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں دس سال کچھ ماہ کا تھا، جنگل میں کھڑا تھا، میں نے آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی، ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ کیا یہ وہی ہے؟ دو شخص میرے سامنے آئے جن کے چہرے منور تھے، ان سے خوشبو آرہی تھی، انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے اور مجھے لٹا دیا، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، انہوں نے میرا سینہ چیر دیا، پھر کہا: اس میں سے حسد اور بغض نکال دو، چنانچہ ایک خون بستہ جیسی چیز نکالی اور اس کو پھینک دیا، پھر ایک نے کہا: اس میں رافت و رحمت اور رحم و کرم بھر دو، پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ہی ڈال دی، پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا: جائیے اور سلامتی سے زندگی گزاریئے! اب میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں شفقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے۔ (مسند احمد)

سینہ رازوں کا گنجینہ ہے

امام ترمذی والی روایت ہے کہ معراج کی رات میں آپ ﷺ کے سینہ کو شق کیا گیا اور اس میں رحمت و کرم بھر کر اللہ تعالیٰ کے رازوں کا گنجینہ بنا دیا گیا، بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ چار سال کے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کا سینہ چیر کر دل سے وہ شیطانی حصہ نکال دیا جو ہر انسان کے اندر ہے، پھر دل کو دھو کر سینہ بند کر دیا، معراج والی روایت میں ہے کہ دل آبِ زمزم سے دھویا گیا تھا۔

(ابن کثیر معارف القرآن)

حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و انعام ہے، کیوں کہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں اور محسنِ کائنات ہیں، صوفیائے کرام اسی کو مدنظر رکھ کر ریاضت اور مجاہدات کے ذریعہ اور ذکر اللہ کی حرارت سے اور تزکیہ سے دل کو صاف کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں، جب تک انسان کا دل برائیوں اور خواہشات سے پاک نہ ہوگا اور اس میں صفائی نہ ہوگی، اس وقت تک قلبِ سلیم نہیں کہلا سکتا، جس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”**الا من اتی اللہ بقلب سلیم**“ کہ قیامت کے دن پاک دل ہی کام آئے گا، اس کی مشق صوفیائے کرام سالک کو اور اہل طریقت کو خانقاہوں میں کراتے ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

فرزدق اوراس کامشہور قصیدہ

ذیل کا قصیدہ فرزدق کی طرف منسوب ہے،اس کے مضامین اورنکتہ آفرینی کی وجہ سے یہی توقع ہے کہ فرزدق کی بخشش ہوجائے گی، واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے دور میں حج کے لئے آیا،طواف کرتے ہوئے اس نے چاہا کہ حجر اسود کی تقبیل واستلام سے مشرف ہو،لیکن کثرتِ اژدہام کی وجہ سے قادر نہ ہوسکا، پھراس کے لئے کرسی لائی گئی، وہ اس پر بیٹھ گیا، اسی دوران حضرت زین العابدین علی بن الحسین بن علیؓ جونہایت خوبصورت اور خوشبو سے معطر تھے تشریف لائے اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے آگے بڑھے اور جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو اژدہام چھٹتا گیا اور آپ کو جگہ مل گئی، یہ ماجرا دیکھ کر ہشام حیرت زدہ رہ گیا، اتنے میں ایک شامی آدمی جو اس کے ساتھ تھا، پوچھنے لگا: شہزادۂ مکرم! یہ شخصیت کون ہے کہ اس کے احترام میں عوام غیر معمولی شغف لے رہے ہیں؟ تو اس شامی کو ہشام نے بتایا کہ میں اسے نہیں جانتا، حالانکہ وہ جانتا تھا، اسی مجمع میں فرزدق بھی موجود تھا، اس شاعر نے یہ سنتے ہی کہا کہ میں انہیں جانتا ہوں، شامی نے کہا کہ بتائیے کون ہیں؟ اس وقت فرزدق نے حضرت زین العابدین کی شان میں یہ قصیدہ برجستہ کہا۔ ؎

ھٰذا الذی تعرف البطحاء وطأته　　　والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ آدمی ہے جس کو بطحا کی نرم زمین بیت اللہ، حل وحرم سب جانتے پہچانتے ہیں۔

ھٰذا علیّ رسول الله والده　　　امست بنور هدة تهتدی الامم

یہ زین العابدین بن علیؓ ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ ان کے نانا ہیں، انہی کے نورِ عرفان سے قومیں ہدایت پارہی ہیں۔

ھٰذا ابن خیر عباد الله کلهم　　　ھٰذا التقی النقی الطاهر العلم

یہ اللہ کے نیک بندوں میں سب سے بہتر شخص کے بیٹے ہیں، صاف ستھرے، متقی، پاکیزہ اور سردار ہیں۔

اذا راته قریش قال قائلها　　　الیٰ مکارم ھٰذا ینتهی الکرم

جب قریش ان کی زیارت کرتے ہیں تو بے ساختہ ہوکر کہہ اٹھتے ہیں کہ ان صاحب کے افعالِ کریمانہ پر بزرگی کی انتہا ہے۔

ینمی الیٰ ذروة العز اللتی قصرت　　　عن نیلها عرب الاسلام والعجم

یہ صاحب شرف وعزت کے ایسے مقام پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عربی وعجمی سبھی لوگ عاجز رہتے ہیں۔

یکاد یمسکه عرفان راحته　　　رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم

ممکن ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رکن حطیم ان کو روک لے، اس لئے کہ وہ ان کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔

فی کفه خیزران ریحه عبق　　　من کف اروع فی عزینة شمم

ان کے دست مبارک میں عصائے شاہی ہے جس میں حسین ہتھیلی کے مس ہونے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے اور ان کی ناک حسین وہموار ہے۔

یغضی حیاء ویغضی من مهابته　　　فما یکلم الاحین یبتسم

یہ شرم وحیاء کی وجہ سے نگاہوں کو نیچی رکھتے ہیں بلکہ ان کی ہیبت سے لوگ نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور جب وہ مسکراتے ہیں تو لوگوں کو بات کرنے کی ہمت ہوتی ہے۔

ینشق نور الهدیٰ من نور غرته — کالشمس ینجاب عن اشراقها القتم

ان کی روشن پیشانی کی چمک سے ہدایت کا نور پھیل رہا ہے جس طرح کہ طلوعِ آفتاب سے (صبح ہوجاتی ہے) اور تاریکی کافور ہوجاتی ہے۔

مشتقة من رسول الله نبغه — طابت عناصره والخیم والشیم

ان کا شریف خاندان جنابِ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے، ان کی نسل، عادت وخصلت سب پاکیزہ ہیں۔

هٰذا ابن فاطمه ان انت جاهله — بجده انبیاء الله قد ختموا

اگر تم ان سے واقف ہو تو سنو! یہ حضرت فاطمہ کے صاحبزادہ ہیں ان کی جد امجد پر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔

الله شرّفه قدما وعظمه — جری بذٰلک له فی لوحه القلم

اللہ ہی نے ان کو شرافت وبزرگی عطا فرمائی ہے، جس کے متعلق لوحِ محفوظ میں قلم جاری ہوچکا ہے۔

کلتا یدیه غیاث غم نفعهما — یستون کفان ولا یعود هما عدم

ان کے دونوں ہاتھوں سے فیض عام ہے، ان سے بخشش طلب کی جاتی ہے اور ان پر کبھی افلاس طاری نہیں ہوتا۔

سهل الخلیقة لا تغشی بوادره — یزینة اثنان حسن الخلق والشیم

یہ نرم خو ہیں، ان سے بے جا غیظ وغضب کا خطرہ نہیں ہے، ان کو بردباری، بزرگی دو خصلتوں سے زیب وزینت ہے۔

حمّال اثقال اقوام اذا اقترحوا — حلو الشمائل یحلو عنده نعم

جب کوئی قوم ان سے قرض مانگتی ہے تو یہ اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں، ان کی تمام عادتیں میٹھی ہیں، ان کے نزدیک بوقت سوال کلمہ "نعم" ہی اچھا ہے۔ (یعنی کبھی انکار نہیں کرتے)

ما قال لا قطّ الا فی تشهده — لو لا التشهد کانت لائه نعم

انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی کلمہ "لا" استعمال ہی نہیں کیا، اگر تشہد نہ ہوتا تو ان کے ہاں کلمہ "لا" بھی "نعم" (یعنی ہاں) ہی ہوتا۔

عم البریة بالاحسان فانقشعت — عنها الغیابة والاملاق والعدم

یہ احسان ونوازش کی وجہ سے تمام مخلوق پر چھا گئے اور ان کی وجہ سے مخلوق سے تاریکی، افلاس، فقر وفاقہ دور ہوگیا۔

من معشر حبهم دین وبغضهم — کفر وقربهموا منجی والنعم

یہ ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن سے محبت رکھنا عین دین ہے، دشمنی رکھنا کفر ہے، ان کی قربت باعث نجات وذریعہ حفاظت ہے۔

یستدفع السوء والبلوی بحبهم — ویستزاد به الاحسان والنعم

ان کی محبت کے ذریعہ مصیبتیں اور بلائیں دور کی جاتی ہیں، اور انہی کے ذریعہ نعمتوں اور عطایا میں اضافہ کرایا جاتا ہے۔

من حده وان فضل الانبیاء له — وفضل امة دانت له الامم

یہ وہ صاحب ہیں جن کے نانا کی وجہ سے نبیوں کی بزرگی عزت یاب ہے۔

مقدم بعد ذکر الله ذکرهم — فی کل بدء ومختوم به الکلم

ہر چیز میں اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے، اور انہی کے ذکر کے بعد کلام ختم کیا جاتا ہے۔

ان عد اهل التقى كانو ائمتهم — او قيل من خير اهل الارض قيل لهم

اگر متقی لوگوں کو شمار کیا جانے لگے تو یہ ان کے پیشوا ہوتے ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہی ہیں۔

لا يستطيع جواد بعد غايتهم — ولا يدانيهموا قوم وان كرموا

کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی قوم ان کے برابر ہو سکتی ہے، خواہ کتنی ہی شریف کریم الطبع ہو۔

هم الغيوث اذا ما ازمة ازمت — والاسد اسد الشرى والباس معتدم

جب کبھی قحط سالی ہوتی ہے تو یہ ابر باراں کی طرح ہو جاتے ہیں، اور خوف و دہشت کے وقت شری مقام کے شیروں کی طرح ہوتے ہیں۔

لا ينقص العسر بسطا من اكفهم — سيان ذٰلك ان اثروا وان عدموا

ان کی ہتھیلیوں کی فراخی کو فقر و فاقہ تنگ نہیں کر سکتا، ان کے یہاں تو آسودگی اور تنگی دونوں برابر ہیں۔

يابى لهم ان يحل الذمر ساحتهم — خلق كزيم وايد يالندى هضم

ان کی مذمت و برائی کرنے سے ان کے پاکیزہ اخلاق اور فیاض ہاتھ روکتے ہیں۔

اى الخلائق ليست فى رقابهم — لا ولية هٰذا اوّله نعم

مخلوق میں ایسا کون ہے جس کی گردن میں ان کی نوازش و کرم کا طوق نہ ہو۔

من يعرف الله يعرف اولية ذا — فالدين من بيت هٰذا ناله الامم

جو شخص خدا کو جانتا ہے وہ ان کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے، اس لئے کہ سبھی لوگوں نے ان کے گھرانے سے دین حاصل کیا ہے۔

ان كنت لا تعرفه فالله يعرفه — والعرش يعرفه واللوح والقلم

اگر تم ان کو نہیں جانتے پہچانتے تو خدا تعالیٰ ان کو جانتا ہے، عرش لوحِ محفوظ اور قلم بھی ان کو جانتے ہیں۔

وليس قولك هٰذا بضائره — والعرب تعرف من انكرت العجم

اور تیرا یہ کہنا کہ وہ کون ہیں، ان کے لئے مضر نہیں، اس لئے کہ جس کا تم انکار کرتے ہو ان کو عربی عجمی سب جانتے ہیں۔

یہ قصیدہ سنتے ہی ہشام کو غصہ آ گیا، چنانچہ مکہ و مدینہ کے درمیان مقامِ عسفان میں فرزدق کو قید کر لیا، جس وقت حضرت زین العابدین کو معلوم ہوا تو آپ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم بھیجے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم زائد پیش کرتے، فرزدق نے کہا: فرزندِ رسولؐ! جو بھی میں نے کہا ہے وہ صرف اللہ و رسولؐ کے لئے غصہ کی وجہ سے کہا ہے، کچھ لینے کی غرض سے نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا بہت شکریہ، بات یہ ہے کہ ہم اہل بیت ہیں، جب کوئی کام کرتے ہیں تو اقدام واپس نہیں کرتے، اس پر فرزدق نے آپ کا ہدیہ قبول کر لیا، اور پھر قید خانہ میں بھی ہشام کی ہجو کرتا رہا حتی کہ ہشام نے اس کو رہا کر دیا۔

اہلِ بیت سے محبت کرنا حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کرنے کے برابر ہے، اور اہلِ بیت سے نعوذ باللہ بغض رکھنا حضورِ اکرم ﷺ سے بغض رکھنا ہے، اور جو شخص حضور ﷺ سے بغض رکھے وہ ایمان سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان اور ہر مومن کو حضورِ اکرم ﷺ سے اور آپ ﷺ کے گھر والوں سے اور آپ کی آل اولاد سے محبت کی توفیق اور جان و مال سے خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ جان کنی کے وقت بھی عبادت میں مشغول تھے

حضرت ابوبکر النہشلی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت لوگ حاضر ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ اشارے سے عبادت کر رہے ہیں، آپ سے عرض کیا گیا کہ اس جان کنی کی حالت میں بھی آپ مصروفِ عمل ہیں؟ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اعمال نامہ لپیٹے جانے سے پہلے پہلے کچھ کرلوں۔ (قصر الامل، ص ۱۵۹، اقتضاء العلم، ص ۱۷۹، الحدائق، ص ۳۳۵/۳، السیر للذہبی، ص ۳۳۳/۷)

احمد بن محمد بن زیادۃ رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن محمد بن زیادۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر العطار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، رکوع وسجدہ میں اپنے پاؤں کو موڑ لیتے، اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا، دونوں پاؤں متورم (سوج) ہو چکے تھے، کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ نعمتیں ہیں۔ اللہ اکبر! (سیر اعلام النبلاء، ص ۳۳۳/۷)

ایک روایت میں ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! اگر آپ اس حالت میں ہیں تو ہم سے اس بارے میں مواخذہ ہوگا، چنانچہ اسی حالت میں ان کی روح قبض ہوگئی۔ اللہ اکبر! (الحلیۃ، ص ۲۸۱/۱۰)

حضرت داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داؤد الطائیؒ کی خادمہ نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو روٹی کی خواہش ہے؟ فرمایا کہ روٹی کھانے اور چورہ پینے کے درمیان پچاس آیتوں کا فرق ہے۔ (یعنی چورہ کھانا بہتر ہے تاکہ قرآن کی پچاس آیتیں تلاوت ہو جائیں) (الحلیۃ، ص ۳۵۰/۷)

حضرت عاصم بن علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عاصم بن علیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید بن ہارونؒ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ساری رات قیامِ لیل میں گذارتے تھے، یہاں تک کہ صبح کی نماز اسی وضو سے تقریباً چالیس سال تک پڑھی۔ (تاریخ بغداد، ص ۳۴۸/۱۴)

حضرت ابواسحاق بن ثروان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابواسحاق بن ثروانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزیدؒ روزے اور عبادت میں خوب ریاضت اور مجاہدہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کا جسم سبز اور پیلا پڑ جاتا، علقمہؒ ان سے کہتے کہ آپ اپنے جسم کو کیوں عذاب دیتے ہیں؟ فرماتے کہ بے شک معاملہ بڑا سنجیدہ ہے، بے شک معاملہ بڑا سنجیدہ ہے۔

(الزہد، ص ۲، محاسبۃ النفس، ص ۱۰۱، الحلیۃ، ص ۱۴۴/۲)

حضرت عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عطاء بن السائبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مرۃؒ ہر شب وروز میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے، جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو چار سو رکعتیں پڑھنے لگے، میں ان کے گھٹنوں کو دیکھتا تھا کہ اونٹوں کے مانند ہوگئے ہیں۔ (الحلیۃ، ص ۱۶۲/۴)

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اصبغ بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اویس القرنیؒ کا حال یہ تھا کہ جب شام ہوتی تو کہتے کہ یہ رکوع کی رات ہے، چنانچہ رکوع کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔
(الحلیۃ، ص ۲/۸۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن یزیدؒ حج کے لئے تشریف لائے تو آپ کا ایک پاؤں تکلیف میں مبتلا ہوا، تو آپ نے ایک پاؤں پر صبح تک نماز پڑھی اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، حضرت لیث بن ابی سلیمؒ (حج کے لئے) آئے تو انہوں نے بھی یہی عمل کیا۔
(التہجد وقیام اللیل، ص ۱۰۳، سیر اعلام النبلاء، ص ۱۲/۵، تہذیب الکمال، ص ۵۳۲/۱۶)

حضرت سعید بن میمون رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سعید بن میمونؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عامر بن عبد قیسؒ کی خادمہ سے پوچھا کہ حضرت عامرؒ کی عبادت کا حال بتاؤ، تو اس نے کہا کہ جب بھی میں نے ان کے لئے دن کو کھانا تیار کیا تو انہوں نے رات کو ہی اسے کھایا اور جب بھی میں نے ان کے لئے بستر بچھایا تو دن کے وقت ہی اس بستر پر لیٹے۔ (التہجد وقیام اللیل، ص ۵۳)

حضرت یوسف بن عمر القواس رحمۃ اللہ علیہ

یوسف بن عمر القواس کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر نیشاپوری کو کہتے ہوئے سنا کہ تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے چالیس سال رات کو قیام کیا ہو، اور رات کو تھوڑی

دیر صرف گھٹنوں کے بل سویا ہو، اور روزانہ صرف پانچ دانوں پر گزارہ کیا ہو، اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہو، پھر کہا کہ وہ میں ہوں اور یہ سب کچھ ام عبدالرحمٰن کو پہنچاننے سے پہلے تھا، میں اس شخص کو کیا کہوں جس نے میری شادی کروائی، میرا ارادہ تو خیر ہی کا تھا۔ ان کی وفات ۳۲۴ھ میں ہوئی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

جس شخص کو یقین ہو کہ اس کی عمر ایک معمولی پونجی ہے جسے لے کر وہ جنت کی دائمی زندگی کے حصول کے لئے سفر کر رہا ہے تو وہ اس کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، البتہ جس کا جزا و سزا پر ایمان کمزور اور علم کم ہو اور ہمت پست ہو وہ بے کار رہ کر دنیا کی راحت کو ترجیح دے گا اور توحید خداوندی پر قانع ہوگا، جس سے وہ نجات کا امیدوار ہے، اور اعلیٰ درجات و مقامات کے کھو جانے کی فکر نہیں کرے گا۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

دع المکارم لا ترحل لبغیتها
واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

ترجمہ: بلندیوں کے حصول کی کوشش نہ کر، بس بیٹھ جا، کیوں کہ تو کھاتا پیتا اور کپڑے پہننے والا ہے۔

☆☆☆

ابوطالب بن عبدالمطلب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت ابوطالب کا کیا حال ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تھوڑی آگ میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری درکے میں ہوتے۔ ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں "وَجَدْتُهُ فِيْ غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ" یعنی میں نے انہیں دوزخ کی گہرائیوں میں پایا تو وہاں سے نکال کر تھوڑی آگ میں کردیا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اہل جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہے، وہ آگ کے جوتے پہنے ہوئے ہیں جن سے ان کا دماغ کھولنے لگتا ہے۔

(بحوالہ کتاب الوسیلہ از ابن تیمیہ، ص ۳۲)

الامان الحفیظ! ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور توبہ واستغفار کو معمول اور نصب العین بنالینا چاہئے، دنیا کی یہ آگ جو حضرت جبرئیلؑ کے ہاتھوں سے دوزخ سے دنیا میں لائی گئی تو پہلے سات مرتبہ سمندر میں بجھائی گئی، جب اس آگ کا یہ حال ہے کہ ہم اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، اس کو چھو نہیں سکتے اور آخرت میں دوزخ کی آگ کا حشر تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ اس لئے میرے دوستو! رب العزت سے ڈرنا لازمی ہے، ہاں اس سے رحمت کی امید بھی رکھو، اور امید وبیم کے درمیاں جو زندگی گذرتی ہے وہ اچھی ہے، اس کی تاکید احادیث میں بھی آئی ہے،

جب حضرت سرکارِ دو عالم ﷺ کے چچا کو بھی عذاب ہوسکتا ہے، غور کرنا چاہئے کہ ساری عمر آپ ﷺ کی مدافعت اور بچاؤ اور حفاظت کرتے رہے لیکن آخر وقت تک کلمہ توحید نصیب نہ ہوا، اسی طرح ہم کو اپنی فکر کرنی چاہئے کہ اے اللہ! اخیر تک ایمان اور کلمہ پر باقی رکھ اور اپنی خوشنودی والی موت عطا فرما، آمین!

میرے دوستو! آخرت دنیا کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے، اس کی تیاری کرتے رہو، اور اپنی اولاد اور اہل وعیال کو بھی توبہ اور استغفار کراتے رہو۔

اذان میں سحر

تایا جی رفیق احمد صاحب تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ہیں۔ چرتھاول کے معمر ترین بزرگوں میں شمار ہوتا ہے، میں نے بچپن میں دیکھا وہ جامع مسجد خورد المعروف مسجد عثمان غنیؓ چرتھاول میں جب اذان دیا کرتے تھے تو اذان سن کر دل بے قرار ہوجاتا تھا، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے، ایسا سوز وگداز اور درد تھا کہ صرف آذان سن کر ہی بہت سے لوگ مسجد میں آجاتے تھے، نماز کے لئے بہت سے بے نمازی، نمازی بن جاتے تھے، ایسی ہی آواز ملا جی محمد عمر صاحب کی بھی تھی کہ آواز ایسی دل گیر کہ دل چاہتا تھا آذان ہی ہوتی رہے۔ بندہ کو کبھی کبھی یہ خیال آتا کہ آج ڈیڑھ ہزار سال کے بعد بھی ایسے مسلمان موجود ہیں جن کی آواز میں بلا کا سحر ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز کیسی ہوگی جو آسمانوں پر سنی جاتی تھی۔ تایا رفیق صاحب نہایت رقیق القلب مسلمان ہیں ہم نے کبھی ان کو بلند آواز سے بات کرتے نہیں دیکھا، انہوں نے ہمیشہ اپنی محنت پر یقین کیا ہے، اور توکل علی اللہ زندگی گذاری ہے اللہ تعالیٰ ان کے فرزندان کو جزائے خیر دے وہ پیرانہ سالی میں ان کی خدمت میں لگے ہیں۔ بندہ جب کبھی چرتھاول جاتا ہے تو ان کی زیارت اور ملاقات کے لئے ضرور حاضر ہوا کرتا ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

وقت ضائع ہونے کے اسباب

’’طول امل‘‘ یعنی انسان کہتا ہے کہ میں یہ کام عنقریب کرلوں گا یا پھر کرلوں گا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طول امل آخرت کو بھلا دینے کا سبب ہے۔
(اخرجہ احمد فی الزہد، ص ۲/ ۴۷ تا ۴۸، وابن ابی الدنیا فی قصر الامل، ص ۴۹، وابونعیم فی الحلیۃ، ص ۱/ ۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو صبح کرے تو شام ہونے کا دل میں خیال نہ لا اور جب شام کرے تو صبح ہونے کا دل میں خیال نہ لا۔ (اخرجہ البخاری، ص ۶۴۱۶)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی امیدوں کو لمبا کرتا ہے تو عمل میں ضرور کوتاہی کرتا ہے۔

محمد بن ابی توبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی اقامت کہی، پھر مجھ سے فرمایا کہ آگے بڑھو (اور نماز پڑھاؤ) میں نے کہا کہ اگر میں نے یہ نماز پڑھائی تو پھر اس کے سوا اور نماز میں نہیں پڑھاؤں گا، حضرت معروف الکرخیؒ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہو رہا ہے کہ تم ایک اور نماز بھی پڑھا سکو گے، طول امل سے خدا کی پناہ! یہ ہر چیز کو نیک عمل سے روکتی ہے۔
(قصر الامل، ص ۱۰۳، مناقب معروف کرخی واخبارہ، ص ۱۰۱ تا ۱۰۲)

ہم نے بعض علماء سے روایت کیا ہے کہ ابلیس کا سب سے بڑا لشکر اور ہتھیار ’’سوف‘‘ (عنقریب کرلوں گا) ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ’’سوف‘‘ (یعنی میں یہ کام عنقریب کرلوں گا) سے احتراز کرو۔ (قصر الامل، ص ۲۰۶)

ایک عالم کسی قبرستان میں داخل ہوئے تو کہا ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ یہاں کتنے ایسے مردے ہوں گے جو اپنی حاجات پوری نہ کرسکے، یہی کہتے ہوں گے کہ یہ کام میں کل کرلوں گا۔

راحت پسندی اور تن آسانی

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی راحت ناپائدار ہے، ختم ہوجانے والی ہے اور اس کا انجام سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں، تمہیں بہت سے غافل لوگ نظر آئیں گے جو بے فائدہ کاموں میں اپنی عمر برباد کررہے ہیں، بعض لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ ایسے بے کار اور بے مقصد کام میں لگے ہوں گے جو ان کے دین کے لئے سراسر مضر ہے، بعض کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھو گے، بعض کو ایسی باتوں میں منہمک پاؤ گے جو گناہ سے خالی نہ ہوں گی۔

انسان کو جاننا چاہئے کہ دو چیزیں اس کی سب سے زیادہ قیمتی ہیں، ایک اس کا قلب اور دوسرا اس کا وقت، اگر اپنے وقت کو غفلت میں گزار دیا اور قلب کو برباد کیا تو وہ فوائد سے محروم ہوگیا۔

حضرت عمر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ جب بازار والوں کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ لوگ ان نعمتوں سے کس قدر غافل ہیں جو ان کے لئے (آخرت میں) تیار کی گئی ہیں۔

حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلہ بن اشیم رحمۃ اللہ علیہ صحراء (جنگل) کی طرف نکل جاتے اور وہیں عبادت کرتے تھے، نوجوان وہاں سے کھیلتے کودتے گزرتے تو آپ فرماتے: مجھے بتاؤ کہ ایک قوم سفر کا ارادہ رکھتی ہو مگر دن کو بھی سفر نہ کرے اور رات کو بھی سوتی رہے تو وہ اپنا سفر کب طے کرسکتی ہے! (راوی) کہتے ہیں کہ صلہ بن اشیمؒ کا یہی معمول رہا کہ جب آپ کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو ان کو

وعظ و نصیحت کرتے، ایک دن آپ کا ان کے پاس سے گزر ہوا اور آپ نے ان سے یہی بات فرمائی تو ایک نوجوان کہنے لگا کہ خدا جانتا ہے کہ ان کی مراد ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہے، اس لئے کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو دن کے وقت کھیل کود میں لگے رہتے ہیں اور رات کو سو جاتے ہیں، (یہ کہہ کر) وہ نوجوان حضرت صلہ رحمۃ اللہ علیہ کا متبع بنا اور ان کے ساتھ صحرا میں جانے لگا اور مرتے دم تک ان کے ساتھ عبادت میں مشغول رہا۔

(صفۃ الصفوۃ، ص ۳/۲۱۶)

حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ کا گریہ

راقم الحروف نے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم شاہ زکی الدین احمد صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آخرت کا ذکر آتا تو ایسے ہوجاتے کہ گویا اپنی آنکھوں سے جزاء وسزاء کا منظر دیکھ رہے ہیں، اتنا ضبط فرماتے آنسوؤں کو کہ کسی کو خبر تک نہ ہوتی کبھی کبھار باوجود ضبط کے آنسو نکل آتے تو جلدی سے نظریں بچا کر پونچھ لیتے۔ ایسے موقع پر حسرت سے فرماتے، ہائے ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا! اے اللہ جو اعمال ہیں تیرے فضل سے ہی ان کو قبول فرمالے، آمین!

یہی حالت آپ کے جانشین خلف الرشید ناصر الامت الحاج حکیم ناصر الدین احمد صاحب کی ہے کہ والد محترم کے نقشِ قدم پر ہیں اور فکر آخرت میں گھلے جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ حضرات امت کا سرمایہ ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اسلام میں پڑوسی کا حق

اور اس کی ضرورت ولحاظ

ابن حاتم کی روایت ہے کہ ایک شخص کھجور کے باغ کا مالک تھا، اس باغ کا ایک درخت ٹیڑھا ہو کر پڑوس والے مسکین کے صحن کی طرف جھکا ہوا تھا، وہ مسکین بال بچوں والا تھا، باغ والا اس درخت کی کھجوریں مسکین کے گھر میں جا کر اتارتا تھا، جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس مسکین کے بچے چن لیتے تھے، باغ والا ان بچوں سے وہ کھجوریں چھین لیتا تھا، اگر کسی بچے نے کوئی کھجور اپنے منہ میں ڈال لی ہوتی تو اس بچہ کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیتا تھا، اس بات کی شکایت مسکین نے آنحضرت محمد ﷺ سے کی، آپ ﷺ اس باغ والے شخص سے ملے اور فرمایا: تیرا وہ درخت جو مسکین کے گھر کی طرف جھکا ہوا ہے مجھے دے دے، اللہ تعالیٰ اس درخت کے بدلہ تجھے جنت کا ایک درخت عطا فرمائے گا، اس نے کہا: اس درخت کی کھجوریں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، میرے باغ میں کسی اور درخت کی کھجوریں ویسی نہیں ہوتیں، یہ سن کر حضور ﷺ اپنے گھر چلے آئے۔

جنت کا ایک درخت دنیا کے چالیس ہزار درختوں سے بہتر

ایک شخص جو یہ باتیں سن رہا تھا، آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر مذکورہ درخت میرا ہوجائے اور وہ میں آپ کو دے دوں تو کیا مجھے اس

درخت کے بدلہ جنت کا درخت ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ شخص باغ والے کے پاس گیا اور اس سے مذکورہ درخت خریدنے کی بات کی، باغ والی نے کہا: چالیس عمدہ قسم کے درخت اس درخت کے بدلہ میں ملیں تو دے دوں گا، اس شخص نے اپنے باغ کے چالیس عمدہ درخت اس کو دے دئے اور وہ درخت لے لیا، پھر خوشی خوشی حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ! اب وہ درخت میرا ہے اور میں نے اسے آپ کو دے دیا، حضور ﷺ اس مسکین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اب یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بچوں کا ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر، حصہ پنجم، ص ۵۵۲)

الحاج سید محمد حسن صاحب گنگوہی

میرے بھائیو! پڑوسی کا حق بہت بڑا ہے، میں ایک زمانہ میں گنگوہ خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں رہا کرتا تھا، میری نئی نئی شادی ہوئی تھی، والدین کی اجازت سے اہلیہ کو گنگوہ لے آیا، اس دور میں کوئی کرایہ پر مکانات وغیرہ نہیں دیا کرتے تھے، مروت اور لحاظ میں رہنے کے لئے دے دیا کرتے تھے، اسی طرح مجھے بھی ایک پاک نفس اور پاک طینت سید گھرانے کے چشم و چراغ الحاج بھائی سید محمد حسن صاحب نے اپنے مکان کا ایک حصہ رہنے کے لئے دے دیا تھا، ان کی اہلیہ بھی اور والدہ بھی نہایت متقی اور پرہیزگار ہیں، چار پانچ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا، انہوں نے میری اہلیہ کی اتنی دیکھ بھال کی اور خیال رکھا کہ بعض رشتہ دار بھی اتنا خیال نہیں رکھ سکتے، کھانے پینے سے لے کر ہر قسم کی ضروریات کا ان کی اہلیہ محترمہ خیال رکھتیں، اور اتنی شفقت اور محبت کہ آج تیس سال سے زائد عرصہ گذر چکا، ہم ان کے اس احسان اور محبت ودلجوئی کو نہ بھول سکے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا دونوں جہاں میں بدلہ عطا فرمائے، ان کی اولاد کو نیک اور صالح بنائے آمین!

میں جب بھی ان کو یاد کرتا ہوں یا وہ یاد آجاتے ہیں تو خیر القرون کے پڑوسیوں کے حالات ذہن میں آجاتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اسی کو اسلام کہا جاتا ہے، یہی اہل سنت مسلمان کا طریقہ ہے، ایمان جہاں ہوتا ہے وہاں مروت اور لحاظ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان اور حیاء دو الگ الگ شاخیں ہیں، جس انسان میں جتنا ایمان ہوگا اتنی ہی شرم ہوگی اور جتنی شرم ہوگی اتنا ہی ایمان ہوگا۔

آج ہم اپنی دینداری کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، لیکن ہم اپنے گھروں کی عورتوں اور بچوں کا جائزہ لیتے ہیں اور پڑوسیوں کے ساتھ ان کی اَن بَن کتنی ہوتی ہے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، خدارا! اپنے اس فرسودہ اور ناپسندیدہ مزاج اور خیالات کو بدلیئے اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا مزاج بنائیے، اس کو اپنا بھائی، اپنی بہن یا اپنی ماں کے درجہ پر تصور کیجئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غنی کردیں گے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اے نوجوان! اپنی زندگی کو قیمتی بنالے

اب اس نوجوان کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس درجہ پر کھڑا ہے، اپنی عمر کے قیمتی لمحات کو غنیمت جانے اور صبر وضبط سے کام لے، کیوں کہ جو شخص اپنی بیوی سے خود کو روکتا ہے حالانکہ وہ نوجوان شدید خواہش رکھتا ہے تو وہی میدانِ عمل میں سبقت لے جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے ''احسنت'' تم نے اچھا کام کیا، لہٰذا نوجوان کو اپنے نفس کو قابو میں رکھنا چاہئے تا کہ قیامت والے دن اس سے کہا جائے ''هٰذا یومکم الذی کنتم توعدون'' یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ نیز اس کو چاہئے وہ اس نوجوانی کی عمر میں اپنا دامن غلطیوں سے بچا کر رکھے، کیوں کہ یہ ایسا ہے جیسے خوبصورت سامان میں کوئی قبیح قسم کا عیب ہو، جوانی میں آ کر اگر کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو سوائے دائمی حسرت وافسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوگا، جب بھی اس کا خیال آئے گا تو دل رنجیدہ ہوگا، پس اس کا خیال کرنا اس کے قلب کے لئے ایک عقوبت ہے۔

ایک لمحہ کی غفلت کا کتنا بڑا نقصان

حضرت ابوالقاسم الجنید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خدا کا بندہ ایک ہزار برس تک متوجہ الی اللہ رہے، پھر ایک لمحہ کے لئے اس سے روکش ہو تو اس سے ہونے والا نقصان اس فائدے سے زیادہ ہوگا جو اس کو حاصل ہوا۔ (الحلیۃ لابی نعیم، ص ۲۷)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے وعظ میں کہا کہ اے نوجوان! تم ایک جنگل میں ہو، تمہارے پاس قیمتی جواہرات ہیں، اگر تم چاہتے ہو کہ تم ان کو لے کر دار الجزاء میں جاؤ تو پھر اپنی خواہش نفس کی پیروی سے اجتناب کرو، اور جواہرات اس کے ہاتھ نہ لگنے دو، ورنہ وہ بلا معاوضہ تم سے لے لے گا، پھر جب تو روز جزا پیش ہوگا تو کامیاب ہونے والوں کو دیکھ کر کہے گا ''یٰحسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب الله'' (الزمر،۵۶) ''افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا تعالیٰ کی جناب میں کی ہے''۔ لیکن اس افسوس سے گزرا ہوا وقت واپس نہیں آئے گا۔

صالح نوجوان عالمِ دین

اس دور میں اللہ تعالیٰ کسی کو اخلاص کی دولت سے مالا مال کر دیں تو خاص عنایت ہے، ہر طرف افراتفری پھیلی ہے اور اپنے مفاد اور خواہشات کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے ابھی بھی ایسے مخلص اور خدا ترس نوجوان موجود ہیں جن کو اللہ رب العزت نے فکر آخرت سے نوازا ہے اس میں ایک صالح نوجوان عالمِ دین مولوی محمد عرفان قاسمی سلمہ ہیں جو حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مدظلہ جانسٹھ کے فرزند ہیں۔ نہایت ایمان دار متقی اور صاحب الرائے نوجوان ہیں، عزیز ڈاکٹر محمد فاروق قاسمی سلمہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ موصوف کو مدرسہ الحسنات الباقیات جانسٹھ کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے، جو کام سپرد کیا جاتا ہے، اخلاص اور دیانت داری سے انجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کو نظرِ بد سے بچائے اور اپنی رضا نصیب فرمائے آمین! جانسٹھ میں ایک ہمارے رفیقوں میں الحاج سعید الدین صاحب انصاری تھے جو ہمارے پڑوسی تھے، ہر معاملے میں شریعت کو مدنظر رکھتے، اور فکرِ آخرت کے حامل تھے اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور بال بال مغفرت فرمائے، آمین! (محمد ادریس حبان رحیمی)

وہ مے جس سے کھلتا ہے رازِ ازل

شعرائے کرام پر بات چل رہی تھی، میں نے کہا کہ شعراء خیرالقرون سے دنیا میں ہیں، لیکن کچھ شعرائے کرام ایسے بھی گذرے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عظیم رتبہ عطا فرمایا، جیسے حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر اسلام کہلائے، اور علامہ شرف الدین مصریؒ جن کا قصیدۂ بردہ مشہور ومعروف ہے، اسی طرح ہندوستان میں شاعر مشرق علامہ اقبالؒ تھے کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے اشعار کو پوری طرح لوگ سمجھ نہیں پائے، عوام تو عوام خواص بھی ان کے اشعار پڑھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔

جناب نامی انصاری کانپوری کا مضمون کتاب نما جولائی ۲۰۰۹ء میں نظروں سے گذارا، قارئین کے لئے شامل اشاعت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عام طور سے ایک فلسفی اور مفکر شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں، مغربی مفکرین کے مقابلے میں شاعر مشرق ہونا بھی ان کی ایک امتیازی خصوصیت ہے لیکن ان کا جو سب سے بڑا وصف ہے وہ ان کی شاعرانہ تخلیقی قوت ہے، فکر وفلسفہ اور شاعری کا ایسا دل نشیں امتزاج جو کلامِ اقبالؒ میں نظر آتا ہے وہ اردو بلکہ فارسی کے بھی کسی قدیم وجدید شاعر کے یہاں نہیں ملتا، ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فکر وفلسفہ کو جذبہ کی زبان عطا کی اور اس کو شاعرانہ جوہر سے مالا مال کر دیا، اگر اقبالؒ صرف

فلسفیانہ رموز ونکات ہی کو نظم کر دیتے اور اس میں شاعرانہ تب وتاب نہ پیدا ہوتی تو اقبالؒ کو مفکر اور فلسفی کی حیثیت سے بھی وہ مقام نہ ملتا جو ان کو اب حاصل ہے، اقبالؒ کے بعض معاصرین نے ان کی تقلید میں فلسفے اور حکمت کو شاعری میں ڈھالنے کی کوششیں کیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے، دراصل اقبالؒ کے اندر شعری قوتِ نمو اس درجہ کی تھی کہ وہ جو بات بھی کہنا چاہتے تھے وہ از خود شعری پیمانہ میں ڈھل کر مئے دو آتشہ بن جاتی تھی اور اس کے لئے ان کو شعوری طور سے کوشش نہیں کرنی پڑتی تھی۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعرانہ قوتِ تخلیق یوں تو ان کی سبھی نظموں اور غزلوں میں بدرجۂ اتم موجود ہے لیکن اس موضوع کو ایک خاص حد میں روشن کرنے کے لئے میں ان کی ایک مشہور نظم ''ساقی نامہ'' کو لیتا ہوں جو مثنوی کی شکل میں ہے اور انقلابِ روس کے پس منظر میں لکھی گئی ہے، اس نظم میں عالم بشریت کو انہوں نے ایک نئے انقلاب کا مژدہ سنایا ہے۔ ساقی نامہ اردو نظم کی ایک روایتی ہیئت ہے جس میں ساقی سے مخاطب ہو کر شاعر اس سے ایک دو جامِ مے طلب کرتا ہے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی گذارش کرتا ہے، اقبالؒ نے ہیئت تو یہی اختیار کی ہے مگر ایک نیا رنگ روپ دے کر اس کو ایک جدید طرزِ اظہار کا اشاریہ بنا دیا ہے۔

پلا دے مجھے وہ مئے پردہ سوز — کہ آتی نہیں فصلِ گل روز روز
وہ مے جس سے روشن ضمیرِ حیات — وہ مے جس سے مستئ کائنات
وہ مے جس سے ہے سوز وسازِ ازل — وہ مے جس سے کھلتا ہے رازِ ازل
اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے — لڑا دے ممولے کو شہباز سے

دوسرے بند میں وہ پھر ساقی سے مخاطب ہو کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا   وہی جام گردش میں لا ساقیا
مجھے عشق کے پَر لگا کر اڑا   مری خاک جگنو بنا کر اڑا
خرد کو غلامی سے آزاد کر   جوانوں کو پیروں کا استاد کر
ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر   زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے   مرا عشق میری نظر بخش دے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ساقی سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے اور یہاں شاعر اور ساقی کے مابین جو مکالماتی فضا قائم کی گئی ہے وہی اس نظم کا اصل جوہر ہے، اس سے آگے زندگی کے نامیاتی جوہر کے متعلق ان کے فلسفیانہ افکار کا ظہور اس طرح ہوتا ہے جیسے کوئی دانائے رازِ افق گردوں سے انوار و افکار کی بارش کر رہا ہو۔

دمادم رواں ہے یمِ زندگی   ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
گراں گرچہ ہے صحبتِ آب و گِل   خوش آئی اسے محنتِ آب و گِل
یہ ثابت بھی ہے اور سیّار بھی   عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر   مگر ہر کہیں بے چگوں بے نظیر

ان بھاری بھرکم اشعار کے مقابلہ میں اب سہلِ ممتنع کا یہ بہاؤ قابلِ توجہ ہے۔

چمک اس کی بجلی میں، تارے میں ہے   یہ چاندی میں سونے میں پارے میں ہے
اسی کے بیاباں اسی کے ببول   اسی کے ہیں کانٹے اسی کے ہیں پھول
کہیں اس کی طاقت سے کہسار چور   کہیں اس کے پھندے میں جبریلؑ و حور

خاص بات یہ ہے کہ مشرقی شعریات میں اظہار کے جتنے پیمانے ہیں، اقبالؒ نہ صرف ان کے گہرے رمز شناس ہیں بلکہ ان کو برتنے میں بھی اپنی مہارت کا تخلیقی استعمال کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی وہ مغربی شاعری کے اسالیب سے بھی اچھی

واقعیت رکھتے ہیں اور اپنی شاعری میں جا بجا ان سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور ندرتِ بیان کی تخلیقی فضا قائم رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں، مثال کے طور پر محاکات کی صورت گری، اردو شاعری میں اور مغربی شاعری میں بھی خاص اہمیت کی حامل ہے، اقبالؒ کو محاکات کے بیان میں خاصی مہارت حاصل ہے اور وہ لفظی تصویر کشی میں اپنا خاص نقش قائم کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں، ''ساقی نامہ'' میں جب وہ جوئے کہستاں یعنی پہاڑوں سے بہتی ہوئی نہر کی مصوری کرتے ہیں تو ایک بڑا دلکش اور رواں مرقع تیار ہو جاتا ہے۔

فضا نیلی نیلی ہوا میں سرور   ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور
وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی   اٹکتی لچکتی سرکتی ہوئی
اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی   بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رُکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ   پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

جوشؔ کے یہاں بھی لفظی مرقع نگاری کے اچھے نمونے مل جاتے ہیں، مگر وہ پیکر تراشی کے بجائے لفظوں کا انبار لگانے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، اس لئے اپنی بے مثل قادر الکلامی کے باوجود جوش کو ایک کامیاب لفظی مرقع نگار کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

''ساقی نامہ'' کا اصل موضوع کیا ہے اس پر بحث نہ کرتے ہوئے اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں روس کے اشتراکی انقلاب نے ساری دنیا میں ایک ہلچل پیدا کر دی تھی اور پہلی مرتبہ دنیا نے ملوکیت اور شہنشاہی مقابلے میں کسانوں اور مزدوروں کی عوامی حکومت کے تصور کو عملی جامہ پہنتے ہوئے دیکھا، انقلابِ روس ایک ایسا انقلاب تھا جہاں عوام کو خود اپنی حکومت قائم کرنے اور خود اپنے اوپر حکومت کرنے کا حق حاصل ہوا اور سینکڑوں سال کی بدنام زمانہ شہنشاہیت کا قلع قمع ہو گیا، اگر چہ ستر

سال بعد دنیا نے دیکھا لیا کہ روس کا کمیونسٹ انقلاب جو خدا اور سولﷺ کی دشمنی پر مبنی تھا، چکنا چور ہو گیا، اور میخائل گورباچیوف کے ذریعہ کمیونسٹ انقلاب کی دھجیاں اڑ گئیں۔ سچ ہے ہمیشہ باقی رہنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اقبالؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفکر اور دانشور کی حیثیت سے اس انقلاب کا خیر مقدم کیا اور دنیا کو مژدہ سنایا۔

زمانے کے انداز بدلے گئے　　نیا راگ ہے ساز بدلے گئے
پرانی سیاست گری خوار ہے　　زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے
گیا دورِ سرمایہ داری گیا　　تماشا دکھا کر مداری گیا
گراں خواب چینی سنبھلنے لگے　　ہمالہ کے چشمے اُبلنے لگے

مگر اس انقلاب کا خیر مقدم کرتے ہوئے بھی وہ مسلماں کو جھنجھوڑنے سے باز نہیں رہتے۔

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش　　مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن تصوف شریعت کلام　　بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی　　یہ امت روایات میں کھو گئی

یہ تو اقبال کے افکار کی گونج تھی مگر ان کا شاعرانہ اظہار اتنا زیادہ تابناک اور لطف آمیز ہے کہ دل و دماغ دونوں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، انہوں نے اردو شاعری کے تمام عناصر ''استعارہ، تشبیہ، رمز و کنایہ بدیع'' سے حسب ضرورت کام لیا ہے اور شاعری کی جمالیاتی تزئین کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے، اس کے علاوہ اظہار کے نئے نئے اسالیب بھی انہوں نے وضع کئے ہیں جن سے اردو دنیا اب تک نا آشنا تھی، اقبالؒ کے زمانہ میں دہلی، لکھنؤ، پنجاب اور دکن میں جو شاعری ہو رہی تھی اس سے اقبالؒ پوری طرح باخبر تھے مگر ان کا دائرۂ کار دوسرا تھا، وہ زبان کی مٹھاس اور نازک

خیالی کے شاعر نہ تھے، ان کے زمانہ میں حالیؔ، آزادؔ، چکبستؔ اور سیمابؔ بھی فکری اور موضوعاتی نظمیں لکھ رہے تھے جن میں افکارِ عالیہ کی کمی نہ تھی لیکن اس کو جذبات کی زبان نہیں مل سکی تھی، جس کی وجہ سے یہ بڑی حد تک بے رس اور بے کیف تھی، اقبالؒ نے اس میدان میں جب اپنی بساط بچھائی تو انہوں ے بہت جلد اس نکتے کو سمجھ لیا کہ فلسفیانہ افکار کو جذبہ کے رس میں گھول کر اور شاعری کے جمالیاتی عناصر کو اپنے اندرون کی سنگیت میں ڈبو کر ہی شاعری معجزہ بن سکتی ہے، محض کلامِ موزوں سے شاعری کا حق ادا نہیں ہو سکتا، ساقی نامہ اب سے تقریباً نوے برس پہلے کی نظم ہے، اب وہ حالات باقی نہیں رہے جن سے اس نظم کا مزکری سروکار قائم تھا، سوویت یونین کا بکھراؤ مکمل ہو چکا ہے، گراں خواب چینی خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے تو انہوں نے ہمالے ہی اوپر ہاتھ صاف کر دیا، دورِ سرمایہ داری خوار تو ہوئی مگر اب وہ ایک نیا چولا بدل کر سامنے آ گئی اور دنیا کے کمزور ممالک کو چیلنج کرنے میں مصروف ہے، مگر کاروانِ حیات تو اب بھی رواں دواں ہے اور مسلسل آگے بڑھتا جا رہا ہے، اقبالؒ کہتے ہیں۔

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی　　فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
الجھ کر سلجھنے میں لذت اسے　　تڑپنے پھڑکنے میں راحت اسے
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے　　اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معجزۂ فن کا اعتراف کبھی نہیں کیا، اگر کہا تو صرف اتنا کہا۔

خوش آ گہی ہے جہاں کا قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کے لئے

میرا پختہ یقین ہے کہ اگر اقبال کے فلسفہ اور فکر میں اتنی شاعرانہ دلکشی، غنائیت اور جمالیاتی رچاؤ نہ ہوتا تو ان کی عظمت بھی اس طرح نہ قائم ہوتی جس طرح وہ آج

قائم ہے اور شاید آگے بھی قائم رہے گی، اقبال رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے زمانہ ہی کے شاعر نہیں ہیں بلکہ وہ آنے والے زمانوں کے بھی شاعر ہیں۔

(اقتباسات مضمون از نامی انصاری کانپوری، کتاب نماء دہلی)

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پر بہت سے مضامین لکھے ان کے اشعار کو سمجھنے کے لئے اسلامی تاریخ سے واقفیت اور علم کی ضرورت ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

اہل اللہ کا ایثار

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کی زبانی روایت بیان کی ہے کہ لاہور میں ایک صاحب تھے، جنہیں ''شیخ زندہ دل'' کہا جاتا تھا، اور بڑے بزرگوں میں جن کا شمار ہوتا تھا، عید کے دن سب لوگ لاہور میں عید کی نماز پڑھ کر واپس گھروں کو روانہ ہوئے تو ان بزرگ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا

''آج کے روز عید ہے، ہر شخص اپنے سرپرستوں سے عیدی لے رہا ہے، مجھے بھی عیدی عطا ہو، جب انہوں نے یہ بات کہی تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا نیچے گرا، اس پر تحریر تھا کہ ہم نے تجھے جہنم کی آگ سے نجات دی ہے''۔

جب حاضرین نے یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ برکت حاصل کرنے کے لئے ان بزرگ کے ہاتھ چومنے لگے اور ان کی بہت عزت وتکریم کی، اسی اثناء میں ان بزرگ کے دوستوں میں اسے ایک دوست ان کے پاس آ گئے اور کہا کہ آپ نے خداوند ذوالجلال والاکرام سے عیدی لی ہے، مجھے آپ عیدی دیجئے، ان بزرگ نے جب یہ بات سنی تو ریشمی کپڑے کا وہ ٹکڑا اپنے دوست کو دے دیا اور کہا کہ جاؤ یہ تمہاری عیدی ہے، کل روزِ حشر میں میں جانوں یا جہنم۔

(بحوالہ مدینۃ الاولیاء ص ۴۷، مولفہ مدرج لاہور محمد دین کلیم قادری ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور)

دلیل نبوت

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسولِ کریم ﷺ نے کہ میں مکہ کا وہ پتھر پہنچانتا ہوں جو نبوت کے ظہور سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اسے اب بھی پہنچانتا ہوں۔ (مسلم شریف)

تشریح: بعض شارحین حدیث نے لکھا کہ یہ پتھر حجر اسود ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ پتھر مکہ معظّمہ میں ''رفاق الحجر'' میں واقع ہے۔ رفاق الحجر مکہ معظّمہ کا ایک محلّہ ہے جو کعبہ معظّمہ اور سیدہ خدیجہؓ کے مکان کے درمیان واقع ہے، اس پتھر میں حضورِ اقدس ﷺ کی کہنی مبارک کے نشان موجود تھے، لوگ خصوصاً اہل مکہ اسی پتھر کی زیارت کیا کرتے تھے، دور دور سے لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ (مرقات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

لیکن یہ پتھر گم ہوگیا جو پتھر حضور ﷺ کو سلام عرض کرتا تھا، اس کے الفاظ یہ ہوتے تھے ''السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا رسول اللہ''۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضورِ انور ﷺ کی نبوت کا علم اعلان نبوت سے قبل بھی شجر حجر سب کو تھا، اگر کوئی یہ کہے کہ چالیس سال بعد نبوت ملی تو یہ بات درست نہیں، ہمارے حضور ﷺ جب سے نبی ہیں جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے، ہاں چالیس سال کی عمر شریف کے بعد اعلان نبوت فرمایا۔

پیالہ سے تین سو آدمیوں نے کھانا کھایا

جب شاہِ کونین ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کھجوروں، گھی اور پنیر سے کھانا تیار کیا اور اسے ایک پیالہ میں ڈال کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

کہا: انس! اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جاؤ، وہاں عرض کرنا کہ میری ماں نے آپ ﷺ کے لئے بھیجا ہے، وہ سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ کے لئے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کھانے کا پیالہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور ماں نے جو کچھ کہا تھا عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو اور فلاں فلاں اور فلاں (دو تین آدمیوں) کو بلا لاؤ، ان کے علاوہ اور جو بھی ملیں، ان کو بھی ساتھ لے آنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی، واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کھانے پر رکھا اور دعائے برکت فرمائی، پھر آپ ﷺ حاضرین میں سے دس دس آدمیوں کو بلاتے اور فرماتے رہے: ''اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر ایک صرف اپنے سامنے سے کھائے''۔ اس طرح دس دس آدمیوں کی جماعت کھانا کھا کر نکلتی تو دوسری جماعت آجاتی، دوسری جماعت کھانے سے فارغ ہوجاتی تو تیسری جماعت آجاتی، یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا، جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انس! پیالہ اٹھاؤ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کھانے کا پیالہ اٹھالیا، مگر وہ یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ جب کھانے کا پیالہ رکھا گیا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب پیالہ اٹھایا گیا اس وقت کھانا زیادہ تھا، جبکہ اس پیالے سے دو چار دس بیس نہیں بلکہ ان کے اندازے اور شمار کے مطابق تین سو آدمی کھا چکے تھے۔

حضرت ابن حبان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ فخر عرب وعجم ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر فرمائی، اس کی بنیاد کھودی گئی تو آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے ایک پتھر اس کی بنیاد میں رکھا،

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پاس رکھو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پتھر فخرِ صادق ﷺ کے پتھر کے برابر رکھا، پھر آپ ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا پتھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پتھر کے قریب رکھا، پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: تم اپنا پتھر بنیاد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پتھر کے قریب رکھو! اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ لوگ خلیفہ ہوں گے۔

(بیہقی دلائل النبوۃ، حاکم مستدرک، طبقات ابن سعد، معجزات نبوی ﷺ ۱۸۱)

فرضیت روزہ کا سبب

مذہب اسلام میں اکثر اعمال ایسے ہیں جو کسی نہ کسی واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں، جیسا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی حضرت سیدنا ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی ان کی دونوں پہاڑوں کے درمیان کی سعی کی زندہ مثال ہے، (حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے لئے جو آپ نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کی تھی) اللہ تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا پسند آ گئی لہٰذا اسی سنت ہاجرہ کو اللہ نے حاجیوں پر (صفا و مروہ کے درمیان سعی) لازم قرار دیا۔

یوں ہی رمضان کے کچھ ایام سرورِ کائنات ﷺ نے غارِ حرا میں گزارے تھے ان دنوں میں آپ ﷺ دن کو کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور رات کو خدا کی یاد میں مشغول رہتے تھے تو رب عزوجل نے ان دنوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے روزے فرض کئے تاکہ اس کے محبوب کی سنت قائم رہے۔

یہ میرے رب کی شان ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کی شان اور عظمت کے لحاظ سے ماہِ رمضان کا اہتمام فرما کرامت کی لئے رحمت، مغفرت اور آگ سے خلاصی کا بہانہ رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی قدر کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

تیری تکبیر سے واقف نہیں کون عالم میں
ابھی تک گونجتا ہے ہر طرف شورِ اذاں تیرا
ترا روندا ہوا ہے چپہ چپہ باغ عالم کا
ملے گا تنکے تنکے پہ نشانِ آشیاں تیرا
خدا کے سامنے جھکتی رہی جب تک تری گردن
فلک بھی چومتا رہا جھک کے سنگِ آشیاں تیرا

☆☆☆

نگاہیں نیچی رکھنے کی خیر و برکات

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم الخ (سورۃ النور، آیت ۳۰)

اے محمدؐ! آپ مؤمنوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور یہ تمہارے لئے پاکی حاصل کرنے کا بہترین راستہ ہے ، اور عوتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اس کے ذریعے یہ بتادیا کہ شرمگاہ کی حفاظت کا راستہ یہ ہے کہ اس کا آغاز آنکھ کی حفاظت سے ہو، اور جب آنکھ محفوظ رہے گی تو پھر تمہاری شرمگاہ بھی محفوظ رہے گی اور تم بدکاری سے محفوظ رہو گے، یہ حکم کسی مولوی اور ملا کا بیان کردہ حکم نہیں ہے، یہ کسی قدامت پسند، مذہبی، دہشت گرد کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن کریم کے اندر بیان فرمایا ہے۔

قلعے کا محاصرہ کرنا

جب تک مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ان فتنوں اور فسادات سے محفوظ رکھا، میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ سنا تھا جو ایک تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بڑے درجے

کے صحابہ میں سے ہیں، اور شام کے فاتح ہیں، اس لئے کہ شام کے بہت سے علاقوں کی فتح کا سہرا اللہ تعالیٰ نے ان کے سر رکھا، بعد میں وہ شام کے گورنر رہے۔

ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے غیر مسلموں کے قلعے پر حملے کیا، اور اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ لمبا ہوگیا اور قلعہ فتح نہیں ہورہا تھا، یہاں تک کہ جب قلعہ کے لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان بڑی ثابت قدمی سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں تو انہوں نے ایک سازش تیار کی، وہ یہ کہ ہم مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم قلعہ کا دروازہ آپ کے لئے کھول رہے ہیں، آپ اپنی فوج کو لے کر داخل ہوجائیں، اور یہ سازش کی کہ شہر کا دروازہ جس طرف کھلتا تھا اس طرف بہت لمبا بازار تھا جس کے دونوں طرف دکانیں تھیں اور بازار شاہی محل پر جا کر ختم ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے بازار کے دونوں طرف عورتوں کو مزین کر کے اور آراستہ کر کے ہر دکان پر ایک ایک عورت کو بٹھا دیا، اور ان عورتوں کو یہ تاکید کردی کہ اگر یہ مجاہدین داخل ہونے کے بعد تمہیں چھیڑنا چاہیں اور تمہارے ساتھ کوئی معاملہ کرنا چاہیں تو تم انکار مت کرنا، رکاوٹ مت ڈالنا۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ لوگ حجاز کے رہنے والے ہیں، مہینوں سے اپنے گھروں سے دور ہیں، جب اندر داخل ہونے کے بعد ان کو اچانک خوبصورت اور آراستہ عورتیں نظر آئیں گی تو یہ لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے اور جب یہ ان کے ساتھ مشغول ہوں گے اس وقت ہم پیچھے سے ان پر حملہ کردیں گے۔

مؤمن کی فراست سے بچو

منصوبہ بنا کر قلعے کے والی نے حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم ہار مان گئے ہیں اور اب ہم قلعے کا دروازہ آپ کے لئے کھول رہے ہیں، آپ

اپنی فوج کو لے کر قلعے کے اندر داخل ہو جائیں، حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچایا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ ایمان عطا فرماتے ہیں تو فراست ایمانی بھی عطا فرماتے ہیں، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله** ''یعنی مومن کی فراست سے بچو، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ جب یہ پیغام ملا تو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ماتھا ٹھنک گیا کہ اب تک یہ لوگ مقابلے کے لئے تیار تھے اور دروازہ نہیں کھول رہے تھے اور اب اچانک یہ کیا بات ہوئی کہ انہوں نے دروازہ کھولنے کی پیش کش کردی، اور فوجوں کو داخل ہونے کی اجازت دے دی، اس میں ضرور گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔

پورا لشکر بازار سے گزر گیا

چنانچہ آپ نے سارے لشکر کو جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور وہ ہمیں داخل ہونے کی دعوت دے رہا ہے، آپ لوگ بے شک داخل ہوں لیکن میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتا ہوں، آپ اس آیت کو پڑھتے ہوئے اور اس آیت پر عمل کرتے ہوئے داخل ہوں، اس وقت آپ نے یہ آیت تلاوت کی: **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم الخ** (سورۃ النور، آیت ۳۰) ''یعنی مؤمنوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے پاکیزگی کا راستہ ہے'' چنانچہ لشکر قلعے کے اندر اس شان سے داخل ہوا کہ ان کی نگاہیں نیچی تھیں اور اسی حالت میں پورے بازار سے گزر گئے اور شاہی محل تک پہنچ گئے اور کسی نے دائیں بائیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کہ کیا فتنہ ان دکانوں میں ان کا انتظار کر رہا ہے۔

یہ منظر دیکھ کر اسلام لائے

جب شہر والوں نے یہ منظر دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کونسی مخلوق ہے اس لئے کہ کوئی فوج فاتح بن کر کسی شہر میں داخل ہوتی ہے تو سینہ تان کر داخل ہوتی ہے، آزادی کے ماحول میں داخل ہوتی ہے اور لوٹ مار کرتی ہے اور عصمتیں لوٹتی ہے، لیکن یہ عجیب وغریب لشکر اس شان سے داخل ہوا کہ چونکہ ان کے امیر نے کہہ دیا تھا کہ نگاہیں نیچی رکھنا تو سب کی نگاہیں نیچی تھیں اور اس حالت میں پورا لشکر اس بازار کو پار کر گیا اور شہر کے بے شمار لوگ صرف یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمادی۔

کیا اسلام تلوار سے پھیلا ہے؟

لوگ کہتے ہیں کہ تلوار سے پھیلا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس کردار سے پھیلا تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس عمل سے پھیلا تھا۔ بہرحال! آنکھوں کو نیچے رکھنے کے اس عمل نے نہ صرف یہ کہ ان کو جسمانی اور نفسانی اور شہوانی فتنے سے محفوظ رکھا بلکہ اس ذریعہ سے دشمن کے منصوبے اور ان کی چال سے بھی حفاظت فرمائی۔

(ماخوذ از: تحریر شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی)

☆☆☆

والدین کو بڑھاپے میں
نظر انداز کرنے والے بدبخت ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ''اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف بھی مت کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے ادب عزت اور نرم لہجے میں بات کرو اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے بچھا دو اور کہو ''اے پروردگار! تو ان پر ایسے ہی رحم فرما جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے مہربانی سے پالا پوسا ہے''۔ (سورہ بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ ہمارا حقیقی مربی ہے، والدین یعنی ماں باپ مجازی مربی اور پرورش کرنے والے ہیں، اولاد پر ماں باپ کا بڑا احسان ہے کہ وہ بچپن سے بچوں کی پرورش کرتے اور پالتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس لئے اولاد پر فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کریں اور ہر طرح انہیں آرام پہنچانے کی کوشش کریں کسی قسم کی تکلیف نہ دیں، اس خدمت گذاری کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے، جیسا کہ درج بالا آیات میں فرمایا ہے، والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے لیکن اگر وہ کفر وشرک پر آمادہ کرنا چاہیں تو پھر ان کی بات تسلیم نہ کی جائے جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) ''اور ہم نے انسان کو جتا دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ اللہ کے ساتھ اس کو شریک کر جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ مان، تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے''۔ (سورۃ العنکبوت)

اسی طرح ایک اور مقام پر والدین کے ساتھ نیکی کا حکم یوں دیا گیا ''اور ہم نے انسان کو جتا دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اس کی ماں نے تھک تھک کر پیٹ میں رکھا کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مانے، میرے ہی پاس پھر آنا ہے، اگر وہ دونوں تجھے اس پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جسے تو نہیں جانتا تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ بھائی چارہ سے گذارہ کر''۔ (سورۂ لقمان)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خالق کائنات نے ماں باپ کی اطاعت وفرماں برداری پر کس قدر زور دیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے حقوق کو اپنی عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا تاکہ مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے کہ جس طرح انسان پر اپنے رب کی عبادت کرنا فرض ہے، بعینہ ماں باپ کی اطاعت وفرمابرداری اور خدمت کرنا بھی فرض ہے اور یہ فرض اس طرح ادا کرنا ہے کہ ان کے سامنے بے زاری کے اظہار کے طور پر اف بھی نہ کہو کہ کیا مصیبت ہے ہم تو ان کی بیماری سے تنگ آ گئے۔ فرمایا: اس قسم کے کلمات بھی ادا نہ کرو بلکہ انہیں محبت کی نظر سے دیکھو اور ان کی دلجوئی کرتے رہو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو کہ یا اللہ ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے میری ناتوانائی کے عالم میں مہربانی ومحبت سے پرورش کی۔ والدین اپنی اولا کی محبت وشفقت کے ساتھ پرورش کرتے ہیں اور بچوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کرنے کے لئے والدین واری صدقے جاتے ہیں، بالخصوص ماں جو اپنے بچوں کی ہر طرح سے حفاظت کرتی ہے اپنے نونہال کو گرم سرد موسموں سے

محفوظ رکھتی ہے خود گیلے کپڑے بستر پر سوتی ہے اور اپنی اولاد کو خشک جگہ پر سلاتی ہے تا کہ اس کے بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ جب نیک اولاد والدین کے احسانات کے بدلے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتی ہے ان کی خدمت بجالاتی ہے اور ان کی لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کے بدلے ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اپنی خوشنودی اور رضا مندی کی لازوال دولت سے انہیں سرفراز فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''اور ہم نے انسان کو تاکید کر کے کہہ دیا ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنا، اس کی ماں نے اسے تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف سہہ کر جنا یہاں تک کہ وہ بچے سے بڑھ کر جوان ہو گیا اور چالیس برس کا ہوا اس نے کہا کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور اس کی کہ میں وہ کام کروں جسے تو پسند کرے اور میری اولاد کو نیک کر میں تیری طرف لوٹ آیا اور تیرے فرمابرداروں میں سے ہوں۔ یہی وہ ہیں جن کے اچھے کام ہم قبول کرتے ہیں اور برے کاموں سے درگذر کرتے ہیں۔ یہ جنت والوں میں ہوں گے یہ سچائی کا وعدہ ہے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا''۔ (سورۃ الاحقاف)

قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہوا کہ جو لوگ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں ان کے لئے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان فرماتا ہے، البتہ ماں کا رتبہ باپ سے بڑھ کر بتایا گیا ہے کیوں کہ اولاد کی پیدائش اور پرورش کی اکثر تکالیف ماں ہی برداشت کرتی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں موجود ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ماں کی خدمت میں تاکید فرمائی ہے، حدیث مبارکہ ہے کہ ایک شخص نے آ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہی جواب دیا، چوتھی مرتبہ اس نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری و ترمذی)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ اللہ نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کر دی ہے۔ (بخاری) اور فرمایا کہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوگا، اسلام نے ماں باپ کا مرتبہ و مقام بہت بلند رکھا ہے۔ بالخصوص ماں اولاد کے لئے اپنی ہر خوشی قربان کر دیتی ہے، پیدائش کی ناقابل برداشت تکلیف سہتی ہے اور انہیں پروان چڑھاتی ہے، اسی لئے شریعت محمدیؐ میں جو بلند سے بلند مرتبہ ماں کو عنایت کیا گیا ہے وہ یقیناً اس کی حق دار ہے، ماں کے ساتھ جو دوسری ہستی بچے کی پیدائش میں شریک ہے وہ باپ ہی کی جسمانی و مالی کوششوں کو شامل ہیں، اسی لئے جب بچہ ان کی محنتوں اور کوششوں سے قوت کو پہنچے تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ سے حاصل کی ہوئی قوت کا شکریہ ماں باپ کی خدمت کی صورت میں ادا کرے، چنانچہ اسلام نے نہ صرف ان کی عزت کرنے ان سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کی بلکہ خدمت اطاعت ان کی امداد، دلجوئی وغیرہ ہر چیز فرض قرار دی بلکہ یہاں تک تاکید کی کہ ان کی کسی بات پر اف تک نہ کہو، ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو ان کی دعاؤں کو اپنے حق میں سمجھو، ان کی خدمت انسان کا سب سے بڑا جہاد ہے بلکہ ان ہی کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔ (ترمذی)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ تیری جنت اور دوزخ دونوں ہیں۔ (ابن ماجہ) معلوم ہوا کہ والدین کے فرمابردار بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بھی اطاعت گزار ہوں جنت میں داخلے کے حقدار قرار پائیں گے اور ان کے نافرمان اور

انہیں ایذائیں پہنچانے والے جہنم میں ڈالے جائیں گے، بڑے سعادت مند ہیں وہ جو والدین کی فرمانبرداری اختیار کر کے رب کی رضا حاصل کرتے اور بڑے بد بخت ہیں وہ لوگ جو والدین کو بڑھاپے کی حالت میں نظر انداز کر دیتے ہیں اور انہیں اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

شیطان کا حملہ چار اطراف سے

ہمارے حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکالا اور اس کو راندۂ درگاہ کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑے چیلنج کے انداز میں کہا تھا کہ جب آپ نے مجھے جنت سے نکالا ہے اور میری یہ دعا بھی آپ نے قبول کر لی ہے کہ میں قیامت تک زندہ رہوں گا تو اس نے یہ عزم کیا تھا کہ یہ آدم جس کی وجہ سے مجھے جنت سے نکلنا پڑا، اس کی اولاد کو میں اس طرح گمراہ کروں گا کہ **لاٰتِیَنھم من بین ایدیھم و من خلفھم و عن ایمانھم و عن شمائلھم و لا تجد اکثرھم شاکرین۔** (سورۃ الاعراف)

یعنی میں ان کے سامنے سے حملہ کروں گا، ان کے پیچھے سے حملہ کروں گا، دائیں سے حملے کروں گا، بائیں سے حملہ کروں گا، اور آپ کی اس مخلوق پر چاروں طرف سے حملے کروں گا، لہٰذا شیطان نے چاروں جہتیں گھیر رکھی ہیں، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دو سمتوں کو بیان کرنا بھول گیا، ایک اوپر کی جہت اور ایک نیچے کی جہت، لہٰذا یہ چاروں طرف سے حملہ آور ہے، اور اس سے بچاؤ کا راستہ یا تو اوپر ہے یا نیچے ہے اور اوپر کے راستے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرو اور اس سے مدد مانگو، اس سے رجوع کرو، اس کی طرف انابت کرو اور کہو یا اللہ! یہ شیطان مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اپنے فضل و کرم سے مجھے شیطان کے حملوں سے

بچا، لہٰذا اوپر کا راستہ تو ہے جس کی رہنمائی سے اس راستہ کو طے کرے اور وہ (رہنما) شریعت کا نور ہے مع نور بصیرت کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں "نور علی نور" (ایک نور پر دوسرا نور ہے) پس اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی نور ہو (یعنی نور بصیرت) تو اس کی روشنی ظاہر نہ ہوگی (بلکہ اس تاریک راستہ میں ایک دوسرے نور کی بھی ضرورت ہے جو کہ شریعت کا نور ہے) خوب سمجھ لو۔ (شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ)

مسلمانوں کے عیوب بیان کرنا غیبت ہے

معاشرے کے سنوارنے اور نکھارنے میں جہاں اچھائیاں اور مختلف نیکیاں اپنا کردار ادا کرتی ہیں، وہاں اس کے بگاڑ میں چند نقائص اور خرابیاں بھی ہوتی ہیں۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے "نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو"۔

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے قول و عمل سے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہئے لیکن ان طریقوں میں سب سے زیادہ جس طریقے سے مسلمانوں کے عیوب بیان کئے جاتے ہیں وہ غیبت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تعریض، تصریح اور رمز و اشارات، تحریر و کتابت، نقالی ہر طریقے سے دوسرے کے عیوب بیان کئے جاسکتے ہیں۔ ایک شخص کے نسب، اخلاق، دین و دنیا، جسم، لباس، غرض ہر چیز میں عیب نکالا جاسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت پر زور طریقے سے اس کی ممانعت کی ہے۔ انہی معاشرتی برائیوں کی وجہ سے ایک صحت مند معاشرہ بگڑ جاتا ہے، اکثر

ہم اپنے عیوب کو بالائے طاق رکھ کر دوسروں کے معمولی عیب گننے لگتے ہیں، اس سے ایک تو یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ کسی کی بھی اصلاح نہیں ہوتی، تیسری بات یہ کہ مفت کی دشمنی ہو جاتی ہے، بجائے اس کے کہ اس مسئلہ پر سوچیں اور اس کا حل تلاش کریں ہم الٹا دوسروں کے عیب نکالتے ہوئے لطف محسوس کرتے ہیں، دوسروں کی غیبت کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں صاف طور پر حکم ہوا ہے کہ پردہ پوشی تم پر لازم ہے جو کوئی اس دنیا میں کسی کے عیب پر پردہ ڈالے گا روزِ حشر اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔ کسی انسان کو اپنے سے کم تر سمجھنا یا اس کے عیب بیان کر کے اسے حقیر جاننا انسانی تقدس کے منافی ہے، اگر انسان کسی دوسرے شخص میں کوئی برائی بھی دیکھے تو اسے نظر انداز کر دے اور ہوسکے تو برے شخص کو بھی اچھا کہا جائے تا کہ اس کا ضمیر خود اسے ملامت کرے کہ اس کی برائی کے باوجود لوگ اسے اچھا کہتے ہیں اور یہ کہ اگر وہ اچھا ہو جائے تو لوگ اسے کس قدر چاہیں گے یہ احساس کردار اور اخلاق ہمیں اسلام نے عطا کیا ہے۔ انسان کا دل ایک آئینہ کے مانند ہے، ضمیر اس آئینہ کی آواز ہے جو شخص دوسروں کے عیب نکالتا ہے وہ خود بھی عیوب سے پاک نہیں ہوتا کیوں کہ دل ایک آئینہ ہے اس میں وہ جس کسی کے بارے میں جو خاکہ بناتا ہے دراصل وہ اس کی اپنی تصویر ہوتی ہے۔ اس کا اپنا عکس ہوتا ہے، وہ ذہن میں جس شخص کے بارے میں سوچ رہا ہوتا ہے، ممکن ہے وہ خود بھی ایسا ہی ہو، اس لئے اچھائی اسی میں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو اچھا سمجھے، اس کی خوبیوں کو تلاش کرے اسے حقارت سے نہ دیکھے نہ بہتان لگائے، نہ عیب نکالے، نہ ٹوہ لگائے اور خفیہ حالات کے بارے میں تجسس نہ کرے کیوں کہ کوئی نہ کوئی برائی ہر شخص میں ہوتی ہے ان باتوں سے سوائے نفرت اور دشمنی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ کسی مسئلہ پر ان کی گفتگو ایک شخص سے ہوئی، گفتگو کے دوران بزرگ کی زبان سے کچھ طعن آمیز سخت الفاظ نکل گئے، اس کے بعد دونوں جدا ہو گئے، عشاء کی نماز کے بعد جب بزرگ اپنے بستر پر لیٹے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے اندر بے چینی پیدا ہو رہی ہے، ان کا دل ملامت کرنے لگا کہ تم نے اللہ کے بندے کے ساتھ سخت کلامی کی، تم نے اسے اپنے مقابلے میں حقیر سمجھا، تمہارے اندر ابھی تک ایک غرور کا جذبہ چھپا ہوا ہے، اللہ کے یہاں اگر وہی آدمی بلند مرتبہ ہو اور تم خدا کے یہاں بے قیمت ٹھہرو تو تم کیا کرو گے؟ تمہیں یہ حق تو تھا کہ اپنے بھائی کی رائے سے اختلاف کرو، مگر یہ حق نہیں تھا کہ اس پر طعن و تشنیع کے تیر برساؤ اور اسے کم تر اور حقیر جانو، یہ خیالات آتے ہی بزرگ کی نیند اڑ گئی، وہ رات بھر بستر پر کروٹیں بدلتے رہے، ایک بار وہ بستر سے اٹھے اور وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کی مگر انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی نماز ان کے چہرے پر ماری جا رہی ہے، ان کی پریشانی بڑھ گئی، صبح ہوتے ہی بزرگ اس شخص کے گھر پہنچے، اس سے ملاقات کر کے معافی مانگی، اس وقت حال یہ تھا کہ ایک طرف ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دوسری جانب زبان سے یہ نکل رہا تھا ”خدا کے واسطے مجھے معاف کر دو“۔

ہم سب جب انفرادی طور پر اپنے اوپر اسلامی تعلیمات کو نافذ کریں گے تو ان کی روشنی میں عین ممکن ہے کہ ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو اور جب ہم ایک صاف ستھرا معاشرہ قائم کر لیں گے تو ہم میں سے کوئی عیب دار نہیں ہوگا اور ہم کسی کے عیب نہیں نکالیں گے۔

معاشرہ ایک ایسے پودے کے مانند ہے جس کی نشوونما میں اگر کسی چیز کی بھی کمی آ جائے تو یہ پودا پھل پھول نہیں سکتا۔ اس پودے کو تناور درخت بنانے کے لئے انتھک محنت کرنا پڑتی ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

اپنے ہاتھ میں کسی نفع ونقصان کو نہ سمجھے

درویش کی یہ بھی شان ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں کسی نفع وضرر کو نہیں سمجھتا۔ بجز خدا تعالیٰ شانہ کے (یعنی وہ ہر نفع وضرر کو خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے مشاہدہ کرتا ہے) اور اگر تمام مخلوق اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ ان کو سالک بنا دے اور (خدا کا) راستہ بتا دے، اور ان کو اس سے نفع بھی پہنچ جائے تو ان کی ہدایت کو کسی درجہ میں بھی اپنی طرف نہ منسوب کرے (اور نہ اس میں کچھ دخل سمجھے) حق تعالیٰ سبحانہ فرماتے ہیں۔ ”انکَ لاَ تھدِیْ مَنْ احبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ یَھْدِیْ مَنْ یَشَاءُ“ (اے محمد! آپ اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں) اس کی علامت یہ ہے کہ جو لوگ طالب بن کر اس کے پاس جمع ہوں ان میں سے کسی پر بھی اپنے مرتبہ کو بلند نہ سمجھے، اور بھلا ان سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا مناسب بھی کب ہے، جب کہ یہ ان کے ذریعہ ہی شیخ بنا ہوا ہے، چنانچہ اگر کسی ایسے بازار کی طرف نکل جائے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو اور وہاں جا کر بلند آواز سے پکار کر یوں کہے کہ میں اولیاء اللہ میں سے ایک شیخ ہوں تو کوئی بھی اس کی طرف التفات نہ کرے گا۔ بلکہ لوگ اس کے ساتھ تمسخر کرنے لگیں گے اور اگر یہ اس حال سے نکلے کہ فقراء و مریدین اس کے آگے پیچھے گردن جھکائے چل رہے ہوں تو سب لوگ کہنے لگیں گے کہ یہ صلحاء میں سے کوئی بزرگ ہیں گو ان میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہ ہو، نہ پہلے

سے کچھ شناسائی ہو، کیونکہ اب اس میں مریدوں کی جماعت کے ساتھ چلنے سے مشیخت کی ایک شان پیدا ہوگئی ہے۔اس وقت کسی کے کہنے سننے کی ضرورت نہیں رہی اس شان سے ہر شخص کو اس کا شیخ ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔تو حیرت کی بات ہے کہ جن مریدوں نے اس کو شیخ بنا رکھا ہے ان سے اپنے کو کس طرح افضل سمجھتا ہے۔

نیز یہ بھی سمجھو کہ بعض دفعہ مریدین شیخ سے زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، اس لئے کہ شیخ تو مشیخت کی وجہ سے ایک بلاء میں مبتلا ہوگیا ہے کیونکہ وہ دن بھر مخلوق کے ساتھ مجلس آرائی میں حقوق اللہ کو ضائع کرتا رہتا ہے۔اگر وہ کسی وقت ذکر یا ورد میں مشغول ہوتا ہے تو مریدین بھی اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس سے زیادہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس میں وہ شیخ سے بڑھے ہوئے ہیں پس وہ شیخ سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں۔اور آفات میں اس سے کم مبتلا ہیں لیکن اکثر لوگ مشائخ کی تعظیم محض تقلید اور شہرت کی بناء پر کرتے ہیں۔اس لئے مریدوں کے ساتھ عوام کو اتنا اعتقاد نہیں ہوتا، جتنا کہ مشائخ سے ہوتا ہے۔(حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی تحریر سے اقتباس)

خوفِ خدا سے لبریز دل

شہر گلستاں بنگلور میں ایک عجیب وغریب شخصیت ہے جو قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے آباؤاجداد سعودی عرب کے ایک گاؤں مہکر سے ہندوستان آکر آباد ہوگئے ان کی نسل سے ایک برگزیدہ اور خوفِ خدا سے لبریز دل رکھنے والے جناب حضرت ڈاکٹر محمد بشیر مہکری صاحب مدظلہ ہیں، وہ پیشہ سے آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں لیکن مریضوں کو دیکھتے دیکھتے وہ خاموشی سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں غیر مسلموں کو اسلام کی خوبیاں باتوں باتوں میں واضح کردیتے ہیں، گویا چھپے ہوئے مبلغ ہیں،

ہمیشہ اسلام حقانیت اور توحید باری تعالیٰ کی صفات کا ذکر خیر کرتے ہیں اور سرورِ کونین ہادئ عالم ﷺ سے محبت ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتی رہتی ہے، لوگ انہیں ایک آئی ڈاکٹر سمجھتے ہیں، لیکن بندہ نے دیکھا کہ وہ ایک دردمند دل رکھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہی سے بچا کر ہدایت کی طرف لانا اپنے لئے ہمہ وقت ضروری تصور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت وعافیت سے نوازے، آپ کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر زرینہ مہکری صاحبہ بھی دین کے ہر معاملہ میں ان کی معاون اور مددگار ہیں، ہمیشہ امت کے لئے علم وعمل کی فکر میں مبتلا رہتی ہیں اور اپنی طرف سے تعلیم کے لئے خوب خرچ کرتی ہیں۔جزاکم اللہ خیراً فی الدارین۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

صبر کا تعلق

مسلمانوں کے اجتماعی وقومی مسائل سے ہے

صبر کے اصل معنی عربی میں رکنے اور روکنے کے ہیں، اسی مناسبت سے جذبات اور خواہشات پر قابو پانے کو بھی صبر کہا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں اکثر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اسلام کی نگاہ میں کسی فرد، جماعت یا قوم کی لئے قوت برداشت تحمل اور صبر کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ۱۰۷ مواقع پر مختلف انداز میں صبر کی تلقین یا تعریف کی گئی ہے، یا کم ازکم اس کا ذکر آیا ہے، قرآن مجید نے ایک موقع پر اللہ سے مدد لینے کا دو نکاتی طریقہ بتایا ہے ان میں ایک نماز ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا عنوان ہے اور دوسرا صبر۔ پھر صبر کی مزید تاکید اور اہمیت کے اظہار کے لئے آگے ارشاد ہوا کہ ''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ صبر کا ایک سادہ سا مفہوم ہے جو سماج میں سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کی شخصی زندگی میں بعض اوقات دل دکھانے والے حادثات پیش آتے رہتے ہیں، کسی عزیز کی موت، کسی کی بیماری، مالی نقصان وغیرہ ایسے واقعات پر آہ وزاری کرنے کے بجائے فیصلہ خداوندی سمجھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنا، یقیناً یہ فیصلہ بھی صبر ہے لیکن صبر صرف اس کا نام نہیں، صبر یہ بھی ہے کہ خدا کا حکم بجالانے میں اگر کوئی بات خلاف طبع ہے تو اس کو خوشی سے برداشت کیا جائے۔

نماز فجر کا اہتمام

جو لوگ نماز کے عادی نہ ہوں ان کے لئے پنج وقتہ نماز کا اہتمام بھی دشوار ہوتا ہے، موسم گرما میں تپش سے گذر کر ظہر کی نماز میں مسجد پہنچنا اور ٹھنڈک میں ٹھنڈ ہواؤں کو برداشت کرتے ہوئے نماز فجر کا اہتمام کرنا خدا کی محبت کے بغیر آسان نہیں، صبر یہ بھی ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا طبیعت پر گراں گذرتا ہو اور اپنی خو سے باز آنے کو دل تیار نہ ہو لیکن انسان اپنی خواہش پر اللہ کی خوشنودی کو غالب رکھنا سیکھ لے اور رضائے خداوندی کی قربان گاہ پر اپنی چاہتوں کو بھینٹ چڑھا دے، کوئی شخص شراب کا عادی ہے اس بری عادت کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہے، طبیعت نہیں مانتی ایسے مواقع پر اپنی طبیعت پر قابو پانا اور شریعت کے حکم کو نفس کے حکم پر غالب رکھنا صبر میں داخل ہے۔ اسلام نے نکاح کو سادہ اور آسان رکھا ہے نہ گانا بجانا، نہ رقص وسرور، تکلیفات اور تعیّشات سے خالی وعاری لیکن دوستوں کی، بزرگوں کی، عورتوں وبچوں کی اور کسی قدر خود اپنی خواہش کی گداگری ہے کہ آج بھی نغمہ ورقص کی محفلیں نہ سجائی گئیں اور کچھ اپنی دولت وثروت کے نقوش دل وذہن میں قائم نہ ہوئے تو یہ بھی کچھ شادی ہوئی؟ ایسے موقع پر دل خدا کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوجائے کہ تیری خواہش ہر خواہش سے بالاتر ہے اور تیری رضا جوئی پر ساری آرزوئیں قربان ہیں، یہ بھی صبر کے امتحان کا ایک کٹھن موقع اور کم پاک نفوس ہیں جو اس امتحان میں پورے اتر جائیں، صبر اس وقت بڑا صبر آزما ہوجاتا ہے جب اس کا رشتہ بندوں کے حقوق سے ہو۔ کسی بھائی سے زیادتی ہوگئی انتقام کی آگ رگ وپے میں سلگ رہی ہے، انتقام لینے پر قدرت بھی ہے، خدا جو قادرِ مطلق ہے اور جو ہر وقت اپنے گنہگار بندوں کی خطاؤں سے درگذر کرتا رہتا ہے اس

مظلوم بندہ کو عفوو درگذر کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صبر علم کی شبنم سے اس شعلہ غضب کو بجھا دے تا کہ تم بھی بارگاہِ خداوندی میں اسی سلوک کے مستحق ٹھہرائے جاؤ، اس وقت غصہ کو پی جانا اور عفوودرگذر کی راہ اختیار کرنا صبر ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص طاقتور اثر ورسوخ رکھتا ہے زبردستی کسی کا حق دبائے ہوئے ہے، مظلوم کو نہ طاقت وقوت حاصل ہے نہ عدالت تک رسائی ہے اس کے باوجود انسان یہ سمجھے کہ اسے اپنے ظلم کا حساب دینا ہوگا اور آج وہ جتنا طاقتور ہے خدا کے سامنے کل وہ اتنا ہی کمزور ہوگا یہ تصور اسے لرزا دے اس کا دل کانپ اٹھے اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ دوسرے کا حق اس کے حوالے کردے تو یہ بھی صبر میں داخل ہے، کیوں کہ اس نے اپنے جذبات وخواہشات پر روک لگائی ہے اور اپنے مفادات سے محرومی کو گوارا کیا ہے۔

صبر کا تعلق

صبر کا تعلق مسلمانوں کے اجتماعی اور قومی مسائل سے بھی ہے، بعض اوقات جذبات کو بھڑکانے والے ہوتے ہیں مخالفین چاہتے ہیں کہ آپ مشتعل ہوں کیوں کہ جو قوم بات بات پر مشتعل ہوتی رہتی ہے وہ کوئی ٹھوس اور تعمیری کام نہیں کرسکتی اور ہمیشہ طویل المدت منصوبہ بندی سے محروم رہتی ہے، وہ اپنی پوری قوت لایعنی مسائل میں صرف کرنے کی عادی ہوجاتی ہے۔

حضو اکرم ﷺ کو اہل مکہ نے مشتعل کرنے کی کوشش کم نہ کی، مدینہ میں یہودیوں نے براہِ راست بھی اور منافقین کے راستے بھی اشتعال پیدا کرنے اور الجھانے کا کم سامان نہیں کیا لیکن آپ ﷺ نے کبھی ایسی حرکتوں کو مسئلہ نہیں بنایا اور اپنی اور مسلمانوں کی بہترین صلاحیت کو وقتی مسائل میں صرف نہیں ہونے دیا بلکہ

خاموشی سے اسلام کی دعوت کو دور دور تک پہنچانے، مسلمانوں کی فکری اور عملی تربیت کرنے اور طویل المدت ودوررس منصوبہ بندی کے ذریعہ اسلام کے خلاف ہونے والی یورشوں کے سدِ باب کرنے میں مشغول رہے، جس نے بالآخر مسلمانوں کو فتح مندی سے سرفراز کیا، سیرتِ نبوی ﷺ میں اس کی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں اور سب سے بڑی مثال خود صلح حدیبیہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قومی سطح پر بھی آج مسلمانوں میں صبر کی صلاحیت پیدا کرنا بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ بزدلی اور فرار دوسری چیز ہے اور خوش تدبیری اور وقتی اغراض ایک دوسری چیز، صبر بزدلی نہیں بلکہ خوش تدبیری سے عبارت ہے۔

جیسا کہ رمضان المبارک کو آپ ﷺ نے صبر کا مہینہ قرار دیا۔ (بیہقی حسن، سلمان فارسی) یعنی یہ مہینہ اس لئے ہے کہ آدمی صبر کرنا سیکھے، دن بھر کھانے پینے اور دوسری انسانی ضرورتوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا صبر کی تربیت ہے۔ روزہ کے ذریعہ انسانی ضرورتوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا صبر کی تربیت ہے، روزہ سے انسان میں صبر کی جو کیفیت مطلوب ہے اس کو آپ ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ روزے دار فحش کلامی نہ کرے، برا بھلا نہ کہے، اگر کوئی دوسرا اسے برا کہے، گالی دے یا اس پر ہاتھ اٹھائے تو کہہ دے کہ میں برائی کا جواب برائی سے نہیں دے سکتا کیوں کہ میں روزہ سے ہوں۔ (بخاری)

یعنی میں صبر کی تربیت پارہا ہوں اور برائی کا جواب بھلائی سے دینے اور جاہلانہ رویہ کو برداشت کرنے کی مشق کررہا ہوں، اس لئے اس وقت کسی ردّ عمل کا اظہار ہمارے اس کام کے خلاف ہے جس میں ہم مصروف ہیں۔

بعض مشائخ صفتِ تعظیم میں خدا کا شریک بننا چاہتے ہیں

مشائخ ناقصین کو جب مخلوق کا اعتقاد اپنے ساتھ محسوس ہو جاتا ہے تو اول اول وہ خوب محنت کرتے ہیں کہ مشیخت کا درجہ ان کو حاصل ہو جائے اور معتقدین زیادہ ہو جائیں اور جب یہ مراد پوری ہوگئی تو اب وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ نہ وہ روزے رہے، نہ شب بیداری، نہ خاموشی، نہ احتیاط اور اب مخلوق کو اس وہم میں ڈال دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتے (بلکہ ہمارا باطن ہر وقت ذکر میں مشغول ہے) اور اعمالِ ظاہریہ کی ضرورت تو مبتدیوں کو ہوا کرتی ہے۔ (کاملین کو ان کی ضرورت نہیں رہتی)

بس اب وہ ہر دم مخلوق ہی کے ساتھ ہنسی دل لگی میں مشغول پائے جاتے ہیں اور ان کے مریدین ذکر و قرأت اور تلاوتِ قرآن میں رہتے ہیں تو اب سمجھ لو کہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اور کسی مرید سے اپنے کو بڑا نہ سمجھنے کی یہ بھی علامت ہے کہ اگر سارے مرید اس سے اعراض کر کے کسی دوسرے ہم عصر بزرگ کے پاس چلے جائیں تو اس کو بال برابر بھی اس سے تغیر (وتکدر) نہ ہو، اگر اس میں کچھ بھی تغیر پیدا ہوا تو یہ شخص حق تعالیٰ کی ربوبیت میں منازعت کرنے والا ہے، اور اس کی حالت چھپی نہ رہے گی، کیوں کہ یہ صفت تعظیم میں خدا کا شریک بننا چاہتا ہے کہ جس طرح لوگ خدا کی تعظیم کرتے ہیں اسی طرح میری بھی تعظیم کریں، (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی عظمت و کبریائی میں مجھ سے منازعت کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

اس لئے بہت جلد اس کی قلعی کھل جائے گی اور اگر یہ شخص عبودیت میں سچا ہوتا تو مخلوق کو اس کے ہاتھ سے ہدایت ہوتی یا دوسرے کے ہاتھ سے دونوں (کو یکساں

سمجھتا اور ان دونوں صورتوں) میں کچھ فرق نہ کرتا اور یہ سمجھتا کہ مقصود تو ہدایت خلق ہے خواہ میرے ہاتھ سے ہو یا دوسرے کے ہاتھ سے کیوں کہ ہدایت کرنے والے تو حقیقت میں صرف حق تعالیٰ ہیں، وہ جس کے ہاتھ سے چاہیں ہدایت کر دیں (تم اپنے آپ کو ہادی کیوں سمجھتے ہو اور دوسروں کے پاس اپنے مریدوں کے چلے جانے سے یہ غم کیوں کرتے ہو کہ ہائے اب ان کو ہدایت نہ ہوگی) خوب سمجھ لو اور جان لو کہ جس شخص کی ہنوز یہ حالت ہے اس کو مشیخت اور ارشاد پر پیش قدمی کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے کیوں کہ ابھی تو اسی کے نفس کی اصلاح اور پوشیدہ امراض کا علاج بہت کچھ باقی ہے تو وہ دوسروں کی کیا خاک اصلاح کرے گا۔ (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ)

☆☆☆

والدین کی نافرمانی

جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب

''والدین'' ماں اور باپ کو کہتے ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہم پر فرض ہے اور ان کی خدمت کرنا لازم ہے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو''۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا: ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اگر وہ تمہاری موجودگی میں دونوں میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان پر نہ بھڑکو اور ان سے ادب سے پیش آؤ''۔ تو والدین کا مرتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا لازم ہے جس کے متعلق احادیث میں بہت بڑی فضیلت آئی ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی شریف، جلد دوم)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

اللہ نے ہم کو والدین کے ساتھ احسان مند رہنے کا اس لئے حکم دیا کہ والدہ ہماری ہر طرح کی تکلیف اٹھاتی اور برداشت کرتی ہے پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو

اس کو دودھ پلاتی ہے اور اس کو ہر طرح سے پاک وصاف رکھتی ہے اور اپنی اولاد پر جان و مال راحت و آرام سب کچھ قربان کر دیتی ہے اور باپ اس کی لئے ہر چیز کو مہیا کرتا ہے اور ان کا سارا بوجھ اپنے سر لیتا ہے لیکن اپنی اولاد کو کوئی تکلیف ہونے نہیں دیتا اسی لئے والدین کا بہت بڑا مرتبہ ہے اللہ کی عبادت کے بعد والدین کی فرمانبرداری کرنا اولین فریضہ ہے۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، نفل نماز، صدقہ، روزہ، حج اور جہاد سے بھی افضل ہے۔ (بیہقی) جو شخص ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے ان کی نہ کوئی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ صدقہ خیرات قبول ہوتا ہے، ان کی نافرمانی کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں ذلت ہوتی ہے اور نہ اس شخص کی زبان پر مرتے دم کلمہ جاری ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا اگر ایک نظر بھی محبت سے دیکھے تو اس کو ایک حجِ مبرور کا ثواب لکھا جاتا ہے، تو صحابہؓ نے عرض کیا اگر کوئی دن میں سو مرتبہ دیکھے تو حضور ﷺ نے فرمایا: تب بھی''۔ ہم والدین کی کتنی بھی خدمت کریں ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر طواف کرایا، کیا میں نے ان کا حق ادا کر دیا؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: نہیں! تیری تو ولادت کے وقت کی تکلیف کے حق کو بھی ادا نہیں کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو ستائے (بیہقی) افسوس صد ہزار افسوس کہ آج کے اس معاشرے میں کئی

لوگ ایسے ہیں جو اپنے والدین کو دکھ درد اور تکالیف پہنچاتے ہیں، ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں اور ان کو طعنہ زنی کرتے ہیں ایسے بدبخت انسانوں کی قیامت میں ضرور پوچھ ہوگی اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔

نزہۃ المجالس میں مکتوب ہے کہ ایک تابعی کا گذر ایک قبرستان سے ہوا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک قبر شق ہوئی اور اس قبر سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے کا اور جسم انسان کا تھا اور اس نے قبر سے نکل کر تین مرتبہ گدھے کی آواز نکالی اور پھر قبر میں چلا گیا۔ آپؒ نے اس آدمی کا حال اس کی بیوی سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میرا شوہر ہے جو روزانہ شراب پیا کرتا تھا جب اس کی ماں اس کو نصیحت کرتی کہ بیٹا تم شراب کب تک پیوگے، مت پیو! وہ کہتا تھا ''تم کیا گدھے کی طرح چلاتی ہو' اس کے بعد اس شخص کا انتقال عصر کے وقت ہوا تب سے اس قبر سے روزانہ عصر کے وقت گدھے کی آواز آتی ہے۔ اسی لئے والدین کی نافرمانی سے بچنا چاہئے کیوں کہ جنت کی خوشبو ہزار برس تک آتی ہے، جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے، وہ اس جنت کی خوشبو سے محروم رہتا ہے۔

ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ! پھر اس شخص نے کہا کہ کس کے ساتھ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماں کے ساتھ! پھر اس شخص نے کہا کہ کس کے ساتھ؟ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ماں کے ساتھ! اس کے بعد چوتھی مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ! ماں اور باپ دونوں میں سے اگر کوئی پانی مانگے تو پہلے ماں کو دے پھر باپ کو، اسی لئے ہم پر والدین کی فرمانبرداری کرنا لازم وفرض ہے، والدین کی رضا میں ہی

اللہ کی رضا ہے اور اس کا رسول (ﷺ) راضی ہے جس شخص سے والدین ناراض رہتے ہیں، اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بھی اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے ہمیں ہر طرح کی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری سے رضائے خداوندی ورضائے مصطفوی حاصل ہوتی ہے، اور گھروں میں برکت وراحت حاصل ہوتی ہے۔ عامۃ المسلمین کو چاہئے کہ دائمی طور پر اپنے والدین کو خوش رکھیں ان سے حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کی خدمت کرنا اولاد کا اولین فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

مغفرت تو ہوگئی، رزقِ کریم کا انتظار ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں جو آیت نازل ہوئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”الخبیثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ والطَّیِّبُوْنَ للطَّیِّبٰتِ اُولٰئِکَ مُبَرَّئُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ“۔

یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، یہ لوگ (بی بی عائشہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رزقِ کریم کا ذکر فرمایا ہے تو مغفرت تو ہوگئی اس کی خبر میں نے سن لی، اب رزقِ کریم یعنی ”جنت“ مرنے کے بعد ملے گی اس کی منتظر ہوں یعنی یہاں کا کام تو ہوگیا کہ قیامت تک کے لئے برأت نازل ہوگئی، کوئی تہمت لگائے گا تو کافر ہوجائے گا، البتہ رزقِ کریم کا انتظار باقی ہے جو جنت میں ملے گا۔

کیسی شانِ بندگی ہے

حرمِ نبیؐ ہیں اور امت کی ماں ہیں اور امہات المؤمنین سب سے زیادہ محبوب ہیں، رب العالمین کو پسند ہیں، محدثِ کبیرہ ہیں، ہزاروں صحابہ اور تابعین کی معلّمہ ہیں، سخی، متقی، زاہدہ، عابدہ اور متوکلہ علی اللہ ہیں، لیکن آخرت کی نعمتوں کا انتظار ہے اور اللہ رب العزت سے طلب گار ہیں کہ رزقِ کریم عطا فرما! آج کے دور میں لوگ کیسے بے نیاز ہیں؟ جبکہ صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بے نیاز نہ ہوئے، بلکہ یوں کہئے کہ سراپا نیاز مند رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بندگی کے گوہر سے سرفراز فرمائے، آمین!

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

مرید کون ہے اور مراد کس کو کہتے ہیں؟

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ مبارک ثوبان بن ابراہیم اور کنیت ابو الفیض ہے، لیکن آپ ذوالنون کے لقب سے معروف ہیں، آپ مصر کے موضع اخیم میں سکونت پذیر تھے، البتہ آپ کے والد مقامِ نوبہ کے رہنے والے تھے، جو حوالی مصر میں ہے۔ حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا جن سے مؤطا پڑھی اور فقہ کا درس بھی لیا۔ آپ مالکی مسلک کے پیرو تھے، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ گروہِ صوفیہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں، اکثر مشائخ کا سلسلہ آپ تک پہنچتا ہے، اگرچہ آپ سے پہلے بھی بہت سارے مشائخ گذرے ہیں لیکن یہ شرف آپ ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے ارشاد (تصوف ومعرفت) کو عبارت کا لباس پہنایا اور تصوف کے رموز کی تشریح فرمائی، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے عہد خلیفہ متوکل عباسی ۲۴۵ھ میں وفات پائی، خلیفہ متوکل حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا گرویدہ ہوگیا تھا، جب کسی مجلس میں صالحین کا ذکر ہوتا تھا تو وہ لوگوں سے کہتا ان حضرات میں شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ ”جس نے اللہ کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کیا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں معزز بندہ ہے“۔ یہ بھی کہا کہ ”نفس کا دیکھنا اور اس کی تدبیر کرنا بہت بڑا، اور سخت پردہ جمالِ الٰہی کا ہے“۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا: مرید کون ہے اور مراد کس کو کہتے ہیں؟ آپؒ نے جواب میں فرمایا ”مرید تو طلب کرتا ہے اور مراد بھاگتا ہے“۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک سفر کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک بار حالت سفر میں تھا دورانِ سفر ایک ایسے نوجوان سے ملاقات ہوئی جو بہت پرشور تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ نوجوان مسافر! کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا کہ ”مسافر تو وہ ہوتا ہے جو اس دنیا (عالم آخرت) سے محبت رکھتا ہو“۔ اس نوجوان کا (محبت ومعرفت سے پر) یہ جواب سن کر میں نے بے ساختہ نعرہ مارا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ کہنے لگا تمہیں کیا ہوگیا تھا؟ میں نے کہا کہ ”بیماری کے موافق علاج مل گیا تھا“۔ (تمہارا جواب میرے درد کا درماں تھا)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کسی مسئلہ کو دریافت کرنے کے لئے مغرب (ممالکِ غربیہ) میں شیخ عریزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، ان بزرگ نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر فرمایا کہ ”کیوں آئے ہو؟ اگر اس لئے آئے ہو کہ اولین وآخرین کا علم حاصل کرو تو یہ ناممکن ہے کیوں کہ اس کا جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اس لئے آئے ہو کہ اس کو تلاش کرو تو تم نے جس مقام سے پہلا قدم اٹھایا تھا وہ ذات تو وہاں بھی موجود تھی پھر اس کی تلاش میں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی“۔ جستجو کرنے والے کو جس کی تلاش اور جستجو ہے وہ خود اس ڈھونڈنے والے کے ساتھ ہے بلکہ وہ خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو تلاش کے راستے پر پھراتا ہے۔ (ماخوذ نفحات الانس)

آج مسلمان کا حال یہ ہے کہ غیر اللہ کی طرف دیکھ رہا ہے، حالانکہ ہمہ وقت اللہ رب العزت اس کو دیکھ رہے ہیں، بزرگوں سے دعا کراتا ہے، عملیات کے چکر

میں جہاں تہاں پھرتا ہے، لیکن خود عمل سے کورا ہے، جو چیز باہر تلاش کرتا پھرتا ہے اسے خود اپنے اندر تلاش کرے، اللہ رب العزت کے سامنے اپنے کو ہمہ وقت حاضر سمجھے اور جو بھی مانگے، رب سے مانگے۔ حضور کا ﷺ ارشاد ہے کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو! وہی ہر بڑی اور چھوٹی نعمتوں کا مالک ومختار اور داتا ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

شکر نفسِ انسانی کے درجۂ کمال کی نشانی

بندہ ناچیز اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ ''شکر'' کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ''اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں پاکیزہ چیزیں (شوق سے) کھاؤ اور اگر اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر ادا کرو''۔

''شکر'' کی عادت نفس انسانی کے کمال کی نشانی ہے، نعمتوں کے زیادہ ہونے اور ہمیشہ رہنے کی ضمانت فراہم کرتی ہے، ''شکر'' مخلوق پر اپنے خالق کا ایک فریضہ ہے کہ خداوند عالم نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے''۔

''شکر'' اپنے پروردگار کی بے نیازی کا اعتراف ہی نہیں بلکہ اس کا فائدہ شکر کرنے والوں کو بھی ملتا ہے کیوں کہ انہوں نے ان نعمتوں کو اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی پر خرچ کیا ہے اور یہی بات ان کی زندگی کی سعادت ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں بے شمار مقامات پر شکر ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

سورۂ سبا میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''اپنے پروردگار کے رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو'' اعترافِ شکر اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اور اس رحیم وکریم کی عظمت کا اعتراف ہے مگر ان کے لئے جن کے دل صاحب ایمان ہیں ورنہ جن کے دلوں میں کفر کے اندھیرے راج جما چکے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی رحمت دکھائی نہیں دیتی، یہ لوگ دنیوی ترقی پر فخر وتکبر کرتے اور بغاوت کے علم بردار بن جاتے ہیں، ضروری

نہیں کہ سرکشی کے نتائج فوراً آشکار ہوں لیکن اس کا انجام بہرحال تباہی ہے، انسان کو امن وسلامتی کی زندگی بھی نصیب ہوسکتی ہے، وہ اس صورت کہ ذہنیت وارادے اور قول وفعل سے اپنے رب کے لئے سراپا شکر بن جائے، یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھی تسلیم کرے کہ اس نے اسے شکرگزاری کی توفیق دی۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ نے جس پر شکر کا دروازہ کھول دیا اس پر نعمت کی زیادتی کا دروازہ بھی کھول دیا''۔

انسان شکر کا اظہار کرے یعنی اللہ کی ربوبیت کو مانے، عبادت کرے، سیدھے راستے پر چلے اور اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے سامان کو اس کی منشا ورضا کے موافق کام میں لائے، یہ بندگی کا تقاضہ ہے، کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس کی بخشی ہوئی متاع کو ڈھنگ سے استعمال کرتے ہیں اور دوسروں کو اس سے بہرہ مند کرتے ہیں، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال رحمت اور ربوبیت کے پیشِ نظر انسان کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت کم لوگ اس فرض کو پوری طرح انجام دیتے ہیں۔

''شکر'' کے تین درجے ہیں جن کا مدار نیت کے فرق پر ہے، اللہ تعالیٰ کا صرف اس لئے شکر ادا کرنا کہ اس نے کوئی دنیوی یا روحانی نعمت عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے کرم کا ثبوت سمجھنا اور اس بات پر شکر ادا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی میرے حال پر توجہ ہے اور وہ مزید فضل وکرم کرے گا، اس بات پر شکرگزار ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت نے میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بڑھادی ہے، میرا دل اس کی طرف اور زیادہ جھک گیا ہے، اس نعمت کو جائز کام میں لاکر مجھے اللہ تعالیٰ کا مزید قرب حاصل ہوگا، یہی شکر کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اسی کو نصب العین بنایا جائے۔

''شکر'' حسنِ اخلاق کا بنیادی ہی نہیں دائمی عنصر بھی ہے، شکر وہ فضیلت ہے جو آخرت میں بھی مقصود ہے، جنت کے مکین دنیا کی آلودگیوں اور تفکرات سے آزاد رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، اس وقت رہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔

''سورۂ یونس'' میں ارشادِ ربانی ہے ''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے انہیں ان کا پروردگار ان کے ایمان کے سبب منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا کہ وہ آرامدہ آسائش کے باغوں میں رہیں گے اور ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان باغوں میں ان لوگوں کا بس یہی قول ہوگا کہ اے پروردگار! تو پاک وپاکیزہ ہے، اور ان کی باہم ہم کلامی سلام سے ہوگی اور ان کا آخری قول یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ کسی بندہ کو نعمت عطا فرمائے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اور وہ کہے (الحمدللہ) تو اس نے نعمت کا پورا پورا شکر ادا کردیا''۔

شکر کی دو شرائط ہیں (۱) قناعت واطمینان (۲) تواضع۔

وہی بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کرسکتا ہے جو خواہشات کا غلام نہ ہو، حریص آدمی کبھی سیر نہیں ہوتا، اسے ہمیشہ مزید کی طلب رہتی ہے، بجائے شکر کے وہ اپنی بدنصیبی یا کم بختی کا رونا روتا ہے۔ قناعت کی لئے رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ سرسبز وشریں ہے جو شخص اسے بے طمعی سے حاصل کرے، وہ برکت پاتا ہے اور جو شخص اسے لالچ اور حرص سے حاصل کرے اس کے لئے اس میں برکت نہیں''۔ حریص اور لالچی شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا جائے اور اس کا جی نہ بھرے۔

قناعت سب سے بڑی دولت ہے، یہ صفت انسان کے اندر شکر کا مادہ پیدا کرتی ہے، جبکہ طمع انسان کو ہمیشہ بے قرار اور ناشکرا رکھتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ شکر اور تکبر ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے، متکبر انسان دوسرے کا احسان ماننے میں کسرِ شان سمجھتا ہے، شکر کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے محسن کی کچھ نہ کچھ عظمت تسلیم کرے لیکن تکبر اس میں مانع ہوتا ہے، تکبر انسان کے دل پر پردہ ڈالنے کے ساتھ ساتھ حق کی شعاعوں کو روک دیتا ہے، مغرور شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے، جب تک قناعت کی زمین کو تواضع کے پانی سے نہ سینچا جائے شکر کی فصل پیدا نہیں ہو سکتی۔

انسان دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرے کہ میرے پاس ہر نعمت اسی مالک کی دی ہوئی ہے، پاکیزہ اور اچھے نفوس کی صفت یہی ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر ہر وقت شکر کرتے ہیں جب وہ شکر کرتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حق دار بنتے چلے جاتے ہیں۔

''شکر'' کے خصائص میں سے یہ ہے کہ بندہ اپنے منعم حقیقی، پروردگار کا نعمتوں کی فراوانی پر شکر ادا کرے، جب کہ شکر ادا کرنے کی تین اقسام ہیں۔ (۱) قلبی شکر، (۲) زبانی شکر، (۳) عملی شکر۔ قلبی شکر سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اپنے محسن کا اعتراف ہو، محض دکھاوے کے لئے شکر کا اظہار نہ کرے، تہہ دل سے اس کا شکر گزار ہو اور اس سے ایک قلبی ربط اور انس و محبت پیدا کرے، شکر کا سر چشمہ دل ہے، دل میں شکر نہ ہو تو زبانی اقرار محض فریب ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جب کسی شخص کو کسی دکھ میں مبتلا پاؤ تو اسے سنائے بغیر تین مرتبہ کہو ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس سے

محفوظ رکھا جس میں تو مبتلا ہے'' پھر وہ کبھی بھی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا۔ زبانی اظہار بھی ضروری ہے بعض خود پرست افراد اپنی انا کی وجہ سے زبانی شکر کو سنگ گراں سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی تذلیل سمجھتے ہیں لیکن شکر کا جذبہ تب ہی پنپ سکتا ہے جب انانیت کو ختم کیا جائے، دل سے اپنے محسن کا شکر ادا کرنا اس قدر مشکل نہیں جتنا اس کا برسرِ عام اعتراف مشکل ہے، اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہئے کہ اگر جان بوجھ کر زبانی شکر سے گریز کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قلبی شکر بھی بے کار ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس بندے پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت نازل کی اور اس نے اپنے دل سے اس کی معرفت حاصل کی اور اللہ کی حمد کی اپنی زبان سے تو اس کا کلام تمام ہوتے ہی اللہ اس پر اپنی نعمتوں کے اضافہ کا حکم دیتا ہے۔

عملی شکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالانا اور اعضاء کو اللہ کی نافرمانی سے بچانا ہے، عملی شکر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان نعمت کے حصول پر سجدۂ شکر ادا کرے۔ مختصر یہ کہ لفظ ''شکر'' کی دنیا بہت وسیع ہے اور انسان کے پورے کردار کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، حق پرستی شکر ہے اور باطل پرستی کفرانِ نعمت ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ انوارِ طریقت مکمل ہوئی۔
اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور توشہ آخرت بنائے، آمین!

خاکپائے آستانہ حضرت حاذق الامتؒ
محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی
دارالعلوم محمدیہ خانقاہِ رحیمی، بنگلور
مورخہ ۱۵؍شعبان المبارک ۱۴۳۰ھ بروز ہفتہ بعد نماز عصر

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین،
برحمتک یا الرحم الرٰحمین، والحمد للہ رب العالمین۔

❀❀❀❀

مصنف کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
248. 6th Cross, Gangondanahalli
Main Road, Nayandhalli Post.
Mysore Road. Bangalore-39
(Karnataka. india)
Ph: 080-23397836 / 23397872
E-mail: raheemishifakhana@yahoo.com

مصنف کی دیگر کتب

۱ انوار السالکین
۲ سفر نامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ
۳ خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت (اول، دوم) اردو
۴ خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت (اول، دوم) ہندی
۵ خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت (اول، دوم) انگلش
۶ خطباتِ حبان برائے دختران اسلام (اول، دوم، سوم)
۷ خطباتِ حبان برائے دختران اسلام (چہارم تا دہم زیر طبع)
۸ خطباتِ رحیمی (اول تا ششم)
۹ خطباتِ رحیمی (ہفتم تا دہم زیر طبع)
۱۰ سوانح حضرت حاذق الامتؒ
۱۱ انجمن دیندار مسلمان نہیں؟
۱۲ پیارے نبی کی پیاری دعائیں
۱۳ تصوف کی حقیقت
۱۴ مفتاح الصلوٰۃ
۱۵ طالبات تقریر کیسے کریں؟
۱۶ اسرارِ طریقت (زیر طبع)
۱۷ تفسیری خطباتِ بنگلور (زیر طبع)
۱۸ مجالسِ رحیمی (زیر طبع)

☆☆☆